

مقام

63

مرتبہ

سید پرکاش احمد

(علیگ)

۲
حمید حقوق حق مصنف محفوظ ہیں

طباعہ اول سال ۱۹۵۱ء ایک ہزار

۵۵۲۹ قیمت مجلد ۷۵

مطبوعہ کلیم پریس کراچی (پاکستان)

میری نظر

پروے پر ایسی مدلل کتاب نہیں
گذری میری ناچیز رائے میں یہ کتاب
ایک بہت بڑی ضرورت کو پوری کرتی ہے

اور
اس قابل ہے کہ ہر پاکستانی مرد و عورت
اس کا مطالعہ کرے

رائیبل، بیگم ثناء سہروردی اکرام اللہ

مندرجہ ذیل کا انتظار فرمائیے

”تاریخ کا پہلا ورق“

”اے قوم ابھی آرام نہ کر“

فہرست

| صفحہ | مضمون | صفحہ | مضمون |
|------|----------------------------------|------|-----------------------|
| ۱۲ | ستر عورت | | پاب اول |
| ۱۲ | عمر بانی | | معنی اور اقسام |
| ۱۲ | پاپڑہ مرد اور پاپڑہ عورت | | ستار |
| ۱۳ | پڑہہ شیش | ۱۱ | ستر |
| ۱۳ | حرم | ۱۱ | ستور |
| ۱۳ | زمانہ اندر خانہ حرم تک پیر لعلیہ | ۱۱ | عورت |
| ۱۲ | حجاب | ۱۱ | پڑہہ |
| ۱۲ | حجاب | ۱۲ | پڑہہ زنبوری یا زنبوری |
| ۱۲ | پنڈو پاپڑہ عورت | ۱۲ | ستر پوش |
| ۱۲ | مسلمان پاپڑہ عورت | ۱۲ | ستر مرد |
| ۱۵ | پڑہہ شرم و حیا | ۱۲ | |

| صفحہ | مضمون | صفحہ | مضمون |
|------|-----------------------------|------|---------------------------------------|
| ۲۵ | پردہ جہالت | ۱۵ | پردہ عصمت و عفت |
| ۲۵ | پردہ دل | ۱۵ | پردہ نظر |
| ۲۶ | پردہ غفلت | ۱۶ | پردہ آواز |
| ۳۲ | پردہ اسلامی | ۱۷ | پردہ بکارت |
| ۳۵ | پردہ غیب یا پردہ تقدیر | ۱۷ | پردہ عقل |
| | باب دوم | ۱۸ | پردہ پوش و حواس |
| | قبل القرآن | ۱۹ | پردہ عقلی |
| ۳۶ | حضرت آدم و حوا | ۱۹ | پردہ تقسلی |
| ۳۷ | قابیل و اہلہ ادم بیل و غارہ | ۲۰ | پردہ اکتسابی |
| ۴۱ | حضرت نوح | ۲۰ | پردہ رسمی |
| ۴۲ | حضرت ابراہیم | ۲۰ | پردہ فقر و تمکنت |
| ۴۹ | حضرت لوط | ۲۱ | پردہ تانہ نی |
| ۵۰ | حضرت یوسف | ۲۱ | پردہ شرعی |
| ۵۳ | حضرت یونس | ۲۱ | پردہ روایتی |
| ۵۳ | حضرت ایوب | ۲۲ | پردہ ایمان |
| ۵۵ | حضرت موسیٰ | ۲۳ | پردہ انصاف |
| | | | پردہ شرف و امارت اور پردہ زوال و غربت |

| صفحہ | مضمون | صفحہ | مضمون |
|------|-------------------------------|------|-------------------------|
| ۷۲ | تاویل | ۷۰ | قارون |
| ۷۷ | لباس کی تعریف | ۷۰ | یوشع |
| ۷۷ | لباس اور نماز | ۷۱ | حضرت الیاس |
| ۷۹ | جہاد | ۷۱ | حضرت داؤد |
| ۸۱ | مجاہدین کی فضیلت | ۷۳ | حضرت سلیمان |
| ۸۱ | جہاد سے مستثنیات | ۷۴ | حضرت یحییٰ |
| ۸۲ | ہجرت | ۷۴ | حضرت یونس |
| ۸۲ | بے حیائی اور زیادتی | ۷۵ | بی بی مریم |
| ۸۲ | قیمت زنا | ۷۸ | بے شرمی و بے حیائی |
| ۸۷ | سزا | ۷۹ | ہاشم کا نکاح |
| ۸۸ | تہمت لگانے والوں کی سزا | ۷۰ | عبداللہ افغان کی بہنیں |
| ۸۹ | متافق مرد اور منافق عورتیں | ۷۰ | سوار عبداللہ کی عفت نفس |
| | مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں | ۷۲ | حضرت آمنہ |
| ۹۱ | آیات برات حضرت عائشہ | ۷۲ | حضرت خدیجہ الکبریٰ |
| ۹۵ | تہمت لگانے والوں کو مزید سزا | | پایہ سوکھ |
| ۹۷ | گھر کے اندر داخل ہونے کا آداب | | احکام قرآن |
| ۹۸ | مرد کی ستر پوشی | | |

| مضمون | صفحہ | مضمون |
|----------------------------|------|-----------------------------------|
| اولیں شہادت فی الاسلام | ۹۹ | عورتوں کی ستر پوشی |
| ہجرت | ۱۰۶ | سنان نزول |
| جہاد | ۱۰۸ | بعض علما کا قیاس و گمان |
| مشترک عورتوں کی شرکت جنگ | ۱۱۳ | عورات النساء والرجال |
| مسلمان خواتین کی خدمات جنگ | ۱۱۵ | من رسیدہ عورتوں کی رعایت |
| نماز | ۱۱۶ | اتحاد و آزادی |
| روزہ | ۱۱۷ | ازواج مطہرات اور دیگر نساء مسلمین |
| حج و عمرہ | ۱۲۲ | دقرن فی بیوتکن کی تاویلات |
| زکوٰۃ و خیرات | ۱۳۵ | محرمات |
| زیارت بقدر | ۱۳۶ | پرہیز کی تردید |
| گھروں میں جانے کی اجازت | ۱۴۷ | قیاس و گمان |
| احترام احکام | ۱۴۸ | کمانی |
| لہو و عوشی | | |
| دیکھوں کی تقسیم | | |
| عریانی و لباس و عسرت | | |
| ازواجی آزادی | ۱۵۷ | باب چہارم |
| عام معاشرت | ۱۵۹ | عہد نویسی |
| | | احادیث و روایات |
| | | تقدم فی الاسلام |

| صفحہ | مضمون | صفحہ | مضمون |
|------|---------------------------|------|--------------|
| ۲۹۰ | ترقی کا زمانہ | | بخش اول |
| ۲۹۳ | پرہیز کا ابتدا | | بخش دوم |
| ۳۱۲ | مزید بدعتیں | | بخش سوم |
| ۳۱۳ | نقاب پوشش مرد | ۲۱۲ | تہذیب و تمدن |
| ۳۱۵ | مسلمان لڑکیاں محو بالارفت | ۲۱۳ | تہذیب و تمدن |
| ۳۱۵ | دین چھری کاٹ چھانٹ | ۲۱۳ | تہذیب و تمدن |
| ۳۱۶ | سدا سہاگن | ۲۱۵ | تہذیب و تمدن |
| ۳۱۶ | لڑکی کو وراثت | ۲۱۶ | تہذیب و تمدن |
| | بخش چہارم | ۲۲۱ | تہذیب و تمدن |
| | دور حاضر | ۲۲۱ | تہذیب و تمدن |
| ۳۱۶ | حامیان پردہ | ۲۲۱ | تہذیب و تمدن |
| ۳۲۸ | مخالفتیں پردہ | ۲۲۱ | تہذیب و تمدن |
| ۳۳۵ | حاکم اسلام | ۲۲۵ | تہذیب و تمدن |
| ۳۳۵ | چین | ۲۴۰ | تہذیب و تمدن |
| ۳۳۶ | ترکی | ۲۴۲ | تہذیب و تمدن |
| ۳۳۶ | روس | ۲۸۲ | تہذیب و تمدن |

| صفحہ | مضمون | صفحہ | مضمون |
|------|-----------------------|------|-----------------------------|
| ۳۵۴ | خاتون پاکستان کا بیان | ۳۳۹ | یورپ کے مسلمان |
| ۳۵۵ | خواتین اسماعیلیہ | ۳۳۹ | ہندوستان |
| ۳۵۷ | مغرب و مشرق | ۳۴۰ | ایک ذی علم ہندو عورت |
| | باب ہفتم | ۳۴۳ | ایک صوبہ کی حکومت کا مطالبہ |
| | مستقبل | ۳۴۴ | سپاہی بننے کا مطالبہ |
| | | ۳۴۴ | مسائل ازدواجی اور وراثت |
| ۳۶۳ | حکومت مشترکہ | ۳۴۵ | ملاقاتور عورت |
| ۳۶۵ | واجبی سلوک | ۳۴۶ | ترقی عورتوں پر منحصر ہے |
| ۳۶۷ | مقاصد نکاح | ۳۴۷ | ہر کھن |
| ۳۷۸ | دشواریاں | ۳۴۷ | لڑکیوں کی تعلیم کو ترجیح |
| ۳۸۱ | انجام بخیر | ۳۵۰ | بارتہ مسلم خاتون کا بیان |
| | | ۳۵۳ | مسلمان عورتوں کے مطالبات |

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب اول

معنی اور اقسام

ستار باری تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک یہ نام بھی ہے اس کے معنی ہیں چھپانے والا یا پردے میں رکھنے والا انسان کی مجرمانہ نیت خیال ناسد اور مذموم ارادے کی امداد تبارک تعالیٰ پردہ دری نہیں فرماتا بلکہ رحم و کرم سے موقع و تیار ہے کہ توبہ کرے اور افعالِ قبیحہ سے باز رہے۔ اسی صفت پر وہ پوشی کی بنا پر اسکو ستار کہتے ہیں۔

ستر عربی لفظ ہے بمعنی چھپا ہوا یا پردے میں، عام طور پر انسان کے اعضا و شرم و حیا سے مطلب لیا جاتا ہے۔

مستور بمعنی چھپا ہوا، نیز چھپانے والا جیسے حجاب مستور، اسی سے مستورات، عورتوں کے معنی میں مجازاً مستعمل ہے۔

عورت انسان کے اُن اعضا و جسم کو کہتے ہیں جن کو دیکھنے۔ دکھانے پانظر کرنے سے شرم آئے جیسے مقامات بول و براز۔ عرف عام میں عورت، سے مطلب زن، لیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زن کے واسطے لفظ عورت کہیں نہیں فرمایا ہے۔

پہرہ کے معنی ہیں، حجاب، اور ظہور و ستار وغیرہ میں وہ مقام ہوتا ہے جس سے آواز غنا گہٹا پڑھتا ہے پر وہ سراسر سے مطلب دشمن ہوتا ہے۔

پہرہ نہ غور یا نہ غور می وہ جالی ہوتی ہے جو بہ قع میں آنکھوں کے سامنے لگائی جاتی ہے۔ جالی دار گہر کو بھی کہتے ہیں۔

ستر پوشی سے ہر وہ مرد و عورت مراد ہوتی ہے جو اپنی شرم گاہ کسی لباس سے چھپائے رہے معیار ستر اقوام و مذاہب میں مختلف ہے مسلمانوں میں ستر پوشی کے شرعی احکام ہیں اس قسم کا قانون کسی اور قوم و مذہب میں نہیں پایا جاتا۔

ستر مرد بعض اقوام میں جائید یا لنگوٹ کافی ہوتا ہے مسلمانوں میں ناف سے گہٹوں تک یعنی گہٹنا چھپا رہنا داخل ستر ہے دیگر اقوام و مذاہب میں ایسا کوئی قانون نہیں ہے۔

ستر عورت مسلمانوں میں سینہ سے لے کر پیر کے گہٹوں تک داخل ستر ہے اس کے متعلق بھی دیگر اقوام و مذاہب میں کوئی قانون نہیں ہے حتیٰ کہ بعض فرقوں کی عورتیں نیم برہنہ ہی رہتی ہیں۔

عمر مائیں بعض وحشی فرقے برہنہ بھی رہتے ہیں غیر تمدن ہونے کی وجہ سے وہ خارج از بحث ہیں

پا پر وہ مرد اور پا پر وہ عورت وہ ہوتے ہیں جو یا تو مکان کے اندر مقید رہیں یا اگر باہر نکلیں تو اپنے جسم اور چہرے کو لباس سے چھپا کر

نیکلیں دنیا میں اس قسم کے مرد بھی پائے جاتے ہیں۔

پردہ نشین پردے میں بیٹھنے والی یا وہ جو پس پردہ بیٹھے یا گوشہ نشینی میں رہے یہ خطاب اُن مشرقی عورتوں کا ہے خواہ ہندو ہوں یا مسلمان جن کے چہرے دیکھے نہیں جاسکتے اور جن کی آواز سوائے اُن کے شوہر اور چند مخصوص اعزاء ملازمین کے اور کوئی نہیں سن سکتا نہ کوئی مرد اُن کو دیکھ سکتا ہے نہ وہ کسی مرد کو دیکھ سکتی ہیں یہ عورتیں کسی چھوٹے احاطہ میں محصور یا گہروں کے اندر قید رہتی ہیں۔

حرم جو حرام سے متعلق ہے اس کے معنی ممانعت کے ہیں اور لفظ زنا نہ بھی اسی معنی میں مستعمل ہے ترکی زبان میں اسی کو حرم لقی کہتے ہیں۔ اطالوی زبان میں دسر لیلیو، مستعمل ہے جس کے معنی، سداخ دار درواشے کے اندر بند رکھنے، کے ہیں اسی سے فارسی لفظ دسرا لے، بمعنی، محل، بھی استعمال ہوتا ہے۔

زنا نہ۔ اندر دل خانہ حرم لقی دسر لیلیو سے وہ مکان مراد ہوتے ہیں جہاں بی بی کی حکومت ہو اور سوائے شوہر کے کسی اجنبی کے آنے کی اجازت نہ ہو۔

حجاب کے معنی پردے، کے ہیں اور حجب، اس کی جمع ہے شرم و حیا کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

حجاب کے معنی پردہ داروں یا دریائوں کے ہیں یہ جمع ہے راجب کی پہ معنی دربان یا پردہ دار۔

ہندو باپردہ عورت جب کسی ضرورت سے باہر نکلتی ہے تو اپنے کل جسم کو لباس سے چھپا کر ایک بڑا دوپٹہ یا چادر اس طرح اوڑھتی ہے کہ چہرے کے ساتھ اور پیشانی کے نیچے تھوڑا گھونگٹ نکال لیتی ہے جس سے پورا چہرہ بہ یک وقت وہ یک نظر دکھائی نہیں دیتا وہ اپنے راستہ پر بخوبی چلی جاتی ہے اس سے شدید طنز وہ ہوتی ہے جس میں گھونگٹ سوڈہ کی طرح ٹسکا ہوتا ہے ایسی صورت میں راستے کی زمین دیکھ دیکھ کر عورت کو احتیاط سے آہستہ آہستہ چلنا پڑتا ہے اس عورت کا کوئی حصہ جسم نظر نہیں آ سکتا۔

مسلمان باپردہ عورت جس کو یہ ضرورت باہر نکلنا ہو تو برقع پوش ہوتی ہے اس کا نسب جسم لباس سے چھپا ہونے کے علاوہ خود لباس بھی اسے سر تا پا برقع سے ڈھکا ہوتا ہے اس برقع میں آنکھوں کے سامنے جالی لگی ہوتی ہے جس سے نظر بخوبی کام کرتی رہتی ہے۔

بقول مسٹر کنگ لیک:۔ "مسلمان عورت جب باہر نکلتی ہے تو وہ سر سے پاؤں تک برقع میں لپیٹی ہوتی ہے ایک اچھا خاصہ دبیر" پٹی کوٹ اس کے چہرے پر ہوتا ہے یہ کل محبمہ سفید کپڑے کے کشن کا ڈھیر ہوتا ہے جس سے خاتون سلطنت عثمانیہ مراد ہوتی ہے سوائے ان سیاہ چمکیلی آنکھوں کے جو تمہارے چہروں کو گھورتی ہوں گی اور سوائے ان انگلیوں کے پوروں کے جو اپنی جاتے محصوری سے مثل گلاب کی کلیوں کے باہر نکل آئے ہوں۔ تم کو اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہیں آ سکتا۔

پھر وہ شرم و حیا قواعد شرم اور پاکس حیا کے علاوہ یہ وہ پڑھ پڑتا ہے جس کی دوسے کوئی ہندو یا مسلمان بالغ لڑکی کسی خواستگار شادی کی تحریک بذات خود موصول نہیں کر سکتی نہ شادی بیاہ کے معاملہ میں اپنی مرضی دوائے سے کام لے سکتی ہے حتیٰ کہ رنج و قبول کے مسئلہ میں محض اشاروں یا مرد و عورتوں، دباؤ سے زیادہ اور کچھ نہیں کر سکتی۔

پھر وہ عصمت و عفت قریب قریب دنیا کی ہر قوم میں قابل پابندی ہے اور حفظ ناموس تمام مذاہب میں لازمی ہے طوائفوں کو کوئی مذہب عصمت فروشی کی اجازت نہیں دیتا بایں ہمہ معیار عفت میں اختلاف ہے مشرق کے قواعد بقا بلہ مغرب کے سخت تر ہیں۔ مشرق میں کسی شخص اجنب سے عورت کا بات چیت کرنا بحث مباحثہ میں مردوں کے دوشس بدوش شریک مجلس ہونا۔ مردوں سے مصافحہ کرنا ان کے ہاتھ پیر شلنے وغیرہ سے کسی حصہ جسم کا مس ہو جانا۔ تنہائی میں مردوں سے ملنا ملنا اور بات چیت کرنا۔ یہ سب باتیں قاعدہ عفت کے خلاف ہیں اس کے برعکس مغرب میں عورتیں غیر مردوں سے بے تکلف ملتی جلتی ہیں گفتگو کرتی ہیں ساتھ ساتھ کھیل کود گھوڑ دوڑ اور تماشوں میں حصہ لیتی ہیں۔ مردوں کے ساتھ ان سے مل کر گاتی ناچتی ہیں اور ان باتوں میں کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا حتیٰ کہ مواعین رخصتی بخیرہ پر منظر عام میں خاوند اپنی زوجہ کا بوسہ سے سکتا ہے پھر وہ نظر مرد اور عورت کا کسی شے یا شخص ممتوہ کو دیکھنا نظر کا پردہ ٹوٹ جانا ہوتا ہے۔ خواہش پر بالارادہ نظر ڈالنا عورتوں کو گھورنا گلے کوچوں

میں حیوانات مطلق کی حرکات و فطرت کا تماشا دیکھنا یہ سب باتیں پردہ نظر کے خلاف ہوتی ہیں برہمنہ تصاویر یا تصویر اور کھینچا کے وہ مناظر جن میں عورتوں کو برہمنہ یا نیم برہمنہ پیش نظر کیا جاتا ہے ان جملہ فواحش کو دیکھنا اور اس سے محفوظ ہونا پردہ نظر کی قانون شکنی ہوتی ہے جہاں تک عورتوں کی نظر کا تعلق ہے ہندو پردہ نشین تیوباروں تیرتھ اور میلوں، بھیلوں میں جاتی ہے ان مواقع پر وہ مردوں کو دیکھ سکتی ہے اس سے اس کا پردہ نہیں ٹوٹتا برخلاف اس کے مسلمان عورت کسی غیر مرد پر نظر نہیں ڈال سکتی اور نہ ہی مسلمان مرد کسی غیر عورت کو دیکھ سکتا ہے لہذا جو مسلمان پردہ نشین کسی مجمع میں یا راہ چلتے اور سفر میں مردوں پر نظر اندازی کرے اس کا پردہ نظر قائم نہیں رہتا۔ یہ ہی نظر اگر کوئی مسلمان مرد یا عورت ایک دوسرے پر جذبہ نفسانی کے تحت ڈالے تو نہ صرف پردہ نظر ٹوٹ جائے گا بلکہ گناہ بھی ہوگا۔

پھر وہ آواز ہندو اور مسلمان دونوں قوموں میں آواز کا پردہ مانا جاتا ہے یعنی پردہ نشین کے لئے جائز نہیں کہ غیر مرد اس کا آواز سنیں مسلمانوں میں پردہ آواز کی کوئی تشریح سند نہیں ہے یہ طریقہ انہوں نے بظاہر ہندو معاشرت سے اختیار کیا ہے۔ ہندوستانی پردہ نشین کی آواز کو پری لوی کو لشل نے اس طرح واضح کیا ہے کہ یہ بالعموم ایسی عورت ہوتی ہے جو صاحب رتبہ موزعہ ہندو ہو یا مسلمان۔ زمانہ میں عقیدہ ہوا جس سے بجز پردہ کوئی سلسلہ گفت و شنید کسی مرد سے سوائے چند مخصوص

اعزاء و ملازمین کے نہ ہونے بعض نادان مسلمان و پردہ آواز کی اس فتنہ
حمایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی غیر مرد کسی مسلمان پردہ نشین کا آواز سنے
تو ایسی عورت نکاح سے خارج ہو جاتی ہے یہ ایسا دھم باطل ہے جس کی
تائید میں سند تو کجا کوئی یا غیر معتبر روایت بھی موجود نہیں۔

چہرہ و پکار رشتہ جیم نسوانی میں یہ وہ قدرتی پردہ حکمت ہوتا ہے جو
بغیر کسی حادثہ یا تعلق زن و شادی کے نہیں ٹوٹتا ہے۔ پاکرہ اور عقیقہ کا
یہ فطری پردہ بڑی آزمائش کی چیر ہوئی ہے۔

چہرہ وہ عقل یہ بھی ایک پردہ ہے جو کسی انسان کی عقل پر پڑتا ہے
تو کچھ بھی سمجھی جاتی ہے قریب قریب ہر انسان اپنی ہی عقل و رائے کو دوسروں
کی عقل سے برتر خیال کرنے کا عادی ہوتا ہے اسی لئے بسا اوقات اس کو
دوسرے ہی کی عقل پر پردہ پڑا ہوا معلوم ہوتا ہے مثلاً اکبر الہ آبادی
فرماتے ہیں

جسے پردہ کل جو آئیں نظر حسد نبی بیاں

اکبر زمین میں غیرت تو مٹا سے گر گیا

پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ کدھر گیا

بویں کہ وہ تو عقل پہ مرووں کی پڑ گیا

اس کے برعکس جو صاحب قید و پردہ کے خلاف ہیں وہ حامیان

پردہ کو کم عقل خیال کرتے ہیں چنانچہ کسی شاعر کا یہ ارشاد ہے

سے

جہادوں میں پیادہ شہرکتیں فرمائیں ہرگز نہ
اسد کی جنگ میں پانی ہوا تھا اقم سلمہ نے

لئے پھرتی تھیں خالد کو بھی سلمیٰ بن اظہر میں
مگر اک اٹھ میں خیر بھی تھا غنیمتیں تھی خیر میں
رسول پاک نے خوش ہو کے استفسار فرمایا

یہ خیر کس شے ہے حسن کے یہ اظہار فرمایا
دل و جانم فدایت یا رسول اللہ یہ خیر
کرتے گا چاک سپینہ کیا نزدیک اگر بت کر
احد کی جنگ میں خود عائشہ مشکیں اٹھاتی تھیں

پیادوں کو چڑھانے پانی پانی پلاتی تھیں
نظر آتی تھیں ان شہزادیوں کی پٹلیاں بدن میں

تو پھر ہم حسا و ماؤں کے لگے ہیں بل کیا تن میں
چہرہ و ہوش و حواس کسی شخص کے ہوش و حواس پر گندہ ہو جائیں

تو ان پر گویا پردہ پڑ جاتا ہے مہولی باتوں پر طیش میں آ جانا بھی ہوش و
حواس کا خصل ہو جانا ہوتا ہے۔ اختلافی امور و مسائل میں اکثر یہ صورت

پیش آتی رہتی ہے مثلاً حامیاں پردہ سے تہدید میں کچھ کہا جائے تو بجائے
غور و فکر کے ان کو غصہ آ جائے اور اسی طرح مخالفین پردہ سے تہدید

پردہ میں کچھ عرض کیا جائے۔ تو وہ آپے سے باہر ہو جائیں۔ الغرض کسی
مسئلہ زیر بحث پر اسباب و علل۔ سند و روایت پر غور و غوض کئے

بغیر محض ذاتی اعتقاد کی بنا پر غضب ناک ہو جانا ہوش و حواس پر پردہ
پڑ جانا ہوتا ہے۔ ایسا اوقات اچانک حادثات یا خیالی خوف و ہراس
سے بھی ہوش و حواس معطل ہو جاتے ہیں۔ گویا یہ بھی ایک قسم کا پردہ پڑ
جاتا ہے۔

پردہ عقلی وہ ہوتا ہے کہ پر بنا مصلحت وقت تجویز کیا جائے۔ اس
کے واسطے کسی سند و روایت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مثلاً منود
کہتے ہیں کہ اُن کے یہاں عورتوں کا پردہ کبھی نہیں ہوتا تھا۔ لیکن مسلمانوں کی
آمد پر انہوں نے اپنی عورتوں کو حفظ ناموس کی خاطر مقید اور پردہ نشین
کر دیا۔ کہ یہ طریقہ قرین عقل تھا۔

پردہ نقلی جن لوگوں میں پردہ نہیں ہوتا۔ اور نہ اُن کی عورتوں کو کسی
سے کوئی اندیشہ و احتمال دست و رازی کا ہوتا ہے لیکن وہ اپنی عورتوں
کو دوسروں کی دیکھا دیکھی میں اس لئے با پردہ کر دیتے ہیں کہ اس سے
اُن کی عزت افزائی ہو جائے گی اور وہ مالدار ثابت ہوں گے۔ تو یہ
پردہ نقلی اور فرضی ہوتا ہے۔ اکثر منہد اور مسلمان جن کے یہاں کبھی پردہ
نہیں ہوا مالدار ہو جاتے۔ پر اپنی عورتوں کے لئے نقلی پردہ اختیار کر لیتے
ہیں کہ اس فعل سے اُن کو سوسائٹی میں اعلیٰ درجہ حاصل ہو جائے گا۔

پردہ اکتسابی یہ بھی ایک قسم کا نقلی پردہ ہوتا ہے مگر اس کی بنیاد
عقل پر قائم ہوتی ہے۔ مثلاً کسی قوم یا مذہب میں کوئی رواج و قانون
پردہ کا موجود نہ ہو لیکن وہ کسی دوسری جمعیہ قوم سے اس کو حاصل کر لے

اہل منہود کا کہنا ہے کہ اُن کو خود مسلمان قوم سے پرشے کا نمونہ اُتار دیا گیا اور اسی کو انہوں نے اختیار کر لیا۔

پھر وہ رسمی پردہ رسمی ہوتا ہے جس کو رسم و رواج کی خاطر اختیار کیا جاتا ہے مثلاً وہ مرد جس سے پردہ مذہباً اور واجبات نہیں اُن کی رسمی پردہ کر لیا جائے گا منہود اور انہیں کی طرح مسلمانوں میں خسر سے پردہ جائز نہیں یا سسرال کے اور بڑے بوڑھوں سے پردہ نہیں ہوتا لیکن رسم یہ ہو گئی ہے کہ ان کے سامنے گھونگھٹ نکلا رہتا ہے۔ اکثر لوگ بیرون وطن اپنی عورتوں کو بے پردہ اور آزاد رکھتے ہیں۔ مگر وطن پہنچتے ہی رسمی پردہ جائز کر لیتے ہیں۔ شادی بیاہ کے وقت دوہا کے رسم اس طرح سہرا ڈالا جاتا ہے جس سے کل چہرہ چھپ جاتا ہے۔ یہ بھی رسمی اور وقتی پردہ ہوتا ہے۔

پردہ فخر و تمکنت : یہ پردہ ایسے افراد سے متعلق ہوتا ہے جن کو بموجب قانون و رواج تو حجاب پرشے کا حق حاصل نہیں ہوتا۔ اور جن کے فرتے میں عورتیں پردہ نشیں نہیں رہا کرتیں۔ لیکن یہ افراد دولت مند ہو کر تہہ اور اعزاز حاصل کرنے کے لئے اپنی عورتوں کو پردہ نشیں کر دیتے ہیں۔ کیونکہ اُن کے نزدیک شرافت اور اعزاز کا انحصار اسی بات پر ہوتا ہے کہ وہ اپنی عورتوں اور لڑکیوں کو پردہ نشیں رکھ سکیں۔ اس سے بھی زیادہ فخر و بکتری مثال وہ ہوتی ہے جہاں عورتیں ان عورتوں سے بھی پردہ کرتی ہیں جو پردہ نہیں کرتیں اور باہر چلتی پھرتی ہیں۔

پھر وہ قانونی باوجود صحت ذات و ثبات عقل پر وہ نشیں ذی ہوش و ذی عقل مسمور نہیں ہوتی کسی لئے اس کو ای کے افعال سے محفوظ

رکھنے کے لئے قانون بنایا جاتا ہے اس قانون کی رُسی پر وہ نشیں سے معاملہ کرنے میں وہی قیود و پابندیاں عائد ہو جاتی ہیں۔ جو کسی نابالغ یا فاقد عقل سے معاملہ کرنے میں ہوا کرتی ہیں۔ مہندستان میں ایسا قانون نافذ ہے جس سے وہ پردہ مراد ہوتا ہے جس کا حکم قرآن سے ثابت ہے۔ **پردہ شرعی** ہو۔ اگر قرآن سے پردہ نہ بھی ثابت ہو اور حدیث یا روایت نے اس کا قانون مرتب کیا ہو۔ وضع آئین کے ساتھ نافذ کیا ہو۔ تو وہ بھی پردہ شرعی ہوتا ہے اسی طرح اگر کوئی مسلمان بادشاہ پر حیثیت والا امر اپنی مملکت میں پرٹے کا قانون وضع کر کے جاری کرے تو وہ بھی پردہ شرعی میں داخل ہوگا۔

اسے کہتے ہیں جو قرآن و حدیث سے ثابت نہ ہو۔ خود **پردہ رائجی** مذہباً قابل پابندی ہو لیکن اس کی بنیاد تمام تر روایات پر قائم ہو۔ یہ پردہ محض دستور اور رواج کی بنا پر بطور تقلید ہوا کرتا ہے جس سے وہ پردہ مراد ہوتا ہے جو عقل و ہوش کی طرح ایمان پر پڑا ہو۔ مسلمان عورت کو اس وجہ سے پردے میں قید کر دیا جائے کہ وہ باوجود مومنہ ہونے کے مبتلائے فواحش ہو جائے گی اور اس کے ایمان و ایقان پر پردہ پڑ جائے گا۔ تو یہ بات ایسی ہوگی۔ گویا اس کے ایمان پر پردہ پڑا ہوتا ہے۔ اسی طرح مسلمان عورتیں اگر یہ کہیں کہ ان کے مردوں کے ایمان پر پردہ پڑ گیا ہے کہ وہ ان کے ایمان کو اس قدر ضعیف و ناقابل اعتبار خیال کرتے ہیں کہ محض حفظ

ما تقدم کی خاطر ان کو دوائی قید و حبس میں مبتلا کر کے خدا کی نعمتوں سے محروم کر دیا ہے۔ تو یہ بات بھی پردہ ایمان سے متعلق ہوگی۔ چنانچہ اسی موضوع پر مسٹر جسٹس امیر علی نے اپنی کتاب "تاریخ عرب" میں یہ تحریر کیا ہے کہ "مقابلہ شرافت و ہنی و ایمانی و صفائی قلب کے غیر تعلیم یافتہ و مانع کو دیواریں اور حجاب ہی زیادہ موثر حفاظت معلوم ہوتی ہے"

پردہ انصاف انصاف پر پردہ پڑ جانا "نا انصافی" سے تعبیر کیا جاتا ہے حامیانِ پردہ کا عذر یہ ہے کہ عورت نطفی کمزوری کے باعث بکس ہو مجبور ہوتی ہے لہذا اس کی حفاظت ناموس کی خاطر یہی انصاف ہے کہ اس کو گہروں کے اندر قید و پیرے میں رکھا جائے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ دنیا میں فواحش کا چمچ چار روز افزوں ہے تھیلوں اور سٹیمائوں میں بھی عریاں اور نیم عریاں منظر دکھائے جاتے ہیں۔ پوسٹر اور اشتہارات میں حیا سوز تصویریں اور مضامین شائع کئے جاتے ہیں جن کو دیکھ کر عورتوں کے مبتلائے بدکاری ہونے کا زیادہ امکان اور اندیشہ ہے۔ مردوں میں بے حیائی زیادہ بڑھ گئی ہے اور ان سے ہر وقت عورتوں کے دامن عصمت پر دھبہ آنے کا احتمال رہتا ہے مزید برآں فضائے عالم اس قدر ملحد اور گرفتار فواحش ہو چکی ہے کہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہندوستان کے علاوہ بھی تمام دنیا کی عورتیں قید و پیرے میں کر دی جائیں۔ مخالفینِ پردہ اس کی تردید کرتے ہیں کہ ایسی نا انصافی ہو گئی جائے کہ مرد تو خدا کی نعمتوں سے نائدہ اٹھائیں۔ تازہ ہواؤں اور قدرتی روشنی سے مستفیض ہوں

سیر ارض سے فوائد اور صحت جسمانی حاصل کریں اور عورتوں کو بلا قصور محض
 حفظ و تقدم کی خاطر حبس و واصل میں ڈال دیا جائے جس سے نہ وہ خود
 کمزوری اور چہالت میں مبتلا ہو جائیگی بلکہ ان کی اولاد ضعیف و ناکارہ
 پیدا ہوگی جس سے قوموں کی قویں پر باد اور فنا ہو جائیگی۔ ان کا کہنا
 ہے کہ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ تمام فواحش و حیوانات کا ایک د
 کٹہہ اور بانی تو مرد ہے مگر سزا کے لئے عورت کو انتخاب کر لیا گیا۔
 اگر یہ ہی علت المسماہ فواحش کا ہے تو قاضی انصاف یہ ہی ہوگا
 کہ تمام دنیا کے مردوں کو گھروں کے اندر پردہ نشین کر دیا جائے کہ اس
 سے نہ صرف بے حیائی اور فواحش کا سد باب ہو جائے گا۔ بلکہ دنیا
 کی خورینہ لویں کا بھی جمع جمع ہو جائے گا۔ انصاف پر پردہ ڈال کر خود اصلی
 مجرم کو یہ حق ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا کہ وہ قاضی اور جج کا فیصلہ سنا دے۔
 کر سیکے۔ اس قسم کی نا انصافیوں سے تمام دنیا کا نظام درہم برہم
 ہو جائے گا۔ مجرم کو جج یا قاضی نہیں بن سکتا۔

پردہ مشرق و اہرام اور پردہ فاکل و غرباء یہ عجیب و غریب
 پردہ ہے

میں مذہباً ذاتوں کی تقسیم ہے اور اپنی پنج کی تفریق سے ان کے یہاں
 بعض اپنی ذاتوں میں پردہ اور قید مکان کی پابندی ہوتی ہے لیکن کچھ
 اپنی ذاتیں اور سب کی سب اپنی ذاتیں پر سے اور قید مکان سے مستثنیٰ
 اور آزاد ہیں۔ باوجود تقسیم و تفریق کے پرست کے معاملہ میں شرافت

کا معیار ہنود میں زیادہ تر مال و زر پر منحصر ہے اور پنج ذات کی غریب
 عورتیں یا ہر نکلتے پر مجبور ہوتی ہیں لہذا وہ اپنے سے کمتر ذات والوں کے
 یہاں کام کاج کرتے جاتی ہیں اور یا زاروں سے سودا سلف بھی لاتی
 ہیں۔ اس کے برعکس پنج ذات والے جن کو ثروت میں پر جاتی ہے وہ
 اپنی عورتوں کو پردہ نشین بنالیتے ہیں مسلمانوں میں ذات پات کی
 کوئی تفریق نہیں ہے صریح کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی ترجیح
 نہیں ہے۔ امارت اور ذات وجہ شرافت قرار نہیں دی گئی ہے بلکہ
 صاف و صریح حکم ہے کہ مسلمانوں میں وہی شریف ہے جو پرہیزگار
 ہے۔ اس کے علاوہ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور سب کو
 ہدایت کی گئی ہے کہ آپس میں متفق رہیں اور نا اتفاقی نہ کریں۔ تقویٰ
 اور پرہیزگاری اکثریت کے ساتھ غریب مسلمانوں میں ہے اور انہیں سے
 مسخیں آباد ہیں۔ وہی مودن۔ حافظ۔ حاجی ہوتے ہیں انہیں میں جذبہ
 جہاد اور تعمیل حکم الہی کا فوق و شوق ہوتا ہے۔ ان اکثر مکر رحمہ اللہ
 انفسکم را اند کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہی ہے جو سب
 سے زیادہ پرہیزگار ہو) کی تعبیر و تفسیر اگر کچھ اطلاق ہو سکتی ہے۔ تو
 انہیں غریب پر۔ پھر مسلمانوں میں تفریق و امتیاز کی مذمت کی گئی ہے اور
 مساوات کی تعلیم دی گئی ہے۔ دولت اور مال و زر کا جمع کرنا ممنوع کیا
 ہے۔ اور اس کا نتیجہ خراب بتایا گیا ہے ان سب ہدایات و احکام کے
 خلاف مشرستان کے مسلمانوں میں جو پردہ رائج ہے وہ بالکل اور صحیح

نقص مندوں کے پردے کی ہے اور تفریق و تقسیم ہی قطعی اور کامل طور پر
ہندوؤں کے نمونہ پر قائم کر دی گئی ہے ہندوؤں میں چار ذاتیں ہیں تو مسلمانوں
میں بھی چار ہیں۔ ہندو میں معیار شرافت پردے کے معاملہ میں مال و زر ہے
تو مسلمانوں میں بھی یہی کسوٹی ہے ہندوؤں میں غریب کی عورتیں بچے پیدا
پھرتی ہیں۔ لہذا مسلمانوں میں بچا یہی رواج ہے اور اس کی اجازت دی
گئی ہے۔ مختصر ہندوستان میں مساوات کا خاتمہ ہو چکا ہے اور پردے
کے معاملہ میں امیر و غریب۔ شریف و ذلیل کی بدعت جاری ہے آیر
مسلمان کی عورت کے واسطے پردہ فرض کر دیا گیا ہے اور غریب مسلمان
عورت مستثنیٰ ہے۔ اور شریف کی تعریف یہ ہے کہ جو صاحب ثروت
مرد ہی شریف ہے۔

بے علمی یا کم علمی کا پردہ ہوتا ہے جو انسان کی عقل و
ذہن پر پڑا ہوتا ہے بے علم کا شمار حیوانوں میں ہوتا
ہے۔ اور کم علم واسے اگر کم علمی کا احساس کریں اور حصول علم کی طرف
مائل رہیں تو بے ضرر ہوتے ہیں الا اگر صاحبان علم و خرافات کی ہمراہی
کریں تو باعث خطر ہوتے ہیں۔

انسان کا دل مرکز انوار الہی کہا جاتا ہے نشوونما اور
گروپیشی کے ماحول سے اس پر حجاب مائل ہو جاتا
ہے۔ طلب دنیا اور عرص و آرز کی آلودگی سے کثیف ہو جاتا ہے جو
ننگ تلاش حق میں ریاضت اور مجاہدہ کرتے ہیں ان کے جوابات بتدریج

ہٹتے جاتے ہیں اور ان کے دل خیال غیر حق سے پاک ہو جاتے ہیں۔ یہ
 فقرا اور اولیا اللہ کہلاتے ہیں۔ فی زمانہ یہ ریاضت اور مجاہدہ ناپا
 ہو چکا ہے۔ اور حقیقی فقرا اور اولیا اللہ کا پتہ نہیں چلتا۔ بالعموم درجہ
 فقر و ولایت اتنا قہ طور پر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کے حصول کے لئے
 بھی علم و عمل کی ضرورت ہوتی ہے اور دنیا سے بہت کچھ دست کشی کرنا
 پڑتی ہے تب کہیں پردہ اٹے دل ہٹتے ہیں۔

پروہ غفلت یہ نہایت حیرت انگیز اور غیر تناک پردہ ہے جو
 باوجود فہم و فراست انسان کو ایسا جکڑے رہتا
 ہے کہ تا دم مرگ ہٹتے نہیں سکتا۔ اس کی تصریح و وضاحت کے
 لئے ایک کتاب درکار ہوگی۔ یہاں صرف معدودے چند مثالیں پیش کی
 جاسکتی ہیں۔ دنیا میں انسان جس طرح اپنا عارضی سفر انجام دیتا ہے
 اور ہمیشگی کے سامان جیا کرنے میں منہمک رہتا ہے اس کو ہر شخص جانتا
 اور مانتا ہے سرمایہ دار کی ہوس ہے کہ ہر انسان کو گھبرے ہوئے
 ہے۔ اس کے لئے وہ جو کچھ کرتا ہے خود جانتا ہے اور دوسرے بھی
 جانتے ہیں۔ کتنے فریب کیسی کیسی دغائیں۔ کیسے کیسے جھوٹے دولت
 حاصل ہوتی ہے اور یہ سب کچھ اپنے ہی ہم جنس انسانوں پر ظلم و جبر سے
 میسر آتی ہے پھر جب موت آتی ہے تو دولت دنیا کی دنیا میں رہ
 جاتی ہے اور اپنا نامہ اعمال ساتھ جاتا ہے بغیر محنت مزدوری کے چاہا
 جاتا ہے کہ دوسروں کا مال ہٹے چڑھ جائے اس لئے انسان چوری اور

و کیتی کرتا ہے۔ جذبہ نفسانی کی خاطر آبروریزی پر اتر آتا ہے انفرادی
 طور پر اگر انسان اپنا جائزہ لے اور انصاف سے غور کرے تو اس کو
 اپنا عذاب و ثواب اچھی طرح واضح ہو جائے گا اکثر اپنے افعال پر
 انسان خود نادم ہوتا ہے لیکن جلد ہی پردہ غفلت پہنچ جاتا ہے اجتماعی
 زندگی میں انسان درندگی سے قریب تر ہوتا جاتا ہے۔ مواعید ہو یا لمحہ
 بیت پرست ہو یا آتش پرست اخلاقی تسلیم قریب قریب ہر مذہب
 میں یکساں ہے کوئی مذہب نہیں کہتا کہ انسانی خوبی خود انسان کے
 ہاتھوں بے دریغ بہتا رہے لیکن ملک گیری کی حرص۔ کمزوری کی
 پیداوار پر ہاتھ مارنے کی ہوس ایک قوم کو دوسری قوم پر اور ایک
 مذہب کو دوسرے مذہب بلکہ خود اپنے ہی مذہب پر قوت و اقتدار
 حاصل کرنے کی آرزو کسی قوم اور اہل مذہب کو چین سے بیٹھنے نہیں
 دیتی۔ تمدن میں ترقی اور انسانی ارتقاء کا صحیح مفہوم یہ ثابت ہوا
 ہے کہ انسان زیادہ سے زیادہ پرہیز اور درندگی کا شکار ہوتا چلا
 جائے۔ درندگی اور پرہیز کے لحاظ سے انسان حیوان سے بدتر ثابت
 ہو چکا ہے اس کی خونی داستان ایسی الم ناک اور وحشت انگیز ہے
 کہ وحوش و طیور بھی لہزہ پر اندام ہیں۔ اس کی اپنی تخلیق و ایجاد
 روزانہ ایک نیا آلہ قتل مہیا کرتی رہتی ہے۔ تو پس محض اس وجہ سے
 بنائی گئیں کہ اس ذریعہ سے انسانوں کی کثیر سے کثیر تعداد بیک وقت
 ہلاک ہو جائے۔ ان کا اور کوئی دوسرا مصرف نہیں ہے۔ سرنگیں محض

اس لئے ایجاد کی گئیں کہ انسان سے لے کر ہوتے جہاز پاش پاش ہو کر ڈوب جائیں۔ ایٹم بم کی تخلیق کی غرض صرف یہ ہی ہے کہ ملک کا ملک صفحہ ہستی سے اڑا دیا جائے اور انسان کے ساتھ ساتھ تمام زندگیاں فنا ہو جائیں۔ یہیں اور ہوائی جہاز انسانی وسائل و ذرائع بہم پہنچانے کے لئے نہایت مفید چیزیں ہیں لیکن ان کے اصلی فوائد انسانی خونریزیوں میں مزید اضافہ اور ترقی کی شکل میں نمودار ہیں۔ کوئی جانور کوئی حیوان اور کوئی درندہ بلکہ تمام دنیا کے وحشی اور خونخوار ملکہ بھی انسان کی بد پریت اور خونریزی کا ذرا بھی مقابلہ نہیں کر سکتے۔ مجموعی طور پر دنیا میں سوائے ظلم و جبر خونریزی اور غارت گری کے ہمارے انسان میں ذرہ برابر بھلائی باقی نہیں ہے اور نہ آئندہ کبھی ایسی امید کی جاسکتی ہے انسان کی تاریخ بہ حیثیت انسان نہایت نفرت انگیز اور بھیانک ہے خود انسان کی اپنی تحقیقات نے ظاہر کیا ہے کہ ۱۲۶۹ء قبل مسیح سے ۱۹۳۳ء عیسوی تک صرف دو سو ستاسی سال امن سے بسر ہوئے یقیناً تین ہزار ایک سو بارہ سال برابر جنگ رہی۔ مابین ۱۲۶۹ء قبل مسیح و ۱۹۳۳ء عیسوی کوئی آٹھ ہزار سال امن و دامن کے لئے مرتب ہوئے۔ مگر ان ناقابل شکست معاہدوں کی اوسط زندگی صرف دو سال سے زیادہ نہیں ہوئی۔ یونان - روم وسطی یورپ - جرمنی - اطالیہ - فرانس - برطانیہ - آئینڈ و بھیم آندرس اور روس نے ۱۲۶۹ء قبل مسیح سے ۱۹۳۳ء تک نو سو دو لاکھ چوبیس ہزار باقاعدہ طور پر حصہ لیا۔ لطف یہ ہے کہ ان محاربات و دیر

۱۹۱۳ء کی اول جنگ دنیا میں یہ محض اسی وقت اس تہمت
 سے نبرد آزما ہوئی تھیں کہ آئندہ کے لئے قطعی طور پر جنگ کا خاتمہ ہو جائے
 گا۔ تیس سالہ جنگ (۱۹۱۴-۱۹۱۸ء) میں جرمنی کے ایک کروڑ بیس لاکھ باشندے
 مارے گئے۔ سیکینسی میں نو لاکھ ہلاک ہوئے تھے اور ورش میں ایک
 کی آبادی ۹ لاکھ سے گھٹ کر پچاس ہزار رہ گئی تھی۔ پولین کی لڑائیوں
 میں ایک کروڑ فرانسیسیوں سے کریم ہلاک نہیں ہوئے تھے۔ پولین کی اس
 ساٹھ لاکھ کی بہترین فوج میں سے جو روس کو فتح کرنے کے لئے روانہ ہوئی
 تھی صرف بیس ہزار جانبر ہوئے تھے۔ امریکہ کی سول وار (جنگ رعایا)
 میں شہائیوں کے تین لاکھ اور جنوہیوں کے پانچ لاکھ آدمی کام آئے تھے
 اور مچھلہ ڈیڑھ لاکھ برعالمی سپاہیوں کے بیس ہزار ہلاک ہوئے تھے
 ہندوستان کے غدر (۱۹۱۸ء) اور چین کی جنگ (۱۹۱۵ء) میں
 اسی ہزار اہلکار جان ہوا تھا۔ فرانس اور اطالیہ کی جنگ (۱۸۵۹ء)
 میں پچاس ہزار مہلک ہوئے تھے۔ آسٹریا اور پروشیا کی جنگ (۱۸۶۶ء)
 میں مہلک و مجروح کی تعداد چار لاکھ تھی۔ روس اور ترکی کی جنگ (۱۸۷۷ء) میں بارہ
 لاکھ سپاہیوں کا ضائع ہوئی تھیں۔ فرانس اور پروشیا کی جنگ (۱۸۷۰ء) میں دو لاکھ نوے
 لاکھ مارے گئے۔ اولی جنگ (۱۹۱۴-۱۹۱۸ء) میں ایک کروڑ مہلک اور دو کروڑ مجروح ہوئے
 اور اس اخلوئہ کی وبا میں جو بعد بطور نتیجہ جنگ پھیل گئی تھی مزید ایک کروڑ
 و ت ہوئے تھے۔ اس جنگ میں ان لوگوں کی تعداد جو براہ راست شریک یا
 راستہ جنگ سے۔ ساتھ کروڑ تھی۔ اطالیہ نے ۱۹۳۵ء میں ملک حبش

میں ساڑھے تین لاکھ آدمی پہنچا دیتے تھے۔ چودھ ہوائی اڈے دس ہزار نو سو پانچ پانی اور ایندھن کے ذخائر استعمال کے چھ سو سیستیمیں ہوائی جہازوں سے ایک ہزار تین ہزار گراؤں اور مشین گنز سے ایک لاکھ پچیس ہزار سامان آتشیں کے فیر کے صفے جا پان نے چین کے خلاف ۱۹۳۷ء میں جو جنگ چھیڑی تھی۔ اس میں جولائی ۱۹۳۷ء تک جاپان کی دس لاکھ مسلح فوج برسرِ پیکار تھی۔ اسی سال اس کے اتلاف جان کی تعداد نوٹے ہزار ہندوک اور ایک لاکھ مجروح تھی۔

دوسری جنگ دنیا میں کا آغاز ۱۹۳۹ء میں ہوا اسی میں جب کچھ اتلاف جان و مال ہوا وہ پیروں از قیاس سے مالی تباہی کے اعداد بھی کچھ کم عبرت ناک نہیں ہیں۔ پولینڈ کی ریڈ ایروں میں ایک ارب بیس ہزار پاؤنڈ صرف ہوسکتے تھے۔ امریکہ کی سول وار کے مصارف چوتھ کر وٹ پاؤنڈ کے قریب تھے۔ جنگ کریمیا کا خرچہ تیس کر وٹ پچاس لاکھ پاؤنڈ تھا فرانس و پرکشتیا کی ریڈائی میں بشمول تاوان جنگ پچاس کر وٹ ساٹھ لاکھ پاؤنڈ صرف ہوسکتے تھے۔ اسپین (اندلس) اور امریکہ کی جنگ ۱۸۹۸ء میں مالک متحدہ امریکہ کے پانچ کر وٹ پاؤنڈ اور اسپین کے سیستیم ہزار پاؤنڈ پرمیہ خرچ ہوسکتے تھے۔ ادل جنگ دنیا میں تقریباً اسی ارب پاؤنڈ خرچ ہوئے۔ یہ رقم فرانس اور بلجیم کو مدد ان کی کل کٹھنات کے پانچ گنا دایہ قیمت پر خرید لینے کے لئے کافی تھی۔ صلحنامہ پر دستخط ہو جانے کے پانچ سال بعد تاوان مرکزی حکومتیں تقریباً ستر لاکھ فوجی منتہیں ادا

کہ یہی تھیں۔ اسی اول جنگ دنیا کے اختتام پر حکومت برطانیہ نے چاکھیا
 سامان جنگ چھ یا سٹھ کروڑ پچاس لاکھ پاؤنڈ میں فروخت کیا تھا۔ اٹالیہ
 نے ۳۴-۱۹۱۵ء میں ملک حبش میں پانچ کروڑ تیس لاکھ فیٹ خمیوں کی
 لیرپچ چھ کروڑ بیس لاکھ فیٹ مختلف قسم کا کپڑا استاسی ہزار گھوڑے
 پھر تیرہ ہزار پانچ سو موٹر گاڑیاں گیارہ ہزار پانچ سو مشین گینیں چار لاکھ
 پچاس ہزار رائفلیں آٹھ سو نو توپیں۔ تین سو نو لادی گاڑیاں دوسو پندرہ
 ویکے پانچ ہزار پانچ سو بیلی فون دس دو ہزار میل تار اور ایک ہزار ایکسی
 بے تار برقی کے سیٹ استعمال کئے تھے۔ اس تمام مصارف کے مقابلہ میں وہ
 اخراجات جو دوسری جنگ دنیا میں ہونے کہیں زیادہ ہوش ربا ہیں۔ اس
 عظیم دولت کا کوئی حصہ اس بلیک ڈیپتھ میں جو چودویں صدی کے وسط
 میں یورپ پہ نازل ہوئی اور جس میں ڈیڑھ لاکھ نفوس نذر اجل ہو گئے
 لچھ کام نہ آیا۔ ۱۹۱۰ء میں کوپن ہیگن میں تیس ہزار اشخاص طاغون
 سے مرے اور اس سے کہیں زیادہ تعداد ان لوگوں کی تھی جو ۱۸۹۰ء میں
 نیم برگ میں ہسپتہ کا لقمہ بن گئے۔ جاڑے ہزار میں بیس لاکھ نفوس سالانہ
 جاتے ہیں۔ صرف پریشیا میں ۱۸۱۶ء سے ۱۹۱۵ء تک ہسپتہ
 ورجیک میں ساٹھ لاکھ اموات ہوئی تھیں۔ کاکتہ کے سرکاری اعداد و
 کار سے واضح ہوا تھا کہ گیارہ لاکھ پچاس ہزار اموات کے اس باب جو صوبہ
 بحال میں ہوئیں ان میں چار لاکھ ساٹھ ہزار جاڑے ہزار سے تین لاکھ ساٹھ
 ہزار دیگر قسم کے ہزار ہسپتہ سے پچیس ہزار چھپ سے

تیس ہزار وق سے پہلے ہزار پچیس سے فوت ہوئے اور تقریباً پانچ ہزار انسان جنگلی درندوں کا شکار ہو گئے یہ بھی دریافت ہو چکا ہے کہ ہندوستان میں سانپ کے کٹنے سے تقریباً چالیس ہزار سالانہ اموات واقع ہوا کرتی ہیں۔ اور وہ تعداد جو قحط اور بھوک کی نذر ہو چا یا کرتی ہے کہیں زیادہ ہوتی ہے اس تذکرے سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ انسان کا مال و زرہ اور حکومتوں کی دولت خود انسان کے قتل و غارت میں کہاں تک کام میں لائی جاتی ہے اور حفظ جان سے کیسی بے اعتنائی برتی جاتی ہے حفظ ناموس کا بھی عجیب انداز ہے جن ممالک میں لڑکیوں کی پیدائش زیادہ ہوتی ہے وہاں تعداد ازواج میں اضافہ کر دینے کے بجائے ناجائز پیدائشوں کا سلسلہ روز افزوں ہونا مباح کہہ لیا گیا ہے۔ ان ناجائز پیدائشوں کا تناوب یہ ہے کہ سوئیڈن میں ہر سات میں ایک۔ ڈنمارک میں ہر دس میں ایک۔ جرمنی میں ہر گیارہ میں ایک انگلینڈ میں ہر تیس میں ایک۔ بلجیم میں ہر چوبیس میں ایک۔ اور چائلز میں ہر گیارہ میں چار ناجائز اولادوں کی پیدائش ہوا کرتی ہے۔ ہزار تھری کیلچ کے بقول پچاس میں سے ایک شخص بھی خواہ مرد ہو یا عورت اپنا داغ اصلی قوت سے نصرت کے بقدر بھی کام میں نہیں لاتا ہے لیکن غور کیا جائے تو یہ سب کچھ ”پردہ غفلت“ کے نتائج ہیں۔ جمہوری طور پر جنس انسان کو نظر فائر سے دیکھا جائے تو اس کی تصویر حسب سے زیادہ وحشیانہ اور بھیا نک معلوم ہوگی۔ تعلیمات کے لحاظ سے یہ تمام دنیا پر

قابو یافتہ ہوتے ہوئے بھی کسی جاندار کو ہلاک کرنا ظلم سمجھتا ہے انہما جنس
 ہاتھ اٹھانا بھی داخل گناہ خیال کرتا ہے۔ ایک دوسرے کی مصیبت میں گناہ
 آنا۔ پس بولنا عبادت کرنا۔ چوری۔ زنا اور دیگر افعال فحشہ سے پرہیز رکھنا
 ہر قسم کی خونریزی سے باز رہنا عین سعادت اور ذریعہ نجات قرار دیتا ہے
 طرفہ یہ ہے کہ جو قوم جس قدر زیادہ حسن عمل اور اشیاء نفسی کی تبلیغ کرتی ہے
 وہی نسبتاً زیادہ خوشخوار و مروت کش نظر آتی ہے دنیا کی تمام زندگیوں کو
 ہلاک کرنے والی اور خود اپنی ہی جنس کو بیدریغ و تیغ کرنے والی۔ اور
 بے گناہوں کے خون سے ہاتھ رنگ کر فخر کرنے والی۔ روز و شب انسانی خور
 سے بولی کھیلنے کی آرزو مند صنف ہستی پر اگر کوئی جنس ہے تو وہ صرف
 اور تنہا جنس انسانی ہے ورنہ ایک جان سے کر اپنی سیری کر لیتا ہے فطرت
 نے اس کی یہ ہی غذا بنائی ہے لیکن وہ بھی فطرت سے آگے نہیں بڑھتا اور نہ در
 ویاہت دوسرے جانوروں کو بلا سبب ہلاک کرتا پھر تلے حضرت انسان
 فطرت عجیب تر ہے ان کو انسانی گوشت و پوست کی ضرورت نہیں ان کی تعلیم
 اخلاق حمیدہ کی آئینہ دار ہے لیکن ظلم و شقاوت ان کی کہنی میں پڑی ہے
 انسانی خونریزی سے ان کا دل کسی طرح نہیں بھرتا۔ جب تک نئی طرز اور نئے طریقے
 کی داستان خونریزی سے اپنے کارنامے مرتب نہ کریں اس وقت تک کسی
 چین نہیں پڑتا۔ ہزار ہا سال کی تاریخ کالب لیاپ اور واحد نتیجہ یہ ہی نکلتا
 کہ انسانی خون بہانے سے انسان کی پیاس بجھانے نہیں جیتی جوں جوں خون بہا
 ہے اتنی ہی زیادہ اس کی تشنگی بڑھتی جاتی ہے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کی

خونریزی کی حد اور انجام کیا اور کہاں ہے یہ ہی پردہ غفلت ہے۔

پروہ اسلامی مذہب اسلام میں مرد اور عورت دونوں کے واسطے ستر پوشی کے احکام ہیں۔ عورتوں کے لئے قید و پید کا حکم نہیں ہے وہ اعمال و افعال میں آزاد و مختار کی گئی ہیں۔

مسلمان بادشاہوں نے جا بجا ایرانی رواج حرم اختیار کر لیا اور تعداد ازواج کی کوئی حد مقرر نہیں کی۔ کثرت ازواج کی بنا پر ان کے لئے لازمی ہو گیا کہ وہ اپنی عورتوں کو گھروں کے اندر قید رکھیں۔ کیونکہ ان عورتوں کا بیشتر حصہ عمر بھر وہیں گزرتا تھا۔ بادشاہوں کی دیکھا دیکھی وزراء نے بھی یہ ہی طریقہ اختیار کر لیا۔ پھر امرا کیوں پیچھے رہ جاتے۔ لہذا انہوں نے بھی عورتوں کو قید رکھنا مشروع کر دیا۔ غریب طبقہ کی عورتیں بدستور آزاد رہے پردہ نکلتی رہیں۔ اس کے علاوہ مسلمانوں نے جب یہ حیثیت فاتح کسی ملک میں قیام کیا تو اپنی مستورات کو عوام کی نظر سے بچانے کے لئے باپردہ اور پردہ نشیں بنالیا۔ باوجود اس کے اکثر ممالک اسلامی ایسے ہیں جہاں کبھی پردہ نہیں ہوا۔ چنانچہ پردہ اسلامی کی کوئی مجوزہ و معینہ صورت نہیں ہے۔ ہر ملک میں اپنا اپنا رسم و رواج ہے بقیہ حصص ملک میں یا تو اتنی سختی اور احتیاط نہیں ہے یا سرے سے پردہ ہوتا ہی نہیں ہے اس اختلاف احوال کی وجہ سے یہاں ہے کہ اسلام نے عورتوں کو مقید رکھنا یا سوائے معینہ و مقررہ ستر پوشی کے باپردہ رکھنا جائز قرار نہیں دیا۔ ہندوستان میں اس مسئلہ میں اختلاف رائے ہے ایک گروہ حامیان پردہ کا اور دوسرا مخالفین پردہ کا۔ اول الذکر مروجہ پردے

کو فرض ثابت کر سنے کی کوشش کرتا ہے۔ لہذا حجب فرض کے درجہ پر پہنچتا ہے تو تمام دنیا کے مسلمانوں پر اپنا سارے رسم و رواج اختیار کر سنے کا فرض عائد کرتا ہے اور اس سستی میں ہر چہاں جانب سے اس کو مایوسی ہوتی ہے دہرا گروہ پر سنے کے قطعی خلاف ہے وہ آزادی عمل کے ساتھ بعض قواعد حیا کو بھی پس پشت ڈال دیتا ہے۔ المختصر اسلام میں کوئی آئین و قانون پر سنے کا ایسا نہیں ہے جس کا اخلاق تمام دنیا کے مسلمانوں پر ہو سکے۔ چنانچہ سولہ صدیوں سے حدود و ستر پوشی اور قیود حیا و شرم کے مسلمانوں میں کوئی چیز مثل پردہ اسلامی کے موجود نہیں ہے۔

ایسی آرزو کا پورا ہونا جس کی نگاہ پر پردہ غیب یا پردہ تقدیر کوئی امید و توقع باقی نہ رہے " پردہ غیب یا پردہ تقدیر " سے بارور ہونا کہا جاتا ہے بعض دور از قیاس اور اتفاقیہ باتیں ایسی پیش آ جاتی ہیں جن کو تقدیر سے منسوب کیا جاتا ہے گویا پردہ غیب سے ظہور میں آ جاتی ہیں۔ انسان کی اکثر آرزوئیں باوجود سعی و عمل پوری نہیں ہوتیں الا جب ایسی کوئی تمنا خلاف امید پوری ہو جاتی ہے تو بجا طور پر کہا جاتا ہے کہ ۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ
آخِرُ آيَاتِ الْمُرْسَلِ
پس پردہ تقدیر پدید

باب دوم قبل القرآن

نزول قرآن سے قبل پہلی امتوں اور انبیائے بنی اسرائیل کے متعلق قوم یہود میں کثرت سے ایسے فقے رائج ہو گئے تھے جو بعید از عقل اور بیروں از قیاس تھے یہودی جب داخل اسلام ہوئے تو انہوں نے سب فقے تفسیر قرآن میں درج کر لئے یہ فقے عجیب و غریب افسانہ کی کیفیت پر مشتمل ہونے کی وجہ سے مذاق عام کے لئے نہایت دلچسپ اور داغین کے لئے موثر اور جاذب خیال ہو گئے۔ اور ایسی شہرت و فروغ حاصل کیا کہ تفسیرین ان کہانیوں سے بھر گئے۔ مثلاً ابو جعفر محمد بن جریر کی تفسیر کو محدثین و فقہا بہت عمدہ و بہتر سمجھتے ہیں لیکن اس تفسیر میں بھی بعض خیالی قصے موجود ہیں یعنی اس میں مذکور ہے کہ بابل میں ایک بدکار عورت تھی جو اسم اعظم کے زور سے آسمان پر چلی گئی۔ اور وہاں ستارہ بن گئی پھر اس کے لئے ثبوت و سند پیش کی گئی ہے قرآن پاک میں یہ قصے مختصر طور پر مذکور ہیں اور جس قدر مذکور ہے وہ بالکل صحیح اور قریب عقل ہے یہاں اختصار کے باوجود کچھ خلاف عقل افسانے بھی درج کر دیئے ہیں۔ لیکن استدلال اسی حصہ پر کرنا چاہیے جس کی تائید میں آیات الہی تحریر کی گئی ہیں۔

حضرت آدم و حوا بی بی حوا کے پرے کا کوئی اہتمام حضرت آدم سے نہیں تھا۔ البتہ دونوں کے ستر کا پردہ تھا۔ قصہ

منقریہ ہے کہ بی بی حوا نے جب ایک دانہ گندم کھا لیا اور حضرت آدم کو کھلانے سے مایوس ہوئیں تو ایک پیالہ شراب کا بہشت سے لا کر پلایا آدم نے کالت بے ہوشی بی بی حوا سے دو دانہ گندم لئے اور کھا گئے۔ یہ ہی لغزش واقع ہوئی۔ منور وہ دانے حلق کے نیچے نہیں اتر سکے کہ تاج ان کے سر سے اڑ گیا۔ تخت سے گر پڑے اور دونوں ہنگے ہو گئے۔

سورۃ الاعراف میں ارشاد ہوا ہے۔

فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَ ثَبَّتَا لَهَا
سُوءَ اثْمًا وَقَطِفًا خَافِضًا
فَلَمَّا

۴ پس ان دونوں نے جو درخت کو چکھا
دونوں کے پرے کا بدن ایک دوسرے
کے رو بردے پردہ ہو گیا اور دونوں
اپنے اوپر حبت کے پتے جوڑ جوڑ کر
رکھنے لگے۔

پہلی صورت جو لغزش سے پیش آئی وہ یہ تھی کہ دونوں ہنگے ہو گئے
یہ بات بھی ظاہر ہے کہ ننگا ہو جانا دونوں کو معیوب معلوم ہوا۔ اور احساس
شرم و حیا کا پیدا ہوا جب ہی تو ستر پوشی کے لئے جنت کے پتے جوڑ جوڑ کر
رکھنے لگے۔ ایک پتہ یہ بھی چلتا ہے کہ دونوں کی ستر پوشی کے لئے کوئی لباس
تھا۔ چنانچہ اسی سورۃ اعراف میں فرمایا گیا ہے کہ ا۔

يٰۤاٰدَمُ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلٰیكَ
اسے اولادِ آدم ہم تمہارے لئے

لِبَاسًا لِّوَارِثِي سَوَاتِكُمْ وَاِلَيْهِ رُجُوعُ
وَلِبَاسُ التَّقْوٰى وَاِلٰىكَ خَيْرٌ

لباس اتارا جو تمہاری پردہ داریوں کو
چھپاتا ہے اور جو موجب زینت بھی ہے
اور تقویٰ (پرہیزگاری) کا لباس یہ
اس سے بڑھ کر ہے۔

اس آیت کو مذکورہ بالا آیت کے ساتھ غور کیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے
کہ حضرت آدم و بی بی حوا کی ستر پوشی کے لئے اللہ تعالیٰ نے لباس مہیا فرمایا
تھا جو باعث زینت بھی تھا۔ جب حضرت آدم سے لغزش واقع ہوئی۔ تو
تخت و تاج کے علاوہ لباس و زینت سے بھی محروم کر دیئے گئے۔ پھر
دونوں نے پہلی کوشش یہ کی کہ وہ اپنے اپنے ستر کو چھپالیں۔ چنانچہ
باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ستر پوشی اور زینت کے لئے لباس ضرور
اتارا گیا ہے لیکن سب لباسوں سے بڑھ کر لباس تقویٰ اور پرہیزگاری
کا ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ بھی نہیں کہ اعمال صالح اور اللہ و
رسول کی فرمانبرداری کے مقابلہ میں لباس ظاہری کی کیا وقعت ہو
سکتی ہے لہذا سب سے زیادہ ضروری فرض یہ ہوا کہ احکام و قانون
الہی کی اطاعت و تعمیل کی جائے۔ ظاہر ہے کہ اس اطاعت و تعمیل کے
مہوئے ہوئے کوئی مرد اور کوئی عورت فواحش و بدکاری کا خیال بھی نہیں
لا سکتی لیکن اگر اطاعت و تعمیل احکام ہی کا خیال چھوڑ دیا جائے تو
ظاہری مداخلت ہرگز کام نہیں آ سکتی اور ہزار پردے اور قید مکان کی
بندشیں کی جائیں بے حیائی اور بے شرمی جا نہیں سکتی۔ اصل چیز یہ ہے کہ

احکام خداوندی کی تعمیل اور جزا و سزا کا خوف طاری رہے اگر یہ نہیں ہے تو دنیوی قید و بند بیکار بلکہ تقویٰ کا ردِ عمل ہے اور احکام الہی کی خلاف ورزی کرنے کا کھلا ہوا پیلنج (اعلان) ہے۔

مردی ہے کہ بی بی حوا ایک سو بیس قاہیل و اقلیمہ اور ہابیل و غارہ اور ہردایتے دیگر ایک سو اسی

مرتبہ جنہیں سوائے ایک مرتبہ کے ہر بار اُن کے ایک بیٹا اور ایک بیٹی پیدا ہوا کرتی تھی۔ پہلے بیٹے کا نام قاہیل اور بیٹی کا نام اقلیمہ تھا۔ دوسرے بیٹے کا نام ہابیل اور بیٹی کا نام غارہ تھا۔ کسی بہن بھائی کا ایک دوسرے سے یہ پتہ وہ نہیں تھا۔ اقلیمہ خوبصورت تھی۔ لیکن غارہ خوبصورت نہیں تھی جب یہ اولاد بڑی ہوئی تو جبریل آئے اور آدم سے کہا کہ دونوں بیٹیوں کو ایک

ایک بہن کے ساتھ اس طرح بیاہ دیں کہ قاہیل کی بہن کا ہابیل کے ساتھ اور ہابیل کی بہن کا قاہیل کے ساتھ نکاح کر دیں۔ قاہیل نے اس سے انکار کیا۔ اور کہا کہ میری بہن اقلیمہ صاحبہ چال ہے میں اس کو ہابیل کو نہیں دوں گا۔ لیکن بالآخر حضرت آدم نے بموجب حکم الہی قاہیل کی بہن کی شادی ہابیل کے ساتھ اور ہابیل کی بہن کی شادی قاہیل کے ساتھ کر دی۔ قاہیل نے ہابیل پر زور دیا کہ وہ اقلیمہ کو طلاق دے دے حضرت آدم نے دونوں بیٹیوں کو حکم دیا کہ وہ متا پر جا کہ قربانی کریں جس کی قربانی مقبول ہوگی۔ اقلیمہ اسی کی زوجیت میں رہی رہی جائے گی۔ اس قربانی کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہابیل کی قربانی مقبول ہوئی۔ قاہیل اس پر بھی نہ مانا اور ہابیل سے کہا کہ میں تجھ کو مار ڈالوں گا۔ ایک دن جب ہابیل

سورہ نوحہ قابیل نے پتھر مار کر اس کو قتل کر دیا یہ ہی سب سے پہلا قتل انسان
 ہوا جس پر وحوش و طیور نے گریہ کیا اور کہنے لگے کہ آدمی زاد سے بھاگنا چاہیے
 کہ یہ ظالم و ستم و قاتل ہے۔ اس قصہ میں شادی کا ایک
 اور نمونہ بھی مذکور ہے جس مرتبہ بی بی حوا کے صرف ایک اولاد پیدا ہوئی تھی۔
 تو وہ شہیث تھے۔ جب حضرت آدم بیمار ہوئے تو انہوں نے شہیث
 کو حکم دیا کہ وہ ان کے واسطے میوے کسے دعا کیا کریں شہیث نے پہاڑ
 پر جا کر دعا کی۔ جبرائیل میوے لائے اور ایک حور بھی لائے۔ اس حور سے شہیث
 کا نکاح ہوا۔ اور کہا جاتا ہے کہ انہی کی نسل سے بنی اکرم ہیں۔ اس کل
 قصہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ مرد و زن میں کوئی مغائرت اور پردہ نہیں تھا۔
 قصہ کوتاہ آدم کے بعد شہیث اور شہیث کے بعد نوح اور نوح کے بعد
 لیمان اور قلیبتان کے بعد ہبلائیل خلیفہ ہو کر دین پاک چلاتے رہے۔
 یان کیا گیا ہے کہ ہبلائیل کے برابر تمام دنیا میں کوئی خوبصورت نہ تھا۔
 ان کا بیٹا نیزہ سب سے بزرگ گذرا۔ ہبلائیل کی وفات کے بعد جو لوگ
 ہبلائیل کی زیارت کرتے تھے۔ وہ ان کو نہ پا کر معہ تحفہ تحائف واپس چلے
 آتے تھے۔ اس پر شیطان نے یہ سمجھائی کہ ایک صورت ہبلائیل کے مشابہ
 آنا چاہیے تاکہ خلق زیارت سے محروم نہ جائے۔ اس پر لوگ راضی ہو گئے
 اپنے شیطان نے صورت بنادی اور چہرے پر برق ڈال دیا۔ اس قصہ کی اگر
 فی اصلیت اور حقیقت مافی جائے تو پرے اور برق کی تخلیق و بدعت
 شیطان فی قرار پاتی ہے کہ اطراف عالم سے خلق الہی آتی اور برق ہٹا کر

رت کی زیارت کرائی جاتی اور پھر وہ لوگ واپس چلے جاتے۔ اس طرح
 با لوگ گمراہ ہو گئے اور شیطان نے ان کو بت پرستی میں ڈال دیا۔ اس
 م گمراہ میں پھر اور رئیس بنیں پیدا ہوئے۔ انہوں نے دین پاک کی تعلیم دی
 با اور رئیس و اہل جناب ہوئے ان کے فرزند گمراہی میں مبتلا ہو گئے
 شیطان نے کہا کہ ان کی صورت بتائے دیتا ہوں تم اس کو دیکھا کرو۔ یہ ہی
 ہے۔ اور اس صورت کی پوجا شروع ہو گئی۔ رفتہ رفتہ تمام عالم میں بت
 پستی پھیل گئی۔

حضرت نوحؑ
 اسی قوم میں سے بعدہ نوحؑ پیغمبر پیدا ہوئے آپ
 نو سو پچاس برس تک تبلیغ فرماتے رہے اور
 روایتے صرف چالیس مرد اور چالیس عورتوں کے سوا اور کوئی ایمان نہ لایا
 ہاں بھی عورتوں کا تلاش حق میں آزاد ہونا واضح ہے اگر ان کو اختیار فعل
 در آزادی عمل حاصل نہ ہوتی تو ایمان سے محروم رہتیں۔ یہ چالیس عورتیں
 ایمان لائیں لیکن خود نوحؑ کی بی بی کفر پر قائم رہیں۔ اس نکتہ سے بھی عورت
 لا آزادی اور اختیار عمل ثابت ہے ایک دن کافروں نے حضرت نوحؑ
 کو مار کر لہو لہان کر دیا۔ نوحؑ کی کافرہ بی بی نے اپنی قوم سے کہا کہ اے
 قوم تم اتنا مت مارو نوحؑ دیوانہ ہو گیا ہے جب اپنی بی بی کا یہ باتیں بے
 ادبی کی سنیں۔ حضرت نوحؑ نے دعا کی جو مستجاب ہوئی اور طوفان آب
 کا عذاب نازل ہوا۔ جس میں نوحؑ کا ایک مشترک بیٹا بھی ہلاک ہوا۔ تمام
 قاصم اور یاقوتہ ان کی اولاد باقی رہی انہیں سے سب انسانی مخلوقات

ہے۔ سام کی اولاد کوفہ۔ یمن۔ حجاز۔ شام اور مغرب میں متوطن ہوئی۔
 سام کی اولاد دیگر اطراف میں آباد ہوئی۔ یافث نے ترکستان جاکر
 سکونت اختیار کی۔ توح کے بعد حضرت ہود وین پاک کے پیغمبر ہوئے
 توبہ برس تک مومن دنیا میں رہے۔ پھر ابلیس نے بت پرستی پر لگا دیا۔
 ہود کے زمانہ میں شداد تھا۔ شداد دوسرا بیٹا عاد کا تھا۔ اس نے تمام
 زمین کو مسخر و زیر فرمان کر لیا تھا۔ ہود نے شداد کو ہدایت کی وہ
 اس سے قبول نہیں کی اور کفر سے باز نہ آیا۔ شداد نے پھر بہشت تعمیر
 کی جس میں داخل ہوتے وقت ہلاک ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قوم ثود پر
 حضرت صالح کو پیغمبر کر کے بھیجا۔ آپ نے ملک شام میں وفات پائی۔
 حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ ماجدہ اور آپ
 کی ازواج کا پر وہ نہیں تھا۔ مروی ہے کہ نمرود بہت
 وسیع ملک کا بادشاہ متکبر تھا۔ اس کو غویوں سے یہ معلوم ہوا کہ تین دن
 کے اندر ایک لڑکا رحم مادر میں ایسا آئے گا جو نمرود کی بادشاہت کو
 تباہ کر دیگا۔ نمرود نے ان ایام کے لئے تمام عورتوں کو اپنے شوہروں کے
 ساتھ ہم بستر ہونا ممنوع کر دیا۔ نمرود کا چوبدار تاریخ تھا۔ جو ایک ہاتھ
 میں شمع اور دوسرے میں نیکی تلوار لے کر تمام رات نمرود کے سر ہانے
 پہرہ دیا کرتا تھا۔ جس روز حکم دیا گیا اسی شب تاریخ کو عورت کی خواہش
 پیدا ہوئی اور دوسری طرف تاریخ کی بیوی کی بھی یہی کیفیت ہوئی۔ جو
 فوراً خواہش سے ادھی رات کو خواب گاہ نمرود میں پہنچ گئی۔ ایک پری

نمودار ہوئی جس نے شمع و تلوار سے لی۔ اس طرح دونوں ہم بیٹر ہوئے اور
 ابراہیم نے لطفِ مادر میں قرار پایا۔ اس کی خبر کسی کو نہیں ہوئی۔ ابراہیم کی
 ولادت کے وقت آپ کی والدہ بوجہ خوف ایک میدان میں غار کے اندر
 جا بیٹھیں۔ وہیں حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔ آپ کو کپڑے میں لپیٹ کر آپ کی
 والدہ اسی مقام پر چھوڑ کر گھر چلی آئیں۔ آپ انگلیاں چوس کر زندہ رہے۔ ہر
 ہفتہ آپ کی والدہ آپ کے پاس آتی تھیں اور متعجب ہوتی تھیں کہ ایک
 پتھر بھی غیب سے آکر غار کا منہ بند کر دیا کرتا تھا۔ اس طرح سات سال گذر
 گئے۔ پھر تاریخ کو حال بتایا۔ اس نے کہا یہ لڑکا نمرود کا دشمن ہوگا۔ قصہ
 کوتاہ حضرت ابراہیم نے بتوں کو توڑا۔ بت پرستی اور نمرود پرستی کو روکا۔
 آپ کو آگ میں ڈالا گیا جو گلزار بن گئی۔ نمرود کا وزیر ہامان تھا۔ ہامان کی بیٹی
 حضرت ابراہیم پر ایمان لائی اور مومنہ ہوئی۔ ہامان نے لڑکی کو مار ڈالنا چاہا کہ
 ایک ابراہیم اور وہ سراقول ہے کہ ہوا آئی اور اس کو اٹھائے گئی۔ یہاں
 تک یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت ابراہیم کی والدہ اور ہامان وزیر کی لڑکی
 کا پردہ نہیں تھا، اور اختیارِ عمل حاصل تھا کہ حق و باطل میں جو چاہتیں قبول
 کرتیں۔ کہتے ہیں کہ آتش کدہ سے نکل کر ابراہیم ملک شام کے شہر نزارائن میں وارد
 ہوئے دیکھا کہ خلقت ایک میدان کی طرف چلی جا رہی ہے۔ دریافت کیا تو
 معلوم ہوا کہ یہاں کے بادشاہ کی بیٹی صاحبِ جمال اور لاثانی ہے بادشاہ اور
 شہزادے اس کی آرزو میں آتے ہیں۔ وہ کسی کو قبول نہیں کرتی اور کہتی ہے کہ
 اپنی پسند سے شوہر کروں گی۔ سات راتیں اور دن گذر چکے ہیں وہ شہزادی سب

کو نکل کر دیکھتی ہے مگر کسی کو پسند نہیں کرتی حضرت ابراہیم بھی ہمراہ خلعت پہنے
 اور ایک گوشہ میں جا بیٹھے۔ جب وہ پہر ہوئی وہ شہزادی معہ شتر خواہوں کے
 آئی۔ جب حضرت ابراہیم کے پاس پہنچی عاشق ہوئی۔ بادشاہ نے کہا: بیٹی تو نے
 نیک شوہر پایا۔ مگر مرد غریب ہے کچھ فائدہ نہیں۔ چنانچہ اسی شہزادی سارہ
 خاتون کے ساتھ بڑی دھوم دھام سے حضرت ابراہیم کی شادی ہو گئی۔ انتخاب
 شوہر کے لئے عورت کی کمال ازادگی کا یہ نمونہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ قصہ
 ابراہیم سارہ خاتون کو صندوق میں رکھ کر لے چلے۔ نگہبان نے صندوق کھلویا
 اور سارہ خاتون کو بادشاہ کے سامنے پیش کر دیا۔ حضرت ابراہیم کو کہنا پڑا۔ کہ
 یہ میری بہن ہے (ازروئے اسلامیت بیوی کو بہن کہنا جائز ہے) بادشاہ نے
 کہا: اپنی بہن مجھ کو دیدے حضرت نے فرمایا: وہ اپنی ذات کی مالک ہے بادشاہ
 نے حکام میں بھجوا کر سارہ خاتون کو لباس فاخرہ پہنوا یا۔ جیسے ہی دست درازی
 کا ارادہ کیا ہاتھ نکل ہو گیا زیادہ بے ادبی کرنا چاہی تو زانو تک زمین میں دھس
 گیا بالآخر بادشاہ نے کل سلطنت اور خزانہ حوالہ کیا تب عذاب الہی سے نجات
 پائی حضرت ابراہیم نے ایک حصہ ملک جانب کنعان خود لیا اور باقی ملک
 بادشاہ کو واپس کر دیا۔ پھر بادشاہ نے اپنی بیٹی کو سارہ خاتون کی خدمت کے
 لئے دیدیا۔ نام لڑکی کا بی بی ہاجرہ تھا۔ یہ بی بی ہاجرہ رسول اللہ کی
 وادی ہوئی ہیں۔ انہیں کے لطف سے حضرت کی نسل منسوب ہے۔ الغرض
 ابراہیم معہ سارہ خاتون رح و بی بی ہاجرہ کنعان گئے۔ بیت المقدس آباد کیا
 پھر بابل گئے اور حکم الہی نمرود کو اللہ کی تبلیغ پہنچائی وہ بدستور منکر رہا۔ کہ

مچھروں نے اس کو اور اس کی قوم کو ہلاک کر ڈالا۔ وہاں سے ملک شام کا
 ارادہ کیا۔ حلب ہوتے ہوئے ملک چین میں آئے وہ بادشاہ ایمان لایا۔
 کنگان میں آئے وہاں ایک نہرو دیکھی حضرت نے فرمایا کہ وہاں کے لوگ مرکب
 فعل رویت ہیں یعنی مرد کے ساتھ مرد اور عورت کے ساتھ عورت فعل بد کہتے
 ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ اس فعل سے باز نہ آئے اور اسی حال میں ہلاک کئے گئے
 یہاں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قید مکان اور پردہ عورت و مرد کو قواش
 و بد کاری سے روک نہیں سکتے۔ بلکہ عورتیں قید پردے میں رہ کر اور مرد
 آزاد ہو کر ایک دوسرے سے بے نیاز اور مبتلائے فواحش ہو سکتے ہیں تاوقتیکہ
 احکام الہی کا خوف اور پرہیزگاری اختیار نہ کریں۔ یہ لفظ حضرت ابراہیم
 کا نور اجڑنے کی پیشانی پر ظاہر ہوا۔ حضرت سارہ خاتون بولیں کہ مجھ کو برباشت
 نہیں کہ اجڑے کے فرزند ہو اور میرے نہ ہو۔ چنانچہ سارہ خاتون نے بی بی اجڑہ
 کے کان چھید دیئے۔ انحضرت جب حضرت اسمعیلؑ کو لدہ سے تڑسارہ خاتون
 نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ اجڑہ کو یہاں سے لے جا کر کسی ایسی جگہ رکھو جہاں میرے
 اور آبادی نہ ہو تاکہ اجڑہ آرام نہ پائیں اور میں انہیں نہ دیکھوں حضرت
 جبریلؑ آئے اور کہا کہ جو سارہ کہتی ہیں وہ کر۔ تب حضرت ابراہیمؑ نے خوشی
 خوشی پہلوٹے پیٹے اور بی بی اجڑہ کو اس سنسان بیابان میں آباد کیا جہاں
 اب مکہ معظمہ ہے۔ اس زمانہ میں وہاں نہ کوئی جاندار تھا اور نہ پانی تھا

قرآن پاک میں ارشاد ہوا ہے

رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ دَرَسَاتِیْ

اے رب میں اپنی فرست رکبہ کا ایک

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا مَالَ الْوَدَّاعِ
الْمَحْرَمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ

حجہ اس وادی میں جہاں کوئی روئیدگی
نہیں آباؤ کرتا ہوں کہ یہ تیرے حرمت
والے گھر کے پاس رہیں اور دنیا کے لئے

نماز قائم کریں۔

جب حضرت ابراہیم حضرت حجرہ کو چھوڑ کر جانے لگے تو بی بی حجرہ
نے کہا "الیٰ امن تشرکتنا" ریم کو کس کے پاس چھوڑ چلے حضرت ابراہیم
نے فرمایا "الیٰ اللہ" والد کے بی بی حجرہ نے فرمایا "ترضیت اللہ"
ریم اللہ پر راضی ہوں حضرت ابراہیم نے تشریف لے جانے کے بعد بی بی حجرہ
پانی کی جھنجھ میں صفا اور مردہ پیڑیوں کے بیچ میں دوڑتی پھری کہ اب یہ رکن
جج ہو گیا ہے حضرت اسمعیل کو جس جگہ لٹ گئیں تھیں وہاں پیاس سے بہت بھرا ہوا
کہ حضرت اسمعیل نے زمین پر پیڑیاں ماری تھیں جس سے پانی کا فوارہ جاری ہو گیا
حجرہ واپس آئیں تو خدا کا شکر ادا کیا۔ اور پانی پی کر سیر ہوئیں۔ یہ جگہ اب
چاہ زمزم سے موسوم ہے ایک دن سوداگروں کا قافلہ پانی کی تلاش میں مہمویشی
کو، صفا پر آیا۔ دیکھا کہ ایک عورت پانی کے کنارے بیٹھی ہے ان لوگوں نے اس
جگہ کسی پانی نہ دیکھا تھا متعجب ہو کر حجرہ کے پاس آئے اور پوچھا تم کون ہو
یہاں کیوں بیٹھی ہو۔ حجرہ نے سرگزشت بیان فرمائی۔ قافلہ والوں نے اجازت
قیم چاہی اور کہا ہم تمہاری پیاس کو دوا بخش اختیار کریں تو پانی کے عوض میں تم کو
سالانہ عشر دیا کریں گے۔ بی بی حجرہ نے منظور فرمایا۔ اور وہ لوگ وہاں خیمہ
زن ہو گئے بعد چلے حضرت ابراہیم نے حضرت اسمعیل اور بی بی حجرہ کو

ہنے کس لئے سارہ خاتون سے اجازت چاہی۔ سارہ نے اس شرط سے اجازت
 دے دی کہ وہاں سواری سے نہ اترنا۔ ابراہیم وہاں پہنچے تو اور کسی نے نہ پہچانا مگر
 بی بی ہاجرہ نے دور سے دیکھا اور حضرت کا استقبال کر کے لے آئیں۔ آپ
 کے خیال سے اونٹن سے نہیں اترے۔ بی بی ہاجرہ نے پتھر لاکر اس پر
 ابراہیم کا پیر رکھا اور ڈھلا یا اور اسی طرح دوسرا پیر ڈھلا یا۔ وہ پتھر اب
 ہم خلائق کا مصلیٰ ہے اس قصہ میں سارہ خاتون رہی اور بی بی ہاجرہ کا پردے
 پر قید مکان سے کبھی کوئی واسطہ نہیں رہا۔ بی بی ہاجرہ اپنے نوزائیدہ بچے
 کے ساتھ بیابان میں تنہا قیام فرما ہوئیں۔ اہل قافلہ سے معاملہ کی گفتگو کی اور
 لمبے سکوت عطا فرمائی اور آزاد دے پردہ رہتی رہیں۔

حضرت اسماعیل کا واقعہ قربانی بالعموم مشہور ہے اس قصہ میں یہ ذکر
 ہل لحاظ ہے کہ شیطان نے ہاجرہ سے پوچھا کہ تمہارا اسماعیل کہاں ہے، آپ نے
 پایا باپ کے ساتھ صنیاقت میں کیا ہے شیطان نے کہا باپ اس کو ذبح
 کرنے گیا ہے حضرت ہاجرہ نے کہا معاذ اللہ کبھی باپ نے بیٹے کو بے
 نماہ مارا ہے۔ ابلیس بولا۔ خدا نے اس کو حکم دیا تھا پھر تو ہاجرہ بی بی نے
 ف صاف فرمایا کہ خدا کا فرمان ہے تو میں بھی اس کی رضا پر راضی ہوں۔
 گفتگو سے بے باکی اور حرکات نمایاں و بین ہے اجنبی سے بات کرنے میں
 درت کی آزادی ثابت ہوتی ہے۔

منقول ہے کہ حضرت ابراہیم نے سات دن مسافر کی آمد و انتظار
 میں کھانا نہیں کھایا تھا۔ چنانچہ حکم خدا سے بارہ نیک مرد جو ان حضرت کے

پاس آئے۔ اور سلام کیا۔ حضرت نے جواب سلام دیا اور ان کو گھر لے کر
سارہ خاتون نے ایک گائے کا بچہ اولاد کی طرح پالا تھا۔ وہ مہمانوں کے لئے
کیا۔ اس کو ذبح کر کے کھانا تیار کیا گیا اور مہمانوں کے سامنے رکھا گیا
ابراہیم مہمانوں کے سامنے سر نیچا کئے پا ادب کھانے لگے۔ سارہ خاتون
دیکھا کہ مہمان کھاتے نہیں ہیں لہذا حضرت ابراہیم کو توجہ دلائی۔ مہمانوں
نے کہا بغیر قیمت ادا کئے ہم نہیں کھا سکتے۔ ابراہیم نے کہا قیمت اس
برہمن الہ الرحمن الرحیم ہے۔ اس بات سے الہ تعالیٰ بہت خوش ہوا۔
انہوں نے کھانا کھایا اور کہا ہم شہر ستانی لوگوں کو چاہیں گے اور بشارت دی
ہیں کہ تمہارے یہاں فرزند تولد ہوگا۔ اس کا نام اسحاق اور ان کے بیٹے
نام یعقوب ہوگا۔ یہ سب گفتگو سارہ خاتون کے موجد میں ہوئی۔

سورۃ یوسف میں ارشاد ہوا ہے۔

وَاصْرٰتْہٗ تَاْمِیْمَۃٌ فَهٰی کِتٰبٌ
فٰیہٗ نَبَیْہٖا سَمٰحٰتٌ وَّمِنْ
وَعٰوِیْہٖا سَمٰحٰتٌ یَّعْقُوْبُ ۔

اور اس گفتگو کے وقت ابراہیم
بی بی (سارہ) بھی کھڑی ہوئی تھیں۔
خوش ہو گئیں۔ تو ہم نے ان کو پہلے
اسحق اور پھر اسحق کے بعد یعقوب
خوشخبری دی۔

اس کے بعد قرآن پاک میں یہ تذکرہ بھی موجود ہے کہ سارہ خاتون
نے ان مہمانوں (یعنی فرشتوں) سے کہا "اے خرابی کیا میں جنوں کی۔ اور میرے
بڑے بیٹے اور یہ خاوند میرے بوڑھے ہیں" اس پر فرشتوں نے کہا

کیا تعجب کرتی ہے اللہ کے حکم سے اللہ کی مہر سے اور بچتیں تم پر اسے گھر والو! اس قصہ میں مہمانوں سے سارہ خاتون کی بے پردگی اور گفتگو واضح ہے۔

حضرت لوطؑ لوط کی امت میں مردوں کے ساتھ مرد ترکیب بدفعی ہوا کرتے تھے وہی فرشتے جو حضرت ابراہیم کو خوشخبری

دیتے گئے تھے۔ شہرستان لوط میں پہنچے حضرت لوط عبادت میں تھے آپ کے بیٹوں نے اپنے باپ کی طرف سے ان کو مہمان ہونا قبول کر لیا۔ لوط نے

جب عبادت سے فارغ ہو کر ان بارہ صاحب جمال اور معطر کپڑے پہنے ہوئے کم سنوں کو دیکھا تو اندیشہ میں پڑ گئے کہ کہیں ان کی قوم بدی نہ کرے۔

ناچار ان فرشتوں کو گھر کے اندر لے گئے لوط کی بی بی کا فرہم تھی اس نے

چاکر قوم کو خبر کر دی وہ قوم حضرت لوط کے گھر میں داخل ہو گئی اور ان بارہ

مہمانوں کو اپنے سامنے لانے کو کہا۔ حضرت لوط نے فرمایا۔ سورہ ہود

قَالَ يَقَوْمِ هَؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ
أَطُورٌ لَّكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا

تَخْزُونِ فِي ضَيْفِي ط الْيَسِيرِ
مِنْكُمْ رَهْلٌ رَّشِيدٌ ۝ قَالُوا

لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِي بَيْتِكَ
مِنْ حَقٍّ ۖ وَإِنَّكَ لَبِيعُكُمْ
مَّا شَرَيْدُ ۝

اے اہل قوم! میری بیٹیاں ہیں ان سے نکاح کرو یہ تمہارے لئے پاکیزہ تر ہیں تو خدا سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے بارے میں میری آبروریزی نہ کرو کیا تم میں کوئی بھی عیلا آدمی نہیں انہوں نے جواب دیا کہ تم کو تو معلوم ہے کہ ہم کو تمہاری بیٹیوں سے کبھی طرح کا سروکار نہیں ہمارے ارادے سچے ہیں تم بخوبی واقف ہو۔

قوم لوط نہیں مانی اور آپ پر سختی کی حضرت جبریل تشریف لائے
 اور خبر دی کہ آپ اپنے عیال و اطفال کو لے کر اس شہر سے نکل جائیں
 چنانچہ حضرت جبریل نے حضرت لوط کو شہر سے نکال کر حضرت خلیل اللہ کے
 گھر تک پہنچا دیا۔ بعدہ عذاب نازل ہوا اور شہرستان لوط زیر و زبر کر دیا گیا
 اس قصہ میں حضرت لوط کی بی بی اور لڑکیوں کا پردہ نہیں تھا اور یہ بات بھی
 واضح ہوگی کہ عورتوں اور لڑکیوں کو ناکارہ یا قید کر دینے سے مردوں کی بیحیائی
 دور نہیں ہو سکتی اور جب تک حسن عمل اور احکام الہی کا خوف نہ ہو قید
 و بند سے کام نہیں چل سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ سب سے اول مردوں
 کی اصلاح ہونا چاہیے۔

حضرت یوسف علیہ السلام قصہ حضرت یوسف کا مشہور ہے۔ عزیز مصر نے آپ
 کو مول لیا اور اپنی بی بی زلیخا کے سپرد کر دیا۔ سات
 برس اس طرح گزرے۔ زلیخا آپ پر عاشق مہتی ایک تصویر خانہ میں آپ
 کو لے گئی اور انظار عشق کیا۔ حضرت نے خوف خدا ظاہر کیا اور فرمایا کہ تیرے شوہر
 عزیز مصر کا مجھ پر حق ہے۔ بالآخر اس نے آپ پر تہمت لگائی لیکن خود ماخوذ ہوئی
 پانچ دیگر عورتوں نے زلیخا کو ملامت کی۔ زلیخا نے ان کی دعوت کی اور ہر ایک
 کو ایک ایک ترنج اور چاقو دیا پھر یوسف کو ان کے سامنے سے نکلوا یا اور حکم
 لیوں تراشنے کا دیا۔ وہ عورتیں حضرت کو دیکھ کر اس درجہ خود رفتہ ہو گئی
 تھیں کہ اپنی انگلیاں کاٹ لیں ہوش میں آئیں تو کہنے لگیں کہ یہ بشر نہیں ہے
 فرشتہ ہے۔ زلیخا نے یوسف کو قید کر دیا۔ زنداں میں دو ملزموں نے

خواب دیکھا آپ نے تعبیر بتائی اور ایک کو رہائی کی خبر دی۔ تعبیر صادق نکلی۔ ملک ریان شاہ مصر نے خواب دیکھا اس کی تعبیر کوئی نہ بتا سکا وہ ملزم جو رہا ہو چکا تھا اس نے ملک ریان کو تعبیر صحیح معلوم کرنے کے لئے حضرت یوسفؑ کا حوالہ دیا۔ آپ نے تعبیر بتائی۔ ملک ریان نے یوسفؑ کی رہائی کا حکم دیا۔ عزیز مصر نے شکایت کی کہ یوسفؑ نے خیانت کی سبھی۔ یوسفؑ نے کہا کہ تحقیقات کر لی جائے۔ جب معاملہ کی تفتیش کی گئی تو بریدیت یوسفؑ کی ثابت ہوئی عورتوں نے کہا:

حَاشَا لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْعٍ
 پناہ بخدا ہم نے تو یوسفؑ پر کوئی برائی محسوس
 نہیں کی۔

اور خود زین عزیز نے کہا:

قَالَتْ اِمْرَاةُ الْعَزِيزِ السُّنْ حَصْحَصَ
 السُّنْ اَنَا وَاَوْدُنَّ عَنْ نَفْسِهِ وَاِنَّهُ
 لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ
 زین عزیز نے کہا اب تو سچ ثابت ہو گیا
 خود میں نے دیوسفؑ کو پھسلانا چاہا
 اور وہ سچا ہے۔

القصة یوسفؑ وزیر مصر ہو گئے اور کل اختیار آپ کے سپرد ہوئے۔
 زلیخا عشق میں بوڑھی اور اندھی ہو گئی تھی راہ میں یوسفؑ کے بیٹھی رہتی
 اور خاک پاٹا کرتی تھی۔ ایک دن یوسفؑ کا گزر ہوا جب کہ زلیخا ایمان لا
 چکی تھی حضرت نے بھی اس کے لئے دعا کی۔ حسن و جوانی اس کی واپس
 آئی اور وہ باکرہ ہو گئی تب یوسفؑ نے اس سے نکاح کا قصد کیا۔ زلیخا کو اللہ
 سے لو لگ چکی تھی اس نے انکار کر دیا اب یوسفؑ کو نہایت بیقراری ہوئی چنانچہ

ایک بیان کی سفارش و سعی اور حکم خدا سے وہ راضی ہوئی اور باکرہ حالت میں اس سے حضرت یوسفؑ کا نکاح ہوا۔ اس تمام قصہ میں جو عورتیں مذکور ہیں وہ پردہ دار نہیں تھیں بلکہ آزاد و بے پردہ تھیں۔ یہ قصہ قرآن کی سورۃ یوسف میں بیان فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَلَا وَدَّتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا
عَنْ نَفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ
وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ قَالَ
مَعَاذَ اللَّهِ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنُ مَثْوَا
إِنَّهُ لَا يَفْلَحُ الظَّالِمُونَ

اور (زینحہ) جس کے گھر میں یوسفؑ تھے
اس نے ان سے اپنا مطلب حاصل کرنا
چاہا اور دروازے بند کر دیئے اور کہا
کہ آؤ (یوسفؑ نے) کہا معاذ اللہ وہ (تیرا
شوہر) میرا آقا ہے اس نے مجھ کو اچھی طرح
رکھا ہے کیونکہ ظالموں کو کبھی نفع نہیں ہو سکتا۔

یہاں عورت آزادہ گناہ دیکھنے میں آتی ہے اور مرد کی ثابت قدمی نظر آتی
ہے۔ واضح ہو جاتا ہے کہ خشیت الہی پاکدامنی کی اصل و بنیاد ہے۔ حرم شاہی
کی قید و بند میں یہی بدکاری ہو سکتی ہے۔ الغرض اسی حال میں جب عزیز
مصر آگیا تو زینحہ نے الزام یوسفؑ پر مقبوض دیا۔ ایک گواہ نے آزمائش یہ بتائی
کہ اگر قمیص یوسفؑ کا آگے سے پھٹا ہو تو وہ خطا وار ہو سکتے ہیں اور اگر پیچھے
سے پھٹا ہو تو زینحہ نے ضرور بھاگنے پر پکڑا ہے۔ قمیص دیکھا گیا تو پیچھے
سے پھٹا تھا عزیز مصر نے زینحہ کا قصور پایا اور کہا :

وَأَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِكَ كُنْتَ
مِنَ الْخَاطِئِينَ

(اے عورت) تو اپنے قصور کی معافی مانگ
کیونکہ سزا سز تیری ہی خطا تھی۔

حضرت یونسؑ

حضرت یونسؑ کی بابت بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے قوم گمراہ کے لئے بددعا کی۔ ندا آئی اسے یونسؑ جب وقت آئے گا اُن پر عذاب نازل ہوگا یونسؑ رنجیدہ ہو کر اپنی قوم کو چھوڑ کر بے رضاۃ الہی شہر سے چل دیئے اس وجہ سے مبتلائے مصیبت ہوئے جب آپ روانہ ہوئے تو آپ کے دو بیٹے اور بی بی ہمراہ تھے۔ راستہ میں ایک ندی ملی۔ ایک بیٹے کو کنارہ پر چھوڑا ایک کو کندھے پر لیا اور بی بی کا ہاتھ پکڑ کر ندی میں داخل ہوئے۔ پانی نے ایسا زور کیا کہ بی بی کا ہاتھ چھوٹ گیا اور لڑکا کندھے سے کھیل پڑا۔ کنارے پر آئے تو دوسرے لڑکے کو بھیڑ پاتے جا چکا تھا۔ المختصر اس حکایت سے واضح ہے کہ حضرت کی بی بی کا پردہ نہیں تھا۔

حضرت ایوبؑ

افرائیم بن یوسف کی بیٹی رحیمہؑ سے حضرت ایوبؑ کی شادی ہوئی تھی شیطان نے آپ کے ایمان کی آزمائش طلب کی۔ اللہ نے آزمائش بھیجی۔ مال و دولت آل و اولاد سب ضائع ہوئے پھر کوڑھ کے مرض میں مبتلا ہوئے۔ سوائے بی بی رحیمہؑ کے اور کوئی مونس و بیمار دار بھی نہ رہا۔ اٹھارہ سال اس طرح مبتلائے آزار رہے۔ بہ سبب تعین و بدبو ایک بستی سے دوسری بستی کو نکال دیئے جاتے تھے۔ بالآخر رحیمہؑ نے میدان میں ایک سایہ کے نیچے لے جا کر رکھا۔ محنت شقت کر کے گاؤں سے لائیں اور کھلاتی رہیں۔ ایک دن کچھ نہیں ملا۔ ایک کافرہ کے گھر جا کر قرض مانگا اس نے کہا تمہارے بال اچھے ہیں سمفوڑے کاٹ دو تب کھانے کو دوں گی بی بی رحیمہؑ یہ سن کر رو پڑیں اور کہنے لگیں اس سے معاف رکھ کیونکہ

میرا شوہر بجلے عصا کے ان بالوں کو پکڑ کر نماز کے لئے اٹھتا بیٹھتا ہے۔ وہ کافر نہیں مانی۔ ناچار بال کاٹ کر دنیا پڑے۔ تب شوہر کے لئے کھانے کو لائیں۔ شیطان بصورت پیر مرد حضرت ایوبؑ کے پاس پوچھا اور خبر دی کہ تیری بی بی کو چوری میں پکڑ کر سر کے بال کاٹے گئے ہیں۔ آپ بہت غمگین ہوئے اور قسم کھائی کہ اگر بیماری سے اچھا ہو جاؤنگا تو رحیمہؑ کو ستودرے باروں گا۔ قصہ اللہ تعالیٰ نے بعد آزمائش ایوبؑ کو شفا بخشی اور تنوسینکوں کی جھاڑ سے ایک مرتبہ بی بی رحیمہؑ کو مارنے کی اجازت دی کہ اس طرح قسم پوری ہوئی سورۃ انبیاء میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالْيُوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسِيحٌ
الشَّرِّ وَأَنْتَ الرَّحِيمُ ۝
فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِنْ
ضُرِّهِ وَأَتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِنْهُمْ
مَعَهُ رِزْقٌ مِّنْ عِندِنَا ۝
ذِكْرًا لِلْعَبِيدِ ۝

اور اسے نبیؑ ایوب کی وہ حالت یاد کرو جب انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھ کو (یہ) بیماری لگ گئی ہے اور تو سب رحم کر بیوالوں سے زیادہ رحم کر بیوالا ہے تو ہم نے ان کی سن لی اور جو دکھ ان کو تھا دور کر دیا اور ان کو ان کے اہل عطا فرمائے بلکہ ان کے ساتھ اتنے ہی اور یہ محض ہماری ہرمانی تھی اور عبادت کرنے والوں کے لئے یادگار۔

سورۃ ص میں ارشاد ہوا ہے:

وَحِذِّ بِمِثْلِكَ ضَعْفًا فَاصْرَبْ بِهِ
وَلَا تَحْنَنْتْ إِذَا وَجِدْتَ لَهُ مَهَابِرًا ۝

اور (ہم نے ایوب سے فرمایا کہ) سینگوں کا
ٹمٹھا اپنے ہاتھ میں لو اور (اپنی بی بی کو)

نَفْسَهُ اَتْبَعَتْ اِنَّهٗ اَوَّاہ ۝ اس سے مار لو اور قسم نہ توڑو بیشک ہم نے ایوب کو صابر پایا اچھی نیت تھی کہ جو غم و غمناکی

اس تمام قصہ میں بی بی رحیمہ کا پردہ نہیں تھا۔ کام کاج اور باہر نکل کر کسب معاش کی کال آزادی تھی تقویٰ اور پرہیزگاری ہی قید و پردہ تھا۔

حضرت موسیٰؑ فرعون بہ ہمراہی ہامان ملک مصر پہنچا اور شاہ مصر کو عرضی دے کر داروغہ گورستان ہو گیا۔ اس میں

زر کشیر جمع کیا اور مقربان شاہی کو رشوت دے کر کل شہر کی داروغائی حاصل کر لی قضا کے الہی سے وزیر مصروف ہو گیا۔ فرعون شاہ مصر کا وزیر مقرر ہو گیا

روپیہ جمع کرتا رہا پھر ایک سال کا روپیہ شاہ مصر کو دے کر رعیت کے لئے معافی کرائی اس طرح غریب غزا فرعون کے دعا گو اور حامی ہو گئے بعدہ دو سال کے لئے اور معافی دلائی۔ سب رعیت خیر خواہ ہو گئی بعد چند

مصر کا بادشاہ مر گیا کوئی وارث نہیں چھوڑا سب لوگوں نے فرعون کو تخت پر بٹھایا۔ فرعون نے ہامان کو وزیر بنایا ہامان کے کہنے سے علم و تعلیم کا چرچا بند کر دیا گیا۔ کچھ عرصہ میں سب لوگ جاہل ہو گئے اور خدا کو بھی بھول گئے

تب فرعون نے دعویٰ خدائی کیا اور اپنے لئے سجدے کا حکم دیا۔ قوم قبطی نے فرعون کو پوجنا شروع کیا لیکن بنی اسرائیل ایمان پر قائم رہے۔ فرعون بنی اسرائیل سے ذلیل ترین کام و خدمت قبطیوں کی کرتا تھا اور بنی اسرائیل

کی عورتوں سے قبطیوں کی عورتوں کی خدمت کرتا تھا فی زمانہ یہاں کے مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ امیر عورتیں نہ صرف غریب عورتوں سے کام

خدمت لیتی ہیں بلکہ غریب عورتوں کے لئے جائز کر دیا گیا ہے کہ وہ بے پردہ رکہہ باہر نکلا کریں امراء و علما نے اس تفریق کو واجب کر لیا ہے عصمت و عفت کے مسئلہ میں مساوات کجا بظاہر یہ نمونہ قبطیوں اور بنی اسرائیل جیسا قائم ہو گیا ہے۔ الغرض صرف ایک عورت بنی اسرائیل کی حضرت آسیہ تھیں جو فرعون کے نکاح میں تھیں اور دین حق پر قائم تھیں۔ ایک شب فرعون نے خواب دیکھا جس کی تعبیر یہ بتائی گئی کہ تین دن کے اندر ایک لڑکا رحم مادر میں ایسا آئے گا جو مملکت فرعون کو خراب کر دے چنانچہ فرعون نے اُن آیام کے لئے سب ہی کچھ احکام جاری کئے لیکن خود فرعون کے ندیم عمران کا نطفہ قرار پا ہی گیا۔ اُس وقت عمران کا ایک بیٹا ہارون اور ایک بیٹی مریم موجود تھی پھر موسیٰ پیدا ہوئے اور بموجب مشیت الہی ان کو صندوق میں رکھ کر ماں نے دریائے نیل میں ڈال دیا پھر مریم سے کہا کہ پیچھے پیچھے چلی جائے۔ فرعون اور آسیہ اپنے محل میں لب دریا بیٹھے تھے کہ صندوق کو آتے ہوئے دیکھا۔ قریب آیا تو فرعون نے پکڑنا چاہا۔ اُس کو نہیں ملا۔ لیکن بی بی آسیہ کو مل گیا۔ کھولا تو اس میں بچہ نظر آیا۔ فرعون اور آسیہ نے پرسش کی۔ موسیٰ کی بہن کہ جو پیچھے پیچھے آرہی تھی سب حال معلوم تھا۔ موسیٰ نے کسی عورت کا دودھ نہیں پیا۔ تب مریم نے کہا اجازت ہو تو میں تم کو دایہ لادوں۔ بعد اجازت اس سبیل سے موسیٰ کی والدہ بطور دایہ پہنچ گئیں اور انہیں نے دودھ پلایا۔

سورۃ طہ میں ارشاد ہوا ہے۔

اِذْ تَخْتَلِيْ اَخْتًا فَقَوْلْ هَلْ
اَدُّكُمْ عَلٰی مَنْ يَّكْفُلُهُ فَمِنْكُمْ
اِلٰى اَهْلِكَ كَتَمْتُمْ عَيْنَهَا وَلَا
تَحْزَنْ ۝

حبیب کہ تمہاری (موسیٰ کی) بہن کہتی چلی
بیا رہی تھی کہ (کہوتو) میں تم کو ایک
ایسی دایہ تبادوں جو اس کو پال لے
اور (اسی طرح) ہم نے تم (موسیٰ) کو پھر
تمہاری ماں کے پاس پہنچا یا تاکہ تمہیں
محنت نہ رہیں اور رنج نہ کریں۔

اس تذکرے سے واضح ہے کہ موسیٰ کی والدہ اور آپ کی بہن مریم کا
پر وہ نہیں تھا اور اپنے افعالی و اعمال میں آزاد و مختار تھیں۔

حضرت موسیٰ کے نکاح کا قصہ اس طرح منقول ہے کہ حبیب آپ
شہر مدین کے کنوئیں پر پہنچے۔ تو دیکھا ایک مقام پر دو گوں کی بھیڑ ہے جو
موسلیوں کو پانی پلا رہے تھے۔ اُن سے علیحدہ دو عورتیں اپنی بکریوں کو روکے
کھڑی تھیں۔ حضرت موسیٰ نے دریافت کیا تو اُن عورتوں نے کہا کہ حبیب
تک چر رہا ہے پانی پلا کر موسیٰ ہٹانے لے جائیں ہم پانی نہیں پلا سکتے۔ اور
ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں۔ سنہا کہ موسیٰ نے پانی کھینچا اور اُن کی بکریوں
کو پلا دیا۔ تب وہ عورتیں چلی گئیں۔ موسیٰ بھوکے تھے آپ نے دھماکی اتنے
میں ان دو عورتوں میں سے ایک کو دیکھا کہ اُن کی طرف شرماتی چلی آرہی ہے
اور کہا کہ میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں۔ المختصر اس طرح موسیٰ شریفیت
لے جاتے ہیں۔ اور حضرت شعیب جن کی یہ لڑکیاں تھیں ایک لڑکی کا
نکاح حضرت موسیٰ کے ساتھ کر دیتے ہیں۔ پھر یہ قرار پایا کہ آٹھ سال تک

موسیٰ ان کی نوکری کریں۔ سورۃ القصص میں یہ سب تذکرہ درج ہے جس سے ظاہر ہے کہ حضرت شعیب کی لڑکیوں کا پردہ نہیں تھا۔ اور وہ اپنے کام کاج کے لئے آزاد تھیں۔ چنانچہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَوَحَدَ مِنْ دُونِهِمَا امْرَأَتَيْنِ
تَذُوْنِ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا
قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتَّىٰ يُصَدِّقَ الرَّعَاءُ
فَالْبَوْنَا فَشَيْخٌ كَبِيرٌ
اور ان سے الگ دو عورتیں (بکریوں کی
روکے کھڑی ہیں (موسیٰ نے) پوچھا کہ تمہارا
کیا مطلب ہے وہ بولیں جب تک چرواہے
شہادہ لے جائیں ہم پلا نہیں سکتے اور ہمارے
والد بہت بوڑھے ہیں۔

اس کے بعد یہ بھی مذکور ہے۔

فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَمْشِي
عَلَىٰ اسْتِحْيَاءٍ قَالَتْ إِنَّ
بَنِي يَدْعُوْنَكَ۔

پھر لڑکی نے اپنے والد سے یہ کہا:

قَالَتْ إِحْدَاهُمَا يَا رَبِّ
اسْتَأْذِنَا إِنَّا خَيْرٌ مِّنْ
اسْتَأْذِنَاتِ الْقَوِيِّ الْأَمِينِ ۝

چنانچہ لڑکی کے والد یعنی شعیب نے موسیٰ سے کہا:

قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ
أَحَدٌ مِّنْهُنَّ عَلَىٰ أَنْ

کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں
میں سے ایک کو اس پر تمہارے نکاح میں

تَا حُبْرِي تَمْنِي حَجَّ فَاث
اَقَمْتِ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ
وَمَا اُسْرِيْدُ لَكَ اَشَقُّ
عَلَيْكَ ط

دوں کہ تم آٹھ برس میری نوکری کرو
اور اگر تم دس پورے کرو تو تمہارا احسان
مجھ اور مجھ کو تم پر (زیادہ) مشقت ڈالنی منظور
نہیں ہے۔

موسیٰ نے یہ مدت پوری کی اور بی بی کے ساتھ روانہ ہوئے۔
فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَى الْأَجَلَ
وَسَاءَ بِأَهْلِهِ أَنْت
يُنَّ جَانِبَ الطُّورِ فَأَلَافَ

پھر جب موسیٰ نے مدت پوری کی اور بی بی کو لیکر روانہ ہوئے تو طور (پہاڑ) کی
طرف سے ان کو آگ دکھائی دی

پھر موسیٰ اس آگ کی طرف چنگاری لینے کو جاتے ہیں اور یہیں آپ کو پیغمبری عطا
ہوتی ہے۔ بعدہ بموجب حکم خداوندی موسیٰ اپنی بی بی صفورا کو وہیں میدان
میں چھوڑ کر فرعون کی ہدایت کے لئے مصر روانہ ہوئے جو آپ کا مولد و مکن
تھا۔ عشا کا وقت تھا کہ گھریہ پہنچ کر دستک دی آپ کی بہن مریم نے نکل
کر پوچھا آپ نے فرمایا مسافروں مریم نے ماں کو اطلاع کی ماں نے کہا لا کر
اسے کھانا کھلا۔ حضرت موسیٰ اجنبی بنے ہوئے بچھونے کے کنارے پر جا بیٹھے
پھر آپ کے بھائی ہارون اور آپ کے والد عمران نے آکر دیکھا اور گفتگو کی
موسیٰ نے ہارون سے کہا کہ تم کو میری پیغمبری میں اللہ نے شریک کیا ہے
چلو فرعون کو خدا کی دعوت دیں۔ پھر اس دعوت کا قصہ ہے اور یہ کہ فرعون
نے اپنی بی بی حضرت آسیہ کو سخت اذیتیں دیں مگر آپ ایمان پر قائم رہ کر
شہید ہوئیں۔

مفسرین نے بیان کیا ہے کہ قارون نے ایک عورت کو زور
قارون مال دے کر اس سے یہ وعدہ لیا کہ وہ درمیان وعظ موسیٰ
 پر اپنے ساتھ نہ ناکی تہمت کا اعلان کر دے جب ایسا موقعہ آیا اور حضرت
 موسیٰ وعظ کہہ رہے تھے تو حسب قرار داد لوگوں نے عورت کو اعلان مذکور
 پر مجبور کیا لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ عورت نے موسیٰ کی پاکی بیان کی۔ اس قصہ سے بھی
 یہ امر واضح ہوا کہ موسیٰ کے عہد میں پردہ نہیں تھا۔

یوشع علیہ السلام حکم خدا کے مطابق یوشع ملک شام کو گئے وہاں سے شہر
 ایلیا میں آئے جہاں اکثر گمراہوں کو قتل کیا پھر شاہ باقی
 کے شہر بلقائیں آئے اس بادشاہ نے مقابلہ کیا مگر ہزیمت اٹھائی یوشع
 نے محاصرہ کر لیا۔ بلقائیں ایک عابد صاحب ایمان بلعم بن باعور کھان کے
 پاس جا کر قوم نے کہا کہ یوشع کے خلاف دعا کریں کہ وہ لوگ اُن پر فتح پائیں
 عابد نے انکار کیا اور کہا کہ وہ پیغمبر خدا ہیں بلعم کی عورت بہت خوبصورت
 تھی اور وہ اس پر فریفتہ و عاشق تھے بادشاہ نے عورت کو روپیہ دے
 کر راضی کیا اس گمراہ و راہزن ایمان نے بلعم سے سفارش کی بلعم نے جیلہ کیا اور
 کہا اچھی اچھی جوان و خوبصورت عورتیں یوشع کے لشکر گاہ میں بھیج دی جائیں
 اغلب ہے کہ وہ مرتکب نہ ناکوں تو اُس کی شومی سے ہزیمت پائیں بادشاہ
 نے ایسا ہی کیا مگر وہ نیک کردار خدا کے فضل سے اس فعل بد سے محفوظ
 رہے۔ اب یہ امر قابل غور رہتا ہے کہ اصل شے خوف خدا ہوتا ہے نہ
 پردہ اور قید۔ اگر تقویٰ ہے تو نہ مردوں کی ترغیب و جہارت نہ عورتوں کے

فریب و غمازیاں کام آسکتی ہیں۔

حضرت الیاسؑ آپ کے زمانہ نبوت میں قوم بنی اسرائیل میں ایک عورت تھی جس کا نام بعل تھا وہ انتہا درجہ حسین

و خوبصورت تھی۔ حضرت الیاسؑ کی ممانعت کے باوجود لوگ اس کی پرستش

میں مبتلا ہو گئے یہاں بھی عورتوں کی کال آزادی کا سہرو واضح ہوتی ہے

پھر اگرچہ عورت کی باقاعدہ پوجا بھی ہونے لگی تاہم اس کی آزادی برقرار

رکھی گئی اور کوئی احکام عورتوں کے قید و پردے کے صادر نہیں ہوئے

حضرت داؤدؑ طاوت نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنی بیٹی قاتل جالوت

سے بیاہ دے گا۔ داؤدؑ نے جالوت کو قتل کیا لیکن

طاوت نے عہد شکنی کی اور وعدہ پورا نہیں کیا۔ لڑائی ہوئی طاوت مارا گیا۔

داؤدؑ کو اس کی بادشاہت ملی اور اسکی لڑکی سے نکاح کیا۔ آپ کا ایک قصہ

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے ایک مرغ دیکھا اس کو پکڑتا چاہا وہ اڑ گیا

تغائب کیا دوران تغائب بطشانا می ایک عورت پر نظر پڑ گئی جو حوض میں نہ

نہا رہی تھی آپ کو دیکھ کر بطشانا نے اپنا جسم بالوں سے چھپا لیا یہ عورت اور یا کی

منسوبہ تھی حضرت داؤدؑ نے اور یا کو جہاد پر بھیجا جہاں وہ شہید ہو گئے پھر

بطشانا سے آپ نے نکاح کر لیا اس سے حضرت سلیمانؑ پیدا ہوئے حضرت

داؤدؑ اس بات پر بعدہ بہت روئے اور توبہ و استغفار کی۔ اور یا سے معافی

چاہی مگر ہر مرتبہ خواب میں اور یا نے معاف کرنے سے انکار کیا پھر اللہ تعالیٰ

نے توبہ منظور فرمائی اور یا کو حوروں پر فریفتہ کیا گیا ان کے عیوض میں

اور بپانے داؤد کو معاف کیا اور داؤد نے خواب میں دیکھ لیا۔

حضرت ہود کے زمانہ کا ایک قصہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک عورت عابدہ اور اس کا بیٹا صالح دونوں صحرا میں عبادت کیا کرتے تھے۔ ایک درخت انار سے ان کو دو انار پومیہ ملا کرتے تھے یہ ہی دونوں کا ذریعہ قوت و بسر تھا شتر برس اس طرح گزر گئے کہ ایک دن بیٹے نے کہا جی چاہتا ہے کہ بازار کی چیزوں میں سے کوئی چیز لا کر کھاؤں ماں نے منع کیا اور کہا کہ اللہ کے دیے ہوئے انار پر قناعت کر ولا پچ سے باز رہو دوسرے دن سے وہ انار نظر نہ آئے ایک رات اور ایک دن دونوں بھوکے رہے ایک گائے اجنبی آئی اور بولی کہ مجھ کو ذبح کر کے کھاؤ میں تمہاری حلال روزی ہوں ماں نے کہا یہ ہم کو گنہگار کرنا چاہتی ہے اس کو ہانک دیا گائے پھر آ موجود ہوئی ہاتھ پاؤں چھوڑ کر زمین پر لیٹ گئی اور حلق سامنے رکھ کر بولی مجھ کو ذبح کر کے کھاؤ میں تمہارا رزق حلال ہوں اُن دونوں نے پھر بھی اس کو ہانک دیا تیسرے دن وہ پھر آ گئی ناچار ذبح کر کے کباب بنا کر کھائے ایک عورت دلالہ نے یہ واقعہ دیکھا تھا اس نے صاحب بقر کو خبر کی اس نے داؤد کے پاس نالش کی دونوں ماں بیٹے حاضر آئے اور گائے کا بہ ضد ہونا بیان کیا صاحب بقر نے کہا کہ گائے نے کیسے بات چیت کی یہ بالکل غلط ہے الغرض عید کے دن داؤد نے نہایت خوش الحانی سے زبور پڑھی گائے نے زندہ ہو کر کہا کہ صاحب بقر ایک سوداگر کا نوکر تھا جس کو قتل کر کے مال و مولشی چھین لئے تھے اور اسی سے خود مالدار ہو گیا اور وہ سوداگر عورت عابدہ کا شوہر تھا۔

ان سب قصوں میں جن عورتوں کا ذکر ہے وہ بے پردہ تھیں۔ لیکن یہ قصے تمام طور پر قابل اعتماد نہیں ہیں کیونکہ قرآن سے تفصیل کی تائید نہیں ہوتی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام آپ تخت پر اڑا کرتے تھے ایک دن ہڈ ہڈ نے آپ سے دیر میں آنے کی یہ وجہ بیان کی کہ وہ شہر سبا کی ملکہ کو دیکھنے گیا تھا جس کا نام بلقیس تھا اور وہ شرابیل دیو کی دختر تھی حسین و باکرہ تھی لیکن بیدین تھی اور آفتاب کی پرستش کرتی تھی پھر ہڈ ہڈ سلیمان کا خط لے لگیا اور بلقیس کے سینہ پر جو سوری تھی رکھ کر چلا آیا بلقیس نے خط پڑھا اور ایمان لائی۔ بعدہ وزیر آصف بن برخیا بلقیس کا تخت لے آئے بلقیس نے جب سلیمان کا محل دیکھا تو شیشیوں کو پانی سمجھ کر اپنی نیند لیاں کھول دیں یعنی پانچے چڑھائے تب حضرت سلیمان نے دیکھا جیسا کہ سنا تھا کہ بلقیس کی نیند لیوں پر بکری کی طرح بال تھے چنانچہ دواسے وہ بال دور ہو گئے اور سلیمان بلقیس کو نکاح میں لے آئے۔

صیدون بادشاہ عنکبوت سے سلیمان کی لڑائی ہوئی عنکبوت مارا گیا اس کی دختر مقید ہوئی وہ ایمان لائی آپ نے اُس سے نکاح کر لیا وہ لڑکی شیطان کے اغوا سے بھرگراہ ہو گئی اور اپنے باپ کی صورت بنا کر مخفی طور پر پوچھنے لگی اس کی وجہ سے سلیمان چند روز بلا میں مبتلا رہے یعنی آپ کی انگوٹھی صحرہ دیو نے فریب سے حاصل کر لی اور تخت پر جا بیٹھا سلیمان کو پھر کسی نے نہیں تسلیم کیا آپ محروم ہو کر تباہش رزق نکالے ایک ماہی گیر کی نوکری کی ایک دن آپ دریا کے کنارے سو رہے تھے کہ ماہی گیر کی لڑکی جو کنواری اور حسین و دولت مند

تھی وہاں آئی اور دیکھا کہ ایک سانپ شاخ سبز منہ میں لئے سلیمان پر
 ہوا دسے رہا تھا لڑکی نے اپنے باپ سے کہا کہ مجھ کو اس شخص سے بیاہ
 دیجئے اس نے کہا یہ نوکر ہے لڑکی بہ ضد ہوئی آخر کار برفنا مندی سلیمان
 ماہی گیر نے نکاح کر دیا بعدہ مچھلی کے پیٹ سے سلیمان کو انگوٹھی دستیاب
 ہوئی اور اُسی کے ساتھ تخت و تاج بھی واپس مل گیا اس تمام قصہ میں
 جن عورتوں کا ذکر ہے وہ بے پردہ واضح ثابت ہیں۔

حضرت مکی علی آپ حضرت زکریا علیہ السلام کے فرزند تھے اور
 بڑھاپے میں پیدا ہوئے تھے حضرت زکریا کا وعظ
 سن کر آپ پہاڑوں کی طرف چلے گئے سات رات و دن آپ پہاڑوں پر
 روتے پھرے اور ماں آپ کی برابر پہاڑوں پر ڈھونڈتی پھرے ایک چرواہے
 کے ذریعہ ماں کو بتہ لگا کہ غار میں آکر رات کو رہا کرتے تھے الغرض ماں غار
 کے پاس پہنچ کر انتظار میں بیٹھی رہی اور جب شام ہوئی تو سمجھا بھگا کہ
 گھر کو لائیں اس قصہ میں والدہ حضرت یحییٰ کا جو حضرت زکریا پیغمبر کی زوجہ
 محترمہ تھیں پر وہ نہیں تھا۔

حضرت شمعون بعض نے شمعون کو دلی اور بزرگ لکھا ہے آپ کی
 بی بی نیک بخت پارساتھیں کافروں نے ان کو یہ فرسہ
 دیا کہ تم شمعون کو جو نہایت طاقتور تھے باندھ دو تو بادشاہ عموزیہ اس کو قتل
 کر کے تم سے نکاح کر لے گا یہ بی بی باتوں میں آگئیں پہلی مرتبہ رستی سے باندھا
 وہ شمعون نے توڑ دی حتیٰ کہ آخر مرتبہ لوسے کی زنجیر سے باندھا وہ بھی توڑ دی

بی بی نے ہر مرتبہ یہ بہانہ کیا کہ وہ قوت آزمائی تھیں بالآخر خود شمعون سے دریافت کر کے کہ آپ کس چیز سے باندھے جاسکتے ہیں حضرت کو انھیں کے بالوں سے باندھ دیا بادشاہ عموزیہ نے آپ کے ٹکڑے کرا کے دریائیں ڈلواد دیئے حکم خدا وہ سب ٹکڑے ایک جامہ کے اور شمعون نے تمام مکانات و زمین شہر کی کھود کر معہ کنار و دریا میں ڈال دی گھر پھونچ کر بی بی کے قتل کا ارادہ کیا تو خدا کا حکم ممانعت پہنچا کہ بی بی کو صت مارو اس نے نادانی کی اور بادشاہ عموزیہ کے کہنے میں آگئی عورت کی تقصیر معاف کرو اس قصہ میں حضرت شمعون کی بی بی کا پردہ نہیں تھا۔
 قصہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ ذکر یا کے زمانہ میں حنہ

بی بی مریم علیہ السلام

نامی ایک عورت بڑی زاہدہ تھی اس کے شوہر کا نام عمران تھا بعض کہتے ہیں کہ ذکر یا سے حنہ کی بڑی لڑکی اور بعض کے بقول حنہ کی بہن بیا ہی تھی آخری حمل کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ جنت بیت المقدس میں جا کر یاد خدا میں مشغول ہو گئی اور یہ دعا کی اور سنت مانی کہ یارب میرے پیٹ میں جو لڑکا ہوگا وہ میں نے بیت المقدس کی خدمت کے لئے تیری نذر کیا سورۃ آل عمران میں ارشاد ہوا ہے:

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرَانَ
 رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا
 فِیْ بَطْنِیْ.....

ایک وقت تھا کہ عمران کی بی بی نے
 عرض کی کہ اے میرے پروردگار
 میرے پیٹ میں جو ہے اس کو میں

آزاد کر کے تیری نذر کرتی ہوں۔

ایسی اولاد کو حسب دستور کسی اور کام پر نہیں لگایا کرتے تھے بعد
انقضاء نو ماہ حنہ لڑکی جنی اور شکستہ دل ہوئی کیونکہ لڑکی کی نذر کا دستور
نہیں تھا یہ بھی رنج کیا کہ میری نذر پوری نہ ہوئی سورۃ آل عمران میں ہے:

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ
إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ وَاللَّهُ
أَعْلَمُ بِمَا وَضَعْتَ وَلَئِنَّ
الَّذِي كَرِهَ اللَّهُ نَفْسًا
وَالَّذِي كَرِهَ اللَّهُ نَفْسًا
وَالَّذِي كَرِهَ اللَّهُ نَفْسًا
وَالَّذِي كَرِهَ اللَّهُ نَفْسًا

پھر جب انھوں نے بیٹی جنی اور اللہ
کو خوب معلوم تھا کہ انھوں نے کس رتبہ کی
جنی ہے تو لگیں کہنے کہ اے میرے پروردگار
میں نے تو یہ لڑکی جنی اور لڑکا لڑکی کی
طرح نہیں ہوتا اور میں نے اس کا نام
مریم رکھا ہے اور میں اس کو اور اس کی
نس کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں

الشرحیم ۵

الغرض اللہ تعالیٰ نے بی بی مریم کو قبول فرمایا اُن کو حضرت زکریا کی
سپردگی میں دیدیا گیا اس طرح انھوں نے پرورش پائی اور اللہ تعالیٰ نے
اُن کو دنیا جہان کی عورتوں میں انتخاب فرمایا جیسا کہ سورۃ آل عمران
میں فرمایا ہے:

وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يٰمَرْيَمُ
إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَ
طَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ
عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ ۝

اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم تم کو
اللہ نے برگزیدہ فرمایا اور تم کو پاک و
صاف رکھا اور تم کو دنیا جہان کی عورتوں
پر انتخاب فرمایا۔

معلوم ہوا کہ بی بی مریم کی والدہ حنہ کا پردہ نہیں تھا اور بی بی مریم بیت المقدس میں سب سے پردہ پرورش پاتی رہیں جب عمر آپ کی چودہ برس کی ہوئی اور غسل حیض کے لئے عین السلوئی کے چشمے پر گئیں تو بعد فراغت ایک جوان خوبصورت اجنبی بیچھے کھڑا دیکھا وہ جبریل تھے چنانچہ سورۃ مریم میں ارشاد فرمایا گیا ہے :

فَاَرْسَلْنَا بِالْحَمْدِ وَحَنَّا
فَقَتَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا
قَالَتْ اِنِّي اَعْصُو
بِالرَّحْمَنِ مِنْكَ اِنْ
كُنْتَ تَقِيًّا قَالَ اِنَّمَا
اَنَا رَسُولُ رَبِّكَ لِاهَبْ
لَكَ عَلِمًا نَكِيًّا قَالَتْ
اِنِّي يَكُونُ لِي عَلِيمٌ وَلَمْ
يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ
اَكُ بَغِيًّا

تو ہم نے اپنی روح کو ان کی طرف بھیجا تو وہ اچھے خاصے آدمی کی شکل بن کر ان کے روبرو کھڑے ہوئے وہ (مریم) لگیں کہنے کہ اگر تم پر ہیر گار ہو تو میں تم کو خدا کا واسطہ دیتی ہوں (جبریل) بولے کہ میں تو بس تمہارے پروردگار کا بھیجا ہوا ہوں اس لئے کہ تم کو پاک طہیت لڑکا دوں وہ (مریم) بولیں میرے دیہاں کیسے لڑکا ہو سکتا ہے حالانکہ نہ تو بچہ کسی مرد نے چھوا اور نہ میں کبھی بدکار رہی۔

یہاں تک حاملہ ہونے کا ذکر ہے اس کے بعد درود زہ آپ کو ایک درخت کھجور کی جڑ میں لے پہنچا وہاں بشارت ہوئی کہ کھجور کو ہلاؤ اور چشمے کا پانی پیو اور بیٹے کو دیکھا جو پیدا ہو گیا تھا آنکھیں ٹھنڈی کر دے۔ پھر حکم ہوا کہ لڑکے کو لیکر یہاں سے جاؤ اور راستہ میں اگر کوئی تم سے پوچھے

تو خاموش رہو اور کہہ دو کہ میں نے رحمن کے لئے روزے کی منت مان رکھی ہے کہ میں آج کسی آدمی سے بات نہیں کر سکتی جیسا کہ سورۃ مریم میں فرمایا گیا ہے :

فَاتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهَا
قَالُوا يَمْرُؤٌ لَقَدْ جِئْتَ
شَيْئًا فَرِيًّا يَا أَخْتَ
هَؤُلَاءِ مَا كَانِ الْفُؤُكُ
أَمْسَ آسُوءَ مَا كَانَتْ
أُمُّكَ بَغِيًّا

پھر مریم الڑکے کو گود میں لے اپنی قوم کے پاس لائیں وہ لگے کہہ کہ مریم! یہ تو تو نے بہت ناپا لائق کام کیا ہے ہارون کی بہن نہ تو تیرا باپ ہی برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی بدکار تھی

نبی مہم نے بموجب ہدایت باری تعالیٰ اشارہ کر دیا کہ جو کچھ پوچھنا ہے اس سچے سے پوچھو چنانچہ حضرت عیسیٰ نے گواہی دی اور اپنی پیغمبری کا اظہار فرمایا بی بی مریم کی عصمت و عفت تمام خلایق پر ثابت ہو گئی۔ اس قصہ میں نبی بی بی مریم کا بے پردہ ہونا تو حق فطری تھا جو تمام دیگر عورتوں کو ازل سے حاصل ہوتا ثابت ہوتا چلا آیا ہے البتہ ایک صورت یہ نمایاں کی گئی ہے کہ بے علم ذاتی و مشاہدہ عینی کسی عورت پر الزام نہ لگانا چاہئے۔

سرور کائنات کی ولادت سے قبل اہل عرب کی یہ بے شرعی بیچمانی کیفیت تھی کہ عورتوں کو جائداد منقولہ قرار دے کر قمار بازی میں داؤں پر لگا دیا جاتا تھا باپ کی منکوحہ بطور وراثت بیٹی کو ملا کرتی تھی حقیقی بہنوں سے یہ یک وقت شادی جائز تھی تعداد

ازواج مقررہ نہیں تھیں زنا کاری کا عام رواج تھا بے حیائی بیروں از
وہم و گمان تھی امراء القیس جو شاہزادہ بھی تھا اور شاعر بھی اُس نے
قصیدے میں اپنی پھوپھی زاد بہن کے ساتھ زنا کاری بڑے لطف
سے بیان کی اور قصیدے کو کعبہ پر اوڑھ لیا اس سے بھی زیادہ
جیسا سونہ یہ بات تھی کہ عام مرد و زن برہنہ ہو کر کعبہ کا طواف کرتے
تھے حدود حرم میں پہنچ کر سب لوگ کپڑے اتار دیتے تھے اور ننگے
ہو کر کعبہ کے گرد گھومتے تھے عورتوں کا بھی یہی حال تھا برہنہ ہو کر
طواف کرتی تھیں اور گاتی جاتی تھیں کہ ”آج اس کا کچھ یا پورا حصہ کھلا
رہے گا۔ اور جو کھلا ہے اس کو میں حلال نہیں کرتی“ عام لباس ان عورتوں
کا ایسا تھا جس میں کچھ حصہ سینہ کا کھلا رہتا تھا اور بازو و کمر اور ہنڈلیوں
کے بھی بعض حصے کھلے رہتے تھے۔

باشتم کا نکاح ایک مرتبہ باشتم بغرض تجارت ملک شام کو گئے راستہ
میں مدینہ منورہ پڑا وہاں قیام کیا مدینہ میں سالانہ
بازار لگا کرتا تھا یہ اُس بازار میں گئے وہاں ایک عورت کو دیکھا جو اپنی
سیرت اور مزاج سے شریف و ہوشمند معلوم ہوتی تھی اور حسین
و خوب و بھی تھی دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ بنی سجار سے تھی اور نام
اس کا سلمیٰ تھا۔ باشتم نے اس سے شادی کا پیام کیا اُس نے منظور
کر لیا لہذا نکاح ہو گیا بعدہ باشتم ملک شام کو چلے گئے مقام غزہ پر
پہنچ کر اُن کا انتقال ہو گیا سلمیٰ حاملہ ہو چکی تھیں لڑکا پیدا ہوا اُس کا نام

شیشہ رکھا لڑکے نے قریب آٹھ سال تک مدنیہ میں پرورش پائی باپ کے
 کے بھائی مطلب کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو مدنیہ پہنچ کر برادر زاد
 کی جستجو کی سلمیٰ کو معلوم ہوا تو ان کو بلوایا تین دن مہمان رکھا چوتھے دن
 شیشہ کو لیکر جن کی عمر آٹھ سال تھی مطلب کہ معظمہ کو روانہ ہو گئے
 یہاں پہنچ کر شیشہ کا نام عبدالمطلب ہو گیا یعنی مطلب کا غلام کیونکہ انہیں
 نے پرورش کیا تھا۔ اس روایت میں سلمیٰ کی آزادی اور اختیار مناکحت
 بین و واضح ہے۔

عبدالمطلب نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر دس
 عید اللہ اور کی بہنیں بیٹوں کو اپنے سلسلے میں جو ان دیکھ لوں تو ایک
 کو راہ خدا میں قربان کر دوں گا ان کی آرزو پوری ہو گئی کعبہ کے پرستار
 سے قرعہ اندازی کرائی گئی اُس میں عبد اللہ (پدر بزرگوار بنی اکرم) کا نام
 نکلا عبدالمطلب اُن کو ہمراہ لے کر قربان گاہ کو چلے گئے عبد اللہ کی بہنیں
 ساتھ ساتھ تھیں وہ رونے لگیں اور کہا عبد اللہ کے عیوض دس
 اونٹ قربان کر دیجئے اور ان کو چھوڑ دیجئے چنانچہ اونٹوں پر قرعہ اندازی
 کی گئی اور دس اونٹوں سے لے کر ستواونٹوں تک قرعہ ڈالا گیا تب
 کہیں ستواونٹوں کا قرعہ نکلا اس طرح ستواونٹ قربانی کر کے عبد اللہ
 کی جان بچی۔ واضح ہے کہ عبد اللہ کی بہنوں کا بھی پردہ نہیں تھا۔

سردار عبد اللہ (پدر بزرگوار رسول اللہ)
 کا ایک واقعہ ابو نعیم و خرابطی و ابن عساکر
 سردار عبد اللہ کی عفت نفس

نے ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ فاطمہ بنت الخثعمیہ نے اُن سے اظہار محبت کیا اور اپنی جانب متوجہ کرنے کے لئے شواہد و نمونوں کا عطیہ بھی دینا چاہا لیکن انھوں نے اس درخواست کے جواب میں یہ قطعہ پڑھ کر سنایا: ”فصل حرام کے ارتکاب سے تو مرجانا ہی اچھا ہے۔“ بیشک میں پسند کرتا ہوں مگر اس کے لئے اعلان ضروری ہے کہ تم مجھے بہکاتی اور پھسلاتی ہوؤ مگر شریف انسان کو لازم ہے کہ اپنی عزت اور دین کی حفاظت کرے۔“

ایک روایت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ عبداللہ بن عبدالمطلب ایک دن کسی کام کو کہیں جا رہے تھے راہ میں خواہر رقیہ بنت نوفل سے ملاقات ہوئی وہ عورت کتب سماوی سے خوب واقف تھی۔ خوبصورت۔ صاحب عصمت۔ ناکتخدا اور مالدار ہوتے ہوئے مکہ میں مشہور و معروف تھی اُس نے عبداللہ کو دیکھ کر اُن کی پیشانی میں نور محمدی کو پہچان لیا بیقرار ہو گئی اور عبداللہ سے وصال جسمانی کی خواہاں ہوئی بولی اگر مجھ سے نکاح کرو تو نواشتراور مال و خزانہ دون گئی اُس کو یہ علم نہیں تھا کہ عبداللہ کا بیاہ ہو چکا ہے یا نہیں عبداللہ نے جواب دیا کہ اپنے باپ سے پوچھ لوں تو اذن دون گا۔ گھر پر پہنچے اور بی بی آمنہ سے ہم بستر ہوئے تو وہ نور محمدی منتقل ہو کر بی بی آمنہ کے رحم مبارک میں آیا دوسرے دن آپ نکاح کے لئے گئے لیکن عورت نے دیکھ کر یہ معلوم کر لیا کہ وہ نور محمدی منتقل ہو چکا ہے تو اُس

نے نکاح کرنے سے انکار کر دیا۔

حضرت آمنہؓ عرب میں دستور تھا کہ سال میں دو مرتبہ دیہات سے شہر میں عورتیں آیا کرتی تھیں اور شرفاء شہر اپنے شیرخوار بچوں کو ان کے حوالہ کر دیتے تھے آنحضرتؐ کو حلیمہ دہلی کے حوالہ کیا گیا تھا حلیمہ دہلی نے بعد پرورش آنحضرتؐ کو عبدالمطلب کے سپرد کر دیا بی بی آمنہؓ آنحضرتؐ کو ہمراہ لے کر اپنے بھائی کے یہاں سفر کر کے پہنچیں ایک دن دارالناجہ میں قیام کیا دو اونٹ اور ام ایمن لوٹتی ہیں ہمراہ تھی پھر بی بی آمنہؓ اپنے بھائی کے گھر سے مکہ کے سفر پر روانہ ہوئیں اثنائے راہ میں بیمار ہوئیں اور مقام ابواہو شجر انتقال فرما گئیں اس وقت آنحضرتؐ کی عمر شریف پانچ اور بروایت دیگر سات برس کی تھی۔

حضرت خدیجہ الکبریٰؓ آنحضرتؐ کے چچا حضرت ابوطالب آپ کو اپنے ہمراہ لیکر خدیجہؓ کے دروازہ پر گئے اور کہلا بھیجا کہ ابوطالب کچھ عرض کرنا چاہتا ہے وہ بولیں ان کو یہیں لے آؤ تب ابوطالب رسول اللہ کو لئے ہوئے گئے خدیجہؓ اس وقت تخت پر بیٹھی ہوئی تھیں اور ستر کنیزیں کمر بستہ خدمت میں کھڑی تھیں ابوطالب نے کہا یہ میرا برادر زادہ ہے نام ان کا محمد بن عبد اللہ ہے آپ ان کو نوکر رکھ لیجئے تو آپ کے فیض عام سے یہ بھی بہرہ مند ہوں اور دعا کریں حضرت خدیجہؓ نے اُسی وقت سے نوکر رکھ لیا یہ بیوہ تھیں مگر بڑی تاجروہ تھیں۔ خدیجہؓ نے آنحضرتؐ کو اپنے غلام مسیرہ کے ساتھ

نجات شام کو روانہ کیا وہاں منافقہ کثیر ہوا منیسرہ غلام سے خدیجہؓ کو آنحضرتؐ کے حالات سفر سے آگاہی ہوئی تو حضورؐ کے کمالات معلوم ہو کر بہت متاثر ہوئیں حضرت خدیجہؓ نے خود نکاح کا پیغام دیا رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میرے چچا سے کہئے چنانچہ خدیجہؓ نے معہ ہدایا و تحائف پیغام آپؐ کے چچا سے کیا بالآخر یہ پیغام منظور ہوا اور نکاح ہو گیا۔
 روایات بالا میں جن عواقین کا تذکرہ درج ہوا وہ سب قیود پر وہ سے آزاد اور سلسلہ مناکحت قائم کرنے میں با اختیار ثابت ہیں۔

باب سوم احکام القرآن

سورۃ آل عمران میں باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

تٰوِیْلُ هُوَ الَّذِیْ اُنْزِلَ

عَلَيْكَ الْكِتٰبُ مِنْهُ اٰیٰتٌ
مُّحْكَمَتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ
وَاُخْرٰى مُتَشٰبِهَتٌ فَاَمَّا
الَّذِیْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ شُرَیْخٌ
فَیَتَّبِعُوْنَ مَا لَشَابَهَ مِنْهُ
لِیُبْتَغِیَ الْفِتْنَةَ وَ اُتْبِعَا
قَاوِیْلَهُمْ وَمَا یَعْلَمُ تَاوِیْلَهُ
اِلَّا اللّٰهُ وَالشَّٰرِکُوْنَ
فِی الْعِلْمِ یَقُولُوْنَ اَمَّا بِه
كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا وَمَا یَذَّكَّرُوْنَ
اِلَّا اُولَٔیَ الْاَلْبَابِ ه

وہی (قادر مطلق) ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری
جس میں سے بعض آیتیں محکم (صاف و صریح) ہیں
کہ وہی اصل کتاب ہیں اور دوسری مبہم و مشتبہ
(المراد) تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ تو
انہیں مبہم آیتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں تاکہ
فساد پیدا کریں اور تاکہ اُن کے (اصل) مطلب
کی توجہ لگائیں حالانکہ اللہ کے سوا اُن کا (اصلی)
مطلب کسی کو معلوم نہیں اور جو لوگ علم
میں پختہ کار ہیں وہ یوں کہتے ہیں کہ اس
پر عارا یا ایسی یہ سب ہمارے پروردگار کی
طرف سے ہے اور نصیحت وہی لوگ
قول کرتے ہیں جو کہ اہل عقل ہیں۔

کسی لفظ کے ظاہری و لغوی معنی چھوڑ کر کوئی اور معنی لینا تاویل کہا جاتا ہے

اسلام کے سب فرقے سوائے حشویہ کے تاویل کو جائز رکھتے ہیں اور بابا ظاہر کے نزدیک تاویل کہیں جائز نہیں مثلاً قرآن مجید میں ہے کہ خدا کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔ امام ابوالحسن اشعری کا قول ہے کہ ان الفاظ کے اصلی معنی مراد ہیں کوئی مجاز یا استعارہ نہیں ہے۔ المختصر یہ وہ مسئلہ ہے جس میں ارباب ظاہر اور ارباب باطن میں اختلاف ہے اور لزوم افراط تفریط تک پہنچ چکی ہے بعض اس درجہ بڑھ جاتے ہیں کہ سرے سے ظاہر کو اڑا دیتے یا ظاہر کو تقریباً کل بدل دیتے ہیں اور بعض اس قدر مبالغہ کرتے ہیں کہ ”کن فیکون“ کی تاویل سے بھی منع کرتے ہیں اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ تاویل کو بطور حفظ ماتقدم نفع عام کی خاطر روکا گیا کہ جب ایک مرتبہ دروازہ کھل جاتا ہے تو بات قابو سے باہر ہو کر سد باب محال ہو جاتا ہے اور اعتدال قائم نہیں رہتا جب اعتدال سے قدم آگے بڑھتا ہے تو کوئی حد معین نہیں رہتی۔ قابل تاویل مضامین میں زیادہ تر خدا کے صفات۔ حشر۔ قیامت۔ معراج۔ عذاب قبر۔ میزان۔ پل صراط۔ دوزخ۔ جنت وغیرہ ہیں اور تو اہی میں تاویل کی گنجائش بہت کم ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ جس چیز کا ذکر قرآن و حدیث میں ہو پہلے اس کا وجود ذاتی ماننا چاہئے اگر وجود ذاتی ثابت نہ ہو سکتا ہو تو حسی پھر خیالی پھر عقلی اور پھر شبہی تاویل سے کام لینا چاہئے یہ فیصلہ مسئلہ تاویل کا قطعی مانا گیا ہے اور متاخرین نے بھی اسی بنیاد پر تاویل کا فیصلہ کیا ہے ایک اصول یہ بھی قرار دیا گیا ہے کہ دلیل قطعی اس بات کی موجود ہو کہ ظاہری معنی مراد نہیں ہو سکتے تب اور معانی کی طرف رجوع کرنا چاہئے یہ اصول بھی صحیح

سہے یعنی جب وجود ذاتی یا بالفاظ دیگر ظاہری معنی مراد لینے میں کوئی محال لازم آتا ہو تو تاویل کرنی چاہئے۔ یہ معاملہ زیادہ تر دقیق مسائل میں پیش آتا ہے پر د کے مسئلہ میں جن آیات پر استدلال کیا جاتا ہے وہ بین و صریح ہیں تاویل کی بہت کم گنجائش ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا دیا ہے کہ قرآن زبان عربی میں ضرور ہے لیکن اس میں کوئی پیچیدگی یا کجی نہیں ہے چنانچہ حسب ذیل آیات پیش نظر رکھنا چاہئے۔ "سورة الزمر" میں ارشاد ہوا ہے :

قَسَّ اِنَّا عَمَّا بِيَا غَيْرِ ذِي
عَفِجٍ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝

یہ قرآن (صاف اور سلیس) عربی (زبان) ہے اس میں کسی طرح کی کجی نہیں تاکہ (لوگ) ڈریں۔

"سورة البقرہ" میں فرمایا جاتا ہے :

وَلَقَدْ اَنزَلْنَا اِلَيْكَ اٰیٰتٍ
بَيِّنٰتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا
اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ۝

اور (لے پیغمبر) ہم نے تمہارے پاس آئینیں بھیجی ہیں صاف (اور واضح) اور ان سے انکار نہیں کرتے مگر وہی جو نافرمان ہیں۔

اسی سورة میں مزید ارشاد ہوا۔

هٰذِهِ اِلَیَّ النَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ
الْحُدٰی وَالْهُنِّ قَاتِطِ

(قرآن) لوگوں کا رہنما ہے اور (اس میں) ہدایت اور تمیز کے کھلے کھلے حکم (موجود) ہیں

سورة روم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ نَعْبُدُكَ اِلٰهًا
يَقُوْمُ يَتَّقِلُوْنَ

ہم اسی طرح آیات کو کھول کھول کر عقل والوں کیلئے بیان کیا کرتے ہیں۔

لباس کی تعریف حق تعالیٰ نے سورۃ الاعراف میں لباس کے متعلق فرمایا ہے :

يٰۤاَيُّهَا اٰدَمُ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ
لِبَاسًا مِّنَّا لِتَرَىٰ سَعَاۤءَ قَوْمِكَ
وَلِتَشَاطِرَ لِّبَاسِ التَّقْوٰى
ذٰلِكَ خَيْرٌ

اے بنی آدم ہم نے تمہارے لئے لباس اتارا
جو تمہارے پردے کی چیزوں کو چھپائے
اور (موجب) نہ نیت (بھی) ہو اور پرہیزگاری
کا لباس یہ (سب لباسوں سے) بہتر ہے۔

لباس ظاہری و باطنی کی اس سے بہتر کوئی تعریف نہیں ہو سکتی لباس کی
غایت و غرض یہ ہوتی کہ وہ مرد و زن کے اُن اعضائے جسمانی کو پوشیدہ رکھے
جن کا کھلا رہنا باعث شگ و عار ہوتا ہے۔ پھر یہ ہی لباس نہ صرف حیوان
مطلق اور انسان میں نمایاں امتیاز ظاہر کرتا ہے بلکہ خوشنما اور بھلا بھی معلوم
ہوتا ہے لیکن جملہ ظاہری لباسوں سے بڑھ کر تقویٰ اور پرہیزگاری کا لباس
قرار دیا گیا ہے کون نہیں سمجھ سکتا کہ اعمالِ حسنہ کے سلسلے قیمتی سے قیمتی
لباس ظاہری کی وقعت نہیں ہوتی یہ بات ذہن نشین رہے کہ اس آیت میں
مرد و زن یکساں مخاطب ہوئے ہیں۔

لباس اور نماز سورۃ الاعراف میں باری تعالیٰ فرماتا ہے :

يٰۤاَيُّهَا اٰدَمُ خُذْ زِينَتَكَ
عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوْا وَشَرُّوْا

اے بنی آدم ہر ایک نماز کی وقت (لباس سے)
اپنے تئیں آراستہ کر لیا کرو (یا۔۔۔ اے

اَنْتَر لَوْ اَوْ لَا لَيْسَ فَوَاط
 اِنَّهٗ لَا يَحِبُّ الْمُسِيْرَ فَاِنَّهٗ
 اولاد آدم کی تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا
 لباس پہن لیا کرو اور کھاؤ اور پیو اور فضول
 خرچیاں نہ کیا کرو کیونکہ اللہ فضول خرچ
 کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

یہ حکم بھی اولاد آدم یعنی مرد و عورت دونوں کے لئے صادر ہوا ہے کہ ہر
 نماز کے وقت یا مسجد میں ہر نماز کی حاضری کے وقت لباس پہن لیا کریں کھانے
 پینے کی اجازت کے ساتھ ساتھ فضول خرچی کی ممانعت فرمائی گئی ہے ہر نماز
 کے وقت لباس پہننے کا یہ مطلب ہوگا کہ نماز خواہ مسجد میں خواہ گھر کے اندر
 ادا کی جائے لیکن مسجد کی نماز باجماعت اور گھروں میں تنہائی کی نماز اس میں
 بین فرق ہوتا ہے اور لباس میں بھی تفاوت ہو سکتا ہے۔ مولانا اشرف علی صاحب
 نے مسجد کی حاضری کے وقت کا جو ترجمہ کیا ہے وہ بہ لحاظ الفاظ زیادہ مناسب
 اور صحیح معلوم ہوتا ہے۔ نماز باجماعت کی فضیلت مسلمہ ہے اور ایسی نماز
 مسجد ہی میں ادا کی جاتی ہے اب یہ بات قابل غور ہوگی کہ یہ حکم مسجد میں نماز
 کی حاضری کے لئے مرد و زن کو یکساں دیا گیا ہے اس حکم کے ہوتے ہوئے یہ
 کس طرح مانا جاسکتا ہے کہ عورتیں مسجد کی حاضری نماز باجماعت سے ممنوع یا محروم
 کر دی گئی ہیں۔

سورة البقرہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ
 مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا
 اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی
 مسجدوں میں خدا کے نام لئے جانے کو

اَسْمُهُ وَ مَسْحُ فِي
خَسَ اِجْطَا
منع کرے اور ان کی خرابی (بے رونقی)
کے درپے ہو۔

اس حکم کے پیش نظر اگر عورتوں کو مسجدوں میں خدا کا نام لئے جلنے یعنی
نماز پڑھنے سے منع کیا جائے تو ممانعت کر نیوالوں کو صریح طور پر ظالم قرار
دیا گیا ہے۔

سورة التوبة میں باری تعالیٰ مزید ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا يَجْمَعُ مَسْجِدَ اللّٰهِ مَنْ
اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
وَاَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى
الزَّكَاةَ
اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد رکھتا
ہے جو اللہ اور روز آخرت پر
ایمان لایا اور نماز پڑھتا اور
زکوٰۃ دیتا رہا۔

اس حکم میں بھی مردوں اور عورتوں کی کوئی تفریق و تخصیص نہیں ہے اللہ
اور روز آخرت پر ایمان لانا اور نماز پڑھنا اور زکوٰۃ دینا اسی طرح عورتوں
پر فرض ہے جس طرح مردوں پر۔ مسجدوں کو آباد رکھنے میں عورتوں کا بھی حصہ
ہے اور مردوں کا بھی۔ اس فرض سے کسی ایک جنس کو مستثنیٰ یا ممتنع
نہیں کیا گیا ہے۔

چہاں سورة التوبة میں ارشاد باری ہوتا ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاؤُكُمْ
اَوْ اَبْنَاؤُكُمْ وَاهْلَاؤُكُمْ
مُشْرِكُوْنَ
اے پیغمبر ایمان والوں سے کہہ دو کہ اگر تمہارے
باپ اور بیٹے اور تمہارے بھائی اور

أَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ
اَقْتَرَفْتُمْوهَا وَتِجَارَةً تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا
وَمَسَاكِينَ تَرْضَوْنَهَا احْبَبَ
إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ
وَجِهَانِهِ فِي سَبِيلِهِ فَتَوَلَّوْا
حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ عَظِيمٍ
وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الظَّالِمِينَ ۝

تمہاری بیبیاں اور تمہارے کہنہ دار
اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور
سوداگری جس کے مندا پڑ جانے کا
تم کو اندیشہ ہو اور مسکانات جو تم کو
پسند ہیں اللہ اور اس کے رسول
اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے
سے تم کو زیادہ عزیز ہوں تو انتظار کرو
یہاں تک کہ جو کچھ خدا کو کرنا ہو وہ لا موجود کرے
اور اللہ ان لوگوں کو جو سرتابی کریں ہدایت
نہیں کرتا۔

اس حکم کے مخاطب تمام مسلمان مرد اور عورتیں ہیں عورتوں کو شرکت جہاد
سے مستثنیٰ رہنے کی کوئی سند نہیں یہ امر مسلمہ ہے کہ جہادوں میں
عورتوں نے مسلسل شرکت کی اور اموال غنیمت سے اُن کو حصہ ملا اس
حکم میں سرتابی کرنے والوں کو ہدایت الہی سے محروم ہو جانے کا اعلان فرمایا
گیا ہے مزید برآں عذاب سے بھی متنبہ کیا گیا ہے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے
کہ بغیر حکیم استشنا کسی فرقہ یا گروہ کا حدود جہاد سے باہر نکل جانا حکم مذکور
کی خلاف ورزی متصور ہوگی۔

سورة النساء میں باری تعالیٰ فرماتا ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اخْذُوا حِذْرَكُمْ
اے ایمان والو اپنی احتیاط رکھو اور

فَالْفِرُّ وَالثَّبَاتُ وَالْفَرُّ فَ
جَمِيعًا

دشمنوں کے مقابلہ میں زکلا کر و تہ دستے
و کے دستے، بکر زکلا کر و یا دسب کے سب، ایک
ساتھ نکل کھڑے ہوا کرو۔

یہ بھی ایک صورت جنگ و جہاد کی ہے جس کے لئے صریح ہدایت
کی گئی ہے کہ دستے کے دستے بن کر نکلنا چاہیے یا سب کے سب ایک
ساتھ نکل آیا کریں اس مسئلہ میں بھی مرد و زن کی کوئی تفریق نہیں ہے اور
نہ کوئی استثناء کیا گیا ہے۔

مجاہدین کی فضیلت اسی سورۃ النساء میں حق تعالیٰ فرماتا ہے:
فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ
وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ
عَسَىٰ جَارًا

اس حکم کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے عورتیں ممنوع و محرم
نہیں کی گئی ہیں بیٹھ رہنے کے بجائے اگر وہ جان و مال سے جہاد کریں
تو کوئی مخالفت نہیں ہے بلکہ بڑی فضیلت ہوگی۔

جہاد سے مستثنیات سورۃ التوبہ میں باری تعالیٰ فرماتا ہے:

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا
عَلَى الْمَرْضَىٰ وَلَا عَلَى الَّذِينَ

(اے نبی!) کمزوروں پر کچھ سختی نہیں
اور نہ ان لوگوں پر جن کو خرچ میسر

لَا يَجِدُونَ مَا يَنْفِقُونَ
 حَرَجٌ إِذَا صَبَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ
 مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِن سَبِيلٍ

نہیں بشرطیکہ اللہ اور اس کے رسول
 کی طرف سے دل سے صاف اور
 نخلص ہوں (ان) کو کاروں پر کوئی
 الزام نہیں۔

مذکورہ بالا حکم میں جو لوگ جہاد سے مستثنیٰ کئے گئے ہیں ان میں
 عورتیں شامل نہیں ہیں تاہم اور کمزوروں پر سختی نہیں رکھی گئی ہے
 وہ لوگ خواہ مرد ہوں یا عورتیں جو جہاد میں شریک نہ ہو سکیں ان کے
 واسطے یہ حکم دیا گیا ہے کہ مخلصانہ طور پر دعا گو اور خیر طلب رہیں۔

یہ مسئلہ بھی جہاد سے کچھ کم درجہ نہیں رکھتا اس کی بھی
 بڑی فضیلت اور اہمیت ظاہر فرمائی گئی ہے۔ باری

ہجرت

تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا إِلَى اللَّهِ
 مِن بَعْدِ مَا ظَلَمُوا لَنُبَوِّئَهُمْ
 فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَآخِرَةً
 أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ

جن لوگوں نے ہجرت کی اللہ کیلئے ظلم
 اٹھانے کے بعد ہم ان کو بہتر اور پسندیدہ
 ٹھکانے اور مقامات پاکیزہ دیں گے
 اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے
 کاش دوسرے لوگ بھی اسے جان لیں۔

اس حکم میں مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں دونوں شامل ہیں یہاں
 جو کوئی مظلوم و مجبور مسلمان مرد یا عورت اللہ کی راہ میں ہجرت کرے
 اس کے لئے نہ صرف بہتر اور مرغوب مقامات کا وعدہ فرمایا گیا ہے

بلکہ آخرت میں بڑے اجر کا مستحق قرار دیا گیا ہے یہ امر کبھی مسلمہ
ہے کہ ہجرت کے مواقع پر مسلمان عورتوں نے اُسی دلیری اور
خلوص سے حصہ لیا جس طرح مردوں نے اس میں بھی شک و شبہ
نہیں کہ مسلمان عورتیں ہجرت سے مستثنیٰ یا ممتنع نہیں کی گئی ہیں۔

سورۃ البقرہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے :

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ
هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي
سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ
يَرْجُونَ رَحْمَةَ اللَّهِ وَاللَّهُ
غَفُورٌ رَّحِيمٌ ه

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے
اللہ کی راہ میں ہجرتیں کیں اور جہاد
(بھی) کئے یہ ہی ہیں جو خدا کی رحمت
کی اس نگاہ سے ہیں اللہ بخشنے والا
مہربان ہے۔

یہاں بھی مرد و عورت میں کوئی تفریق نہیں ہے اور ہجرت و جہاد
کا یکساں حکم ہے جس طرح ہجرت میں عورتوں کا حصہ ہے اُسی طرح
جہاد میں بھی چنانچہ ہجرت اور جہاد میں حصہ لینے والے مرد اور عورتیں
بلا تفریق جنس رحمت الہی کے خواستگار ہو سکتے ہیں اور بارگاہ الہی
سے دونوں کے لئے رحمت و بخشش کا وعدہ ہے یہ بھی واضح
ہے کہ مرد اور عورت ہجرت و جہاد میں برابر کے شریک ہیں عورتیں
مستثنیٰ یا ممتنع نہیں کی گئی ہیں۔ اور عملی کارناموں کے تذکرے سننے
آئندہ یہ بات بھی ثابت ہو جائے گی کہ ہجرت و جہاد میں عورتوں نے
واقعی شاندار خدمات انجام دی ہیں۔

بی حیائی اور زیادتی

سورۃ الاعراف میں حق تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ
مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ
وَالْأَكْثَمُ وَالْبَيْضُ بِغَيْرِ
الْحَقِّ.....

(اے نبیؐ لوگوں سے کہو کہ میرے پروردگار
نے تو بے حیائی کے کاموں کو منع فرمایا
سے وہ ظاہر ہوں تو اور پوشیدہ ہوں
تو اور ناحق زیادتی کرنے کو۔

اس حکم کی رو سے ہر علانیہ اور خفیہ بے حیائی کے کام کی ممانعت
فرمائی گئی ہے اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی ممنوع قرار دیا گیا ہے کہ کسی پر
ناحق زیادتی کی جائے یہاں بھی مرد و زن کی کوئی تفریق و تخصیص نہیں
ہے۔ فواحش میں ہر قسم کی بے شرمی اور بے حیائی اور بدکاری
شامل ہے جو کوئی مرد یا عورت مرتکب فواحش ہو وہ حکم الہی کی
قانون شکنی کرتا ہے اور مستوجب سزا ہوگا بایں ہمہ یہ بھی ممنوع
ہے کہ انسداد بے حیائی کی خاطر کسی گروہ مسلم کو بطور حفظ یا تقدم
مقید کر دیا جائے کہ یہ سزا داخل زیادتی ہوگی ہر جرم کے لئے سزا
معین ہوتے ہوئے یہ جائز نہیں ہو سکتا کہ مسلمان مردوں یا مسلمان
عورتوں کو قید کر دیا جائے۔

قریب زنا

سورۃ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ یہ حکم صادر فرماتا ہے:

إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطَاً كَبِيرًا

اولاد کا جان سے مارنا بڑا بھاری

وَلَا تَقْرَبُوا الزَّوْجَ اِذَا هُوَ
 كَانَ فَاَحْشَۃً وَّ مَسَاۃً
 سَبِيْلًا
 گناہ ہے اور زنا کے پاس (ہو کر بھی)
 نہ پھٹکنا کیونکہ وہ صبح و شب حیا کی اور
 برا چلن ہے۔

لوگ بوجہ افلاس اولاد کو قتل کر دیتے تھے جس کو حق تعالیٰ نے گناہ
 عظیم قرار دیا ہے یہ حرکت ایسی ظالمانہ ہے کہ کوئی مذہب اس کو جائز
 نہیں رکھتا۔ زنا کی بھی کوئی مذہب اجازت نہیں دیتا البتہ بعض اقوام
 میں اگر یہ فعل باہم رضا مندی سے ہو تو حد جرم کو نہیں پہنچتا لیکن
 اسلام میں بغیر قید نکاح و ادائے مہر اس قسم کی مباشرت اگرچہ باہمی
 رضا مندی کے ساتھ کیوں نہ ہو شدید بے حیائی اور سخت گناہ قرار دیا
 گیا ہے اور سزائیں مقرر کی گئی ہیں بعض اصحاب نے کَلَّا تَقْرَبُوا (پاس
 نہ پھٹکنا) کی تاویل فرمائی ہے اور یہ مطلب نکالا ہے کہ نظر۔ چہرہ۔ آواز
 زیب و زینت اور خوش رنگ لباس وغیرہ کا عورت کو پردہ رکھنا چاہئے
 کیونکہ یہ سب چیزیں محرک زنا ہو سکتی ہیں مردوں کو ان سب باتوں کے
 لئے آزاد چھوڑ دیا ہے اُن کے خلاف کوئی پابندی نہیں عالم کی ہے یہ
 باتیں تو محض رائے اور قیاس پر مبنی ہیں لیکن آیت کے معنی صاف و
 صریح یہ ہیں کہ زنا سے سخت احتراز چاہئے حتیٰ کہ اس کی نیت اور ارادہ
 بھی گناہ ہے اس لئے اور بھی کہ خدائے بزرگ و برتر نے شادی کے معاملہ
 میں مرد کو نہایت فیاضانہ حقوق عطا فرمائے ہیں اور اس پر کوئی تنگی و
 سختی نہیں رکھی ہے اسی طرح عورت کو بھی انتخاب شوہر کیلئے خود مختار

کیا ہے اصل مطلب پاس نہ پھٹکنے سے یہ ہے کہ اگر کوئی عورت
 ایسے فعل کی رغبت دلائے تو مرد اس کے قریب نہ جائے اسی طرح اگر
 کوئی مرد اس فعل قبیح کی طرف مائل کرنا چاہے تو عورت اس کے پاس نہ
 پھٹکے اس آیت کا پردے کے مسئلہ سے دور دراز کا بھی تعلق نہیں
 معلوم ہوتا بالفرض بطور حفظ ما تقدم عودت پر قیود عائد کی جائیں تو کوئی
 وجہ نہیں ہو سکتی کہ مرد پر بجنسہ وہی قیود کیوں نہ عائد کی جائیں کہ یہ فعل
 دونوں کی شرکت سے ہوتا ہے اور دونوں ایک دوسرے کے لئے
 مساوی طور پر محرک ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں پر ایسے
 تعلقات نفرت انگیز اور حیا سوز قرار دے کر حرام کر دیئے گئے ہیں
 پھر بھی وہ مرتکب ہوں تو مستوجب عذاب و سزا کے ہوں گے۔
 عورتوں کی قید اور پردہ کا حکم اس آیت سے کسی طرح نہیں نکلتا
 آیت کا منشا مسلمانوں کو زنا سے سخت متنفر و محترز کرنے کا ہے۔
 چنانچہ اسی کے متعلق سورۃ النور میں حق تعالیٰ مزید ارشاد فرماتا ہے:

الزَّانِي لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً
 أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ
 لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ
 مُشْرِكٌ وَحَيِّمَا
 عَلَى الْمُؤْمِنِينَ

زنا کرنے والا (بدکار) مرد نہ ناکر نیوالی
 (بدکار) عورت یا مشرکہ عورت ہی سے
 نکاح کرے گا اور نہ اثنیہ عورت کو زانی
 اور مشرک کے سوا اور کوئی نکاح میں
 نہیں لائے گا اور ایمان والوں (مسلمانوں)
 پر تو ایسے تعلقات حرام ہیں۔

اس آیت میں زنا کار مرد اور زنا کار عورتوں کی یہ خصوصیت ظاہر کی گئی ہے کہ وہی ایک دوسرے کے ساتھ نکاح کریں گے وجہ ظاہر ہے کہ مسلمانوں میں زنا حرام ہے لہذا مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں زنا کار سے نکاح گوارا ہی نہ کر سکیں گے ایسی صورت حال میں مسلمان زنا کے قریب نہ پھٹکے گا اسی منشا کے تحت ہر دو آیات مذکورہ میں زنا کو حرام اور نفرت انگیز بے حیائی قرار دیا ہے۔ لیکن ان آیات سے عورتوں کے پردے اور قید کا نتیجہ نکالنا کسی طرح صحیح نہیں یہاں بھی مرد اور عورتیں دونوں مخاطب ہیں اور کوئی تفریق و تخصیص جنسی موجود نہیں ہے۔

سُورَةُ النُّورِ میں باری تعالیٰ فرماتا ہے۔

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا
كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةً
جَلْدَةً مَّوْبِقَةً
عورت اور مرد زنا کریں تو ان
دونوں میں سے ہر ایک کو سزا
دے مارو.....

چونکہ اس فعل میں مرد و زن کی شرکت مساوی ہوتی ہے اور دونوں کی نوعیت جرم ایک ہی ہوتی ہے لہذا دونوں کی سزا میں کوئی فرق نہیں ہے اس حکم سے صاف ظاہر ہے کہ عورت کو مرد سے زیادہ سزا نہیں دی جاسکتی اسناد زنا کی خاطر اگر صرف عورتوں کو قید و پردے کی سزا دی جائے تو نہ صرف خلاف عدل بلکہ صریحاً زیادتی ہوگی اس حکم کی روش سے مردوں کی بھی وہی سزا ہونی چاہئے جو عورت کو دیا۔

خداوند تعالیٰ نے ظاہر فرمادیا کہ ذمہ داری واحد ہوتے ہوئے دونوں کو ایک ہی سزا دینی لازمی ہے کوئی تفریق نہیں کی جاسکتی۔ واضح رہے کہ یہ سزا بغیر شادی شدہ مرد اور عورت کی رضامندی یا ہمی کی صورت میں معین ہوئی ہے۔ جبر و تشدد وغیرہ کی حالت میں نوعیت جرم تبدیل ہو کر ذمہ داری میں فرق ہو جائے گا۔ پھر اگر عورتوں پر تہمت ہی تہمت مد نظر ہو تو اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ فرمان بین موجود ہے۔

تہمت لگانے والوں کی سزا

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى الْفُسْطَاقِ
ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِبَيِّنَةٍ
فَأُولَٰئِكَ سَاءَ مَا
يَحْكُمُونَ ۚ فَاجْلِدُوهُمْ
مِائَتًا بِجِلْدٍ مُّتَنَبِّهٍ
وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ
شَهَادَةً أَبَدًا ۚ وَأُولَٰئِكَ
هُمُ الْفَاسِقُونَ.....

اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر (زنا کی) تہمت لگائیں (اور چار گواہ نہ لاسکیں تو ان کو اسٹی ڈرے مارو اور آئندہ) کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو اور یہ لوگ خود فاسق (بدکار) ہیں۔

عورتوں کی کمزوری کا فائدہ اٹھا کر ان پر بدکاری کی تہمت لگائی جائے اور تائید میں چار گواہ پیش نہ کئے جائیں تو ایسے تہمت لگانے والوں کی سزا اسٹی ڈرے معین ہوئے ہیں اور مزید سزا یہ مقرر فرمائی گئی ہے کہ ایسے لوگوں کی آئندہ کبھی شہادت مقبول نہیں ہو سکتی اور اس قسم کے لوگوں کو فاسق قرار دیا گیا ہے۔ زانی مرد و عورت کی سزا تو ڈرے اور تہمت

لگنے والوں کی سزا اسی دوسے معین ہوئے عورتوں کے حقوق کی نفی
اور تہمتوں سے بری رکھنے کے لئے اس عادل مطلق نے صرف اسی دوسے
کی سزا پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اُن کو ابدی طور پر کاذب قرار دیا اور اُن کا
شمار فاسقوں میں کر دیا۔ عورتوں کو محض انسداد بدکاری یا بے حیائی کی
خاطر اگر سزائے قید و پردہ دی جائے تو سوال غور طلب یہ ہوگا کہ آیا یہ
محض تہمت ہوئی یا نہیں؟ بہر حال اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ
عورت پر تہمت لگانا یا اس کو مشتبہ چال چلن کا سمجھنا اور اس بنا پر اس
اس کے لئے کوئی دوا می سزایا پابندی تجویز کر دینا اللہ کے حکم کے پیش
نظر بڑی ذمہ داری کی بات ہے۔

منافق مرد اور منافق عورتیں
سورة التوبة میں حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے
الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ
بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ
بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ
الْمَعْرُوفِ.....

منافق مرد اور منافق عورتیں ایک
کے ہم جنس ایک (کہ) برے کام
کرنے کی صلاح دیں اور بھلے کاموں
سے منع کریں۔

اس آیت میں بلا تفریق جنس منافق مرد اور عورتوں کا ایک گروہ
قرار دیا گیا ہے اور ان کا کام یہ بتایا گیا ہے کہ بدی کی ترغیب اور نیکی
سے باز رہنے کی صلاح دیتے ہیں ان کے مرد و زن بالاتفاق اسی کام
پر متعین رہتے ہیں یہ امر قابل لحاظ ہے کہ خود منافق مرد اور منافق عورتوں

کے کام اور عمل میں باعتبار جنس کوئی فرق و امتیاز ظاہر نہیں کیا گیا ہے۔
اسی طرح اہل ایمان کے متعلق اسی سورۃ النور میں یہ ارشاد ہوا ہے:

مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں :-

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ
بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ
بِأَمْرٍ مِّنَ الْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ
عَنِ الْمُنْكَرِ.....

ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں
ایک کے رفیق ایک (کہ) نیک کام کرنے
کی ہدایت کرتے اور بُرے کام سے
روکتے ہیں.....

اس حکم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمان مرد و زن کو ایک دوسرے
کا اور باہم دگر رفیق قرار دیا ہے اور دونوں سے یہ توقع اور امید کی گئی
ہے کہ نیکی کی ہدایت اور برائی کی ممانعت کریں گے یہ امر قابل لحاظ ہے کہ اشاعت
حق اور رفاقت باہمی میں کوئی تفریق و تخصیص مابین مرد و زن نہیں کی گئی
ہے عورتوں کو قید و پردے میں کر دینے کے بعد وہ اشاعت حق اور
رفاقت باہمی سے محروم ہو جاتی ہیں اور یہ امر حکم الہی کے صریح خلاف
ہوگا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ امت اسلامیہ اپنی نصف آبادی کی خدمات
اور رفاقت سے بے بہرہ رہے گی اور عورتوں کی کیفیت اجنب اور
غیر کی ہوگی کوئی سوال رفاقت باہمی کا باقی نہیں رہے گا اور منشا
الہی کی حکم عدولی مزید برآں۔ ایسی صورت میں مسلمان اگر من حیث القوم
اتبری اور تنزل میں پڑ جائیں تو تعجب اور شکایت بے سود۔

آیات برات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
سورة النور میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی

برات کے ساتھ عام ہدایات صادر ہوئی ہیں اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ سفر کو تشریف لے جاتے تھے تو ازواج مطہرات میں قرعہ اندازی سے جن بی بی کا نام نکلتا ان ہی کو بالعموم شرف ہمراہی عطا فرمایا جاتا تھا غزوہ بنی مصطلق جو ہجرت کے پانچویں سال واقع ہوا اس میں ہمراہی کے لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام کا قرعہ نکلا تھا وہ معیت رسول اللہ میں گئیں واپسی پر مدینہ منورہ سے کچھ ہی فاصلہ پر ایک جگہ مقام ہوا۔ بخوڑی رات باقی رہے وہاں سے کوچ ہوا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حاجت کے لئے جائے قیام سے باہر گئی ہوئی تھیں وہاں اُن کا ہار ٹوٹ کر گر پڑا اس کی تلاش میں اُن کو کچھ دیر لگی لوٹ کر آئیں تو شکر کوچ کر چکا تھا آپ کے ساربان نے یہ سمجھ کر اونٹ پر کجاوہ لاد لیا تھا کہ آپ اس میں موجود ہیں چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی جگہ پر اس خیال سے بیٹھ گئیں کہ کوئی نہ کوئی ڈھونڈنے آئے گا صفوان بن معطل شکر کے پیچھے لوگوں کی گری پڑی چیز کو اکٹھا کرنے کے لئے تعینات تھا وہ جو آیا تو پرچھائیں دیکھ کر اس نے آواز دی اور معلوم کیا کہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں وہ اپنے اونٹ سے اتر پڑا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سوار کر کے خود ہمارا ہتھ میں لے کر آگے آگے چل دیا منافقوں نے اس بات کا چرچا کیا جس سے رسول اللہ متاثر ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس صدمہ سے بیمار ہو کر سیکے چلی گئیں۔ یہ چرچا کرنے

والے مسلمانوں ہی میں سے تھے لیکن کسی نے کچھ دیکھا نہیں تھا اور جو کچھ دیکھا وہ قطعی بے ضرر بات تھی جس کو وہم و قیاس نے تہمت اور طوفان تک پہنچا دیا۔ منافقین نے حاشیہ چڑھانا شروع کیا اللہ تعالیٰ کو یہ فعل لوگوں کا ناپسند ہوا اور سورۃ النور میں حضرت عائشہ رضیٰ کی براءت میں آیات نازل فرمائی جن کی صورت حکم و ہدایات عام کی ہے۔ فرمایا گیا:

بِاتِّالَّذِينَ جَاءُوا بِالْأَفْكَ
عَصَبَةٍ مِّنْكُمْ لَا تُحْشَبُونَ
شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ
لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَا أَكْثَبَ
مِنَ الْإِثْمِ، وَالَّذِي تَوَلَّى
كِبْرَهُ مِّنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ
عَظِيمٌ ۝

مسلمانوں! جن لوگوں نے (حضرت
عائشہ رضیٰ کی نسبت) طوفان اٹھا کھڑا
کیا تم ہی میں کا ایک گروہ ہے۔ اس کو
اپنے حق میں بُرا نہ سمجھو بلکہ یہ تمہارے
حق میں بہتر ہو کہ طوفان اٹھانے والوں
میں سے جتنا گناہ جس نے سمیٹا بھگتے گا
اور جس نے اُن میں سے طوفان کا بڑا
حصہ لیا اس کو بڑی سزا ہوگی۔

یہ حکم اُن اشخاص سے متعلق ہے جنہوں نے جھوٹ کا طومار باندھا تھا
اللہ تعالیٰ نے ان کو ملزم قرار دے کر سزا دی ہے کہ اعلان فرمادیا لیکن اس معاملہ
کو مسلمانوں کے حق میں بُرا نہیں تصور کیا گیا کہ اس کی بنا پر صریح احکام نافذ
فرمائے گئے۔ چنانچہ باری تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا إِزْوَاجٌ مِّنْهُمْ ظَنُّوا
وَالْمُؤْمِنَاتُ بَأْنَفُسِهِنَّ خَيْرًا
مِّنْ الْمُنَافِقِينَ

جب تم نے ایسی بات سنی تھی ایمان والے
مردوں اور ایمان والی عورتوں نے

وَقَالُوا هَذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ ۝

اپنے (مسلمانوں کے) حق میں نیک گمان کیوں نہ
کیا اور کیوں بول اٹھی کہ صریح بہتان ہے ۔

اگر کوئی بات ایسی پیش آجائے جس میں وہیم و قیاس کرنے کی گنجائش
ہو تو اللہ تبارک و تعالیٰ صاف و صریح حکم فرماتا ہے کہ مسلمان اپنے بھائی بہن
کے حق میں ہمیشہ اچھا قیاس و گمان کیا کریں اور اگر کوئی شخص نہت لگا کر
بُری افواہ پھیلاتا چاہے تو مسلمان اُس کی پر زور تردید کریں اس حکم
سے صاف مطلب یہ آتا ہوتا ہے کہ مسلمان عورتوں کی بابت اگر بالعموم
مبتلائے فواحش ہو جانے کا گمان و قیاس کر کے ان کو قید و پر دے میں
کر دیا جائے تو یہ فعل قطعی ناجائز اور حکم الہی کی صریح خلاف ورزی ہوگی۔
اہل ایمان کے لئے یہ بات بھی ضروری اور لازمی قرار دی گئی ہے کہ جب
وہ ایسی بات سُنیں یا ایسا چرچا ہوتے ہوئے دیکھیں تو اُس کی ضرورت اور
سخت تردید کریں لہذا مسلمانوں کا فرض ہے کہ جب وہ مسلمان عورتوں
پر بعض گمان و قیاس کی بنا پر ظلم ہوتے ہوئے دیکھیں یا اُن کی عصمت
عفت پر قیاس بد کیا جائے تو اُس کے خلاف پر زور صدائے احتجاج بلند
کریں اس لئے کہ یہ بدگمانیاں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اہم ہیں اور نزول
قہر الہی کا سبب ہو سکتی ہیں جیسا کہ باری تعالیٰ مزید ارشاد فرماتا ہے :

اور اگر تم (مسلمانوں) پر دنیا اور آخرت
میں خدا کا فضل اور اس کا کرم نہ ہوتا
تو جیسا تم نے ایسی بات کا چرچا کیا تھا

وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَ
رَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
لَكُنْتُمْ فِي مَا أَفَضْتُمْ فِيهِ

عَنْ أَبِي عَظِيمٍ إِذَا تَلَقَّوْهُ
بِالْإِسْنَتِكُمْ وَتَقُولُوا
بِأَفْوَاهِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ
بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسِبُوهُ بَيْنَنَا
وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ

اس میں تم پر کوئی بڑی آفت نازل
ہوگئی تھی کہ تم لگے اپنی زبانوں سے
اس کی نقل در نقل کرنے اور اپنے
منہ سے ایسی بات کہنے جس کی تم کو
مطلق خبر نہیں اور تم نے اس کو ایسی
ہلکی بات سمجھا حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بڑی

اس حکم میں واضح فرما دیا گیا کہ عورتوں کے متعلق برہنہ قیاس بدگمانی
کرنا اللہ کے نزدیک بڑی بات ہے اور اس قسم کا چرچا کرنے سے فہر و آفت
نازل ہو جاتی ہے جہاں تک حضرت عائشہؓ کے معاملہ کا تعلق تھا اللہ
تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آفت کو ٹال دیا اور مسلمانوں کو اس
وجہ سے چھوڑ دیا کہ پہلے ان کو متنبہ کر دیا جائے۔ صریح ہدایت اور واضح
حکم کے بعد بھی اگر مسلمان عورتوں کے حق میں قیاس بدگمانی قائم کر
کے ان پر حدود و قیود جاری کی جائیں اور مسلمان من حیث القوم
پستی اور عذاب تنزل میں مبتلا ہو جائیں تو کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیے
کیونکہ عدول حکمی اور تافرمانی کے جو نتائج ہو سکتے ہیں وہ بھگتنا پڑیں
گئے۔ پھر مسلمانوں کے نزدیک یہ معاملہ خواہ کتنا ہی چھوٹا اور کم اہمیت
کا کیوں نہ ہو اللہ کے نزدیک بہتیں طور پر بڑی بات ہے مزید وضاحت

کے لئے یہ بھی فرمایا جاتا ہے:

وَلَوْ لَا إِذْ وَصَّيْتُمُوهُ قُلْتُمْ

اور جب تم نے سنی تھی کہ

لَمَّا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ
بِهَذَا سُبْحَنِكَ لَوْ أَهْمَتْنَا
عَظِيمٌ ۝ يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَنْ
تَعُوذُوا بِمِثْلِهِ أَبَدًا إِنَّ
كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝

نہیں بول اٹھے کہ ہم کو ایسی بات
مذہ سے نکالنا نہ بیا نہیں حاشا وکلاً
یہ تو بڑا بہتان ہے (مسلمانوں) خدا تم کو
نصیحت کرتا ہے کہ اگر ایمان رکھتے
ہو تو پھر کبھی ایسا نہ کرنا۔

حضرت عائشہؓ کے حوالہ سے فرمایا گیا ہے کہ جب مسلمانوں نے
افواہ سنی تو لازم تھا کہ وہ اُس کی پر زور اور فوری تردید کرتے اور اعلان
کرتے کہ یہ بالکل جھوٹ اور سراسر بہتان ہے اس کے بعد واضح نصیحت
کی گئی اور آئندہ کے واسطے یہ عام ہدایت کی گئی کہ اگر مسلمان یا ایمان
ہوں گے تو پھر کبھی ایسا نہ چاہا اور افواہ نہیں پھیلنے دیں گے اس بات
سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی عورتوں کے متعلق کوئی قیاس
و گمان برائی کا کہنا کسی طرح جائز نہیں اور یہی آیت کا صاف و
صریح مطلب و منشا ہے۔

نہت لکابوالوں کو مزید سزا
جو لوگ مسلمان عورتوں پر نہت لگائیں
ان کی سزا اتنی دُرے مقرر ہو چکی ہے
اور ان کی شہادت آئندہ کے لئے غیر مقبول قرار دیدی گئی ہے۔ یہ حکم مذکور
ہو چکا ہے۔ اسی پر اکتفا نہیں ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کا معاملہ
اور ان پر بہتان بندی اللہ تعالیٰ کی بڑی ناراضی کا سبب ہے اور اسی
لئے اللہ تعالیٰ مزید سزا کا اعلان فرماتا ہے۔

۱۰۰ الذین یؤمنون بالمحسنت
 اُفعلت المؤمنات لهن فی
 اللّٰہِ نِیّاتٌ اُخْرٰۃٌ وَّ لَهُمْ
 عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝

جو لوگ پاکدامن عورتوں پر (زنا کی)
 تہمت لگاتے ہیں جو بے خبر ہیں اور
 اور ایمان رکھتی ہیں (ایسے لوگ) دنیا
 اور آخرت میں ملعون ہیں اور ان کو بڑا عذاب ہوگا

عورتوں کے حق میں یہ محض تہمت ہوگی کہ وہ آزاد رہ کر مبتلائے
 فواحش ہو جائیں گی یہ قیاس و بدگمانی اللہ نے کسی طرح جائز نہیں فرمائی
 ہے پھر مسلمان عورتیں جو فواحش کا خواب و خیال بھی نہیں رکھتیں ان
 کے متعلق بدگمانی کہ نا نہایت درجہ نازیبا قرار دیا گیا ہے اور مذکورہ بالا
 سزاؤں کے علاوہ ایسے تہمت لگانے والوں کے لئے یہ سزا بھی صادر
 فرمائی گئی ہے کہ وہ دونوں جہان میں پھٹکارے ہوئے رہیں گے
 اور سخت عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے۔ اس کے بعد اللہ تبارک
 و تعالیٰ مسلمان عورتوں کے حق میں فیصلہ قطعی صادر فرماتا ہے:

۱۰۱ الذین یؤمنون بالمحسنت
 اُفعلت المؤمنات لهن فی
 اللّٰہِ نِیّاتٌ اُخْرٰۃٌ وَّ لَهُمْ
 عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝

گندی عورتیں گندے مردوں کے
 لئے ہوتی ہیں اور گندے مرد گندی
 عورتوں کے لئے اور پاک عورتیں
 پاک مردوں کے لئے ہوتی ہیں اور
 پاک مرد پاک عورتوں کے لئے بہتان
 باندھنے والے جو بکتے پھرتے ہیں یہ انکی
 تقویٰ سے بری ہیں ان کیلئے جہنم میں ہرگز کوئی عذاب

یہاں عام عورتوں اور عام مردوں کو مخاطب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ گندی عورتیں اور گندے مرد ہی ایک دوسرے کے لئے موزوں ہیں کرتے ہیں اور یہیں مسلمان عورتیں اور مسلمان مرد تو یہ پاک مرد اور پاک عورتیں ایک دوسرے کے لئے مناسب ہوتی ہیں مسلمان عورتیں جو صاحب ایمان ہیں ان کے لئے گندگی اور فواحش کا قیاس ہی ناجائز و نازیبا ہے جو لوگ ان مسلمان عورتوں پر تہمت لگائیں تو یہ ان تہمتوں اور بدگمانیوں سے بری ہیں اور اس فیصلہ برہیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ ان مسلمان عورتوں کو بخشش اور عزت کی روزی کی خوش خبری عطا فرماتا ہے اس فیصلہ سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ مسلمان عورتوں پر گندی عورتوں کی طرح اشتباہ اور قیاس بدگمانی کرنا اور اس بنا پر ان کو قید و پردے میں ڈال دینا قطعی ناجائز۔ قابل سزا اور مستوجب لعن و عذاب ہوگا۔

آداب معاشرت اور پاس شرم و حیا کے متعلق اسی سورۃ نور میں خدا کے عز و جل فرماتا ہے :

گھروں کے اندر والوں کا ادب :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرُبُوا

بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَخْرُجُوا

تَسْتَأْذِنُوا ۚ فَمِنْ بَيْنِ مَا نَقُلُ

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا

گھروں میں گھر والوں سے پہلے نہ

ان سے سلام علیک کے بدون نہ

اَهْلِيْمَا ذَا لِكُمْ لَهْلِكُمْ
تَنْ كَسْرُ وَنَه
جایا کرو یہ تمہارے حق میں بہتر
ہے کہ تم خیال رکھو۔

اجازت اور اطلاع کا یہ دستور فی زمانہ قریب قریب ہر متمدن
قوم میں رائج ہے لیکن جاہلیت کا ایک وہ زمانہ تھا جب لوگ بغیر
اطلاع و اجازت گھروں کے اندر داخل ہو جاتے تھے اسلام نے اذن و
اطلاع کا یہ مہذب طریقہ تعلیم فرمایا بغیر اجازت کسی کے گھر میں وقت و
نا وقت داخل ہو جانا نہ صرف بے ادبی بلکہ باہم بد مزگی اور بنیاد فساد
ہو سکتی ہے لہذا صاف طور پر واضح حکم ہوا ہے کہ بغیر اجازت و سلام
علیک کوئی مسلمان کسی اور کے گھر میں داخل نہ ہو اگر سے یہ حکم عام
مرد و زن کے لئے یکساں ہے کوئی تفریق و تخصیص جنسی نہیں ہے۔

مرو کی ستر پوشی سورۃ نور میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغْضُضُوا مِنْ
أَبْهَامِهِمْ وَيَحْفَظُوا أَرْوَاحَهُمْ
ذَٰلِكَ أَزْكَى لِهِمْ ط
(اے نبی! مسلمانوں سے کہو کہ اپنی نظریں
نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں
مقامات بول و براز کی حفاظت کریں)

اس میں اُن کی زیادہ پاکی ہے۔

اس حکم کا تعلق پردے سے ہے کیونکہ ستر پوشی سب سے زیادہ
ضروری پردہ ہوتا ہے مانی چوٹی بات ہے کہ مقامات بول و براز جائے
شرم و حیا ہوتے ہیں اُن کا کھلا رہنا عین بے شرمی اور بے حیائی ہے

چنانچہ واضح اور صریح حکم ہوا کہ ان مقامات کی حفاظت رکھی جائے اور حفاظت میں نہایت داخل ہے کہ ان کو چھپا رکھنا چاہیے۔ نظریں بھی رکھنے سے تلا نہ ہو کہ ایک دوسرے کے مقامات شرم پر نظر ڈالنے کی ہمت کی گئی ہے یہ مطلب بھی نکل سکتا ہے کہ ان شرمگاہوں کو بطور ناجائز استعمال کرنے سے محفوظ رکھا جائے۔

عورتوں کی ستر پوشی اسی سورۃ نور میں ارشاد فرمایا جاتا ہے :

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ لِيَغْضُضْنَ
وَجِبْنَ أَبْجَارَهُنَّ وَ يَحْفَظْنَ
فَرْجَهُنَّ
اور (اے نبی) مسلمان عورتوں سے
کہو کہ اپنی نظریں بھی رکھیں اور اپنی
شرمگاہوں (مقابول و برائے) کی حفاظت کریں۔

یہ ہی حکم الہی الفاظ میں مسلمان مردوں کے لئے صادر ہو چکا ہے جس طرح مردوں کو ستر پوشی اور پاس شرم و حیا کا حکم دیا گیا وہی حکم بحکم عورتوں کو دیا گیا ہے۔ ستر پوشی اور شرم و حیا کے معاملہ میں مردوں اور عورتوں میں کوئی تفریق و تشبیہ نہیں ہوتی اب تک احکام مذکورہ کی رو سے یہی کیفیت اور صورت حال ملاحظہ کی گئی ہے حتیٰ کہ اب ستر پوشی اور قواعد شرم و حیا میں مرد و زن کو یکساں مخاطب فرما کر یکساں حکم دیا گیا ہے لیکن ستر پوشی جانچ سکتا ہے کہ مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کو کسی قدر زیادہ ستر پوشی کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً مرد کا وہ حصہ جسم جو ٹخنوں سے نیچے ہوتا ہے مجازاً نظر مستور نہیں کیا جاتا برخلاف اس کے عورت کی نیڈ لہاں اور بالائے پٹے۔ سینہ اور پیٹھ کی کچھ اور ہی کیفیت ہوا کرتی ہے اس

بدیہی چیز کے پیش نظر سورۃ نور میں عورت کے مزید حصص جسم کو مستور رکھنے کی بابت اللہ تبارک و تعالیٰ یہ حکم صادر فرماتا ہے :

وَلَا يُبْدِيَنَّ مِثْلَ زِينَتِكُمْ إِلَّا لِبُعُولَتِكُمْ ۖ
مَّا ظَهَرَ مِنْهُنَّ وَلِبُضُرِّ بَنٍ
وَحُمْرٍ حِينَ عَلَىٰ حُجُوبِكُمْ ۖ

اور اپنی زینت کو ظاہر نہ ہونے دیں مگر
جو اس میں سے کھلا رہتا ہے اور
اپنی سینوں پر دوپٹوں کے پلو ڈالے رہیں۔

کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا کہ یہاں زینت کے معنی و منشاء اعضاء جسمانی سے ہے۔ سینہ پر نہ دھڑکے والے لینے سے ظاہر ہے کہ پیٹ اور پیٹھ بھی چھپ جائے گی انہیں مقامات کو ظاہر نہ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے جس کی فوری صراحت اس طرح ہوئی کہ سینوں پر دوپٹوں کے پلو ڈالے رہیں اس طرح بمقابلہ مرد کے عورت کو سینہ۔ پیٹ اور پیٹھ کے کھلا رکھنے سے ممانعت کی گئی ہے اتنی سہولت اور اجازت عطا ہوئی ہے کہ اس طرح دوپٹے اور ڈھنکے کے بعد جو حصہ جسم بالائے ناف لازمی طور سے کھلا رہ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اس آیت کا سلسلہ مذکورہ بالا آیات کے ساتھ ہے۔ کوئی علیحدہ یا جداگانہ حکم نہیں ہے۔ باوجود ان سب باتوں کے آیت کے اس ٹکڑے کو پردہ مروجہ کی بنیاد قرار دینے میں دور از خیال و قیاس تاویلات سے کام لیا گیا ہے جس کا تذکرہ شد ضروری ہو جاتا ہے۔ حامیان پردہ نے زینت کے معنی و منشاء زیور یا دیگر حسن الکتابی کے لئے ہیں مثلاً جھومر۔ موند۔ گلوند۔ تھنی۔ ٹیکا۔ بالیاں وغیرہ زیور اور منہندی۔ سرمہ۔ تیل اور سینہ دور وغیرہ لوازمات حسن مجاہد قرار دیئے۔ ہیں اور نتیجہ یہ نکالا ہے کہ منہندی

ہاتھ پیروں میں لگائی جاتی ہے۔ سرمہ آنکھوں کی زینت ہوتا ہے مستی و انتوشی رونق
 ہوتی ہے۔ تیل اور سیندور بالوں میں لگایا جاتا ہے۔ زیورات پیروں۔ آنکھوں۔
 گلوں اور سروں کی زینت ہوا کرتے ہیں اس لئے عورت کیلئے لازم آتا ہے کہ از سر تا پا ستور
 رہے۔ ایک قدم آگے بڑھ کر یہ بھی بہد یا گیا کہ کھانا کھانے سے وہ کپڑے اور لباس
 بھی مراد ہیں جن سے مذکورہ بالا زیورات اور اسباب زینت کو چھپایا جاتا ہے اس لئے
 عورتوں کیلئے برقعہ بھی لازم آتا ہے حقیقت یہ ہے کہ زینت کے معنی زیور اور سامان حسن مراد
 لینے میں بڑی مشکل اور محال واقع ہوتا ہے۔ اگر زیورات اور مستی سرمہ وغیرہ کو پردے کی
 چیزیں مانا جائے تو وہ عورتیں جو سی سرمہ سے ناواقف اور زیورات سے نا آشنا ہیں ان پر حکم
 مذکور کا اطلاق نہیں ہوتا یہ محال ہے کیونکہ حکم عام ہے جو ہر زمانہ کی ہر غریب مسلمان عورتوں کیلئے صادر
 ہوا ہے زیور وغیرہ اکتسابی چیزیں ہوتی ہیں لازمی اور قدرتی چیزیں نہیں
 ہوتیں یہ ہی زیور اور ہندی سرمہ ایک گروہ پسند کرتا ہے اور دوسرا گروہ
 ان سے نفرت کرتا ہے۔ ایسی آزاد ہندو عورتیں دیکھی جاتی ہیں جو کئی
 بالشت کی نتھنی اور بہت بڑا ناک کا پھول پہنتی ہیں یا کانوں میں وزنی
 لکڑی کے کرن پھول پہنتی ہیں جس کی وجہ سے پورا کان سوائے خفیف رشتہ
 کے کٹ جاتا ہے اس قسم کے زینت کاروں کے نزدیک عین مسخکہ خیر اور نفرت
 انگیز ہوتے ہیں لیکن جو عورتیں ان کو استعمال کرتی ہیں۔ ان کے لئے
 بالیقین داخل حسن ہوا کرتے ہیں بعینہ وہ زیورات جو اہل مشرق استعمال
 کرتے ہیں اور جن کے لئے اپنے ناک کان چھوڑا ڈالتے ہیں اہل مغرب کے
 نزدیک مسخکہ خیر اور نفرت انگیز ہوتے ہیں اندر ان اقوام مغرب میں ترکی

مصری افریقی وغیرہ مسلمان عورتیں شامل ہوتی ہیں۔ ان باتوں پر غور کرنے سے پورے طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ لفظ زینت سے نہ یورات اور استیاء حسن کی تاویل کرنا بہین اور عریض غلطی ہے۔ اس سورۃ نور میں پہلے حیاداری کی بھرپور معنی مقامات بول و براز کو مستور رکھنے کی ہدایت کی گئی اور اسی سلسلہ میں سینوں پر دوپٹے ڈالنے کا حکم دیا گیا جس سے صاف و نمایاں طور پر حصص جسم کا مستور رکھنا مقصود ہے نہ کہ زیورات وغیرہ کا چھپا سچہ مشاہیر آئینہ کا یہی فیصلہ ہے کہ یہاں پر اعضا و جسم مراد ہیں نہ کہ زیور اور سی سر۔ حنفیہ میں جو چہرے اور ہاتھ پیر کا چھپانا عورت کے لئے لازمی نہیں قرار دیا گیا وہ یہ منشاء ہے حکم مذکور بالکل صحیح و درست ہے لفظ زینت کی جو تاویل کی گئی ہے اس میں محال لازم آ جاتا ہے اس لئے بھی تاویل غلط اور بے محل ثابت ہوتی ہے۔ واضح رہے کہ لفظ وجہ بن کے معنی حسن کے ہیں لیکن یہ ہی لفظ شاعری میں اور اکثر نثر میں بھی سینہ کے ابھار میں مستعمل ہوتا ہے غور کیا جائے تو لفظ زینت سے اس آیت میں مطلب سینہ کے ابھار سے ہے جس کی تائید اس فقرے سے ہو جاتی ہے ”اور اپنے سینوں پر دوپٹوں کے پلو ڈالے رہیں“ عورت کے سینہ کا ابھار ایسی زینت ہے جو ہر کہ و مہ کے سامنے کھلا رہنا فطرتاً ہیوب سمجھا جاتا ہے لیکن نہ یور ہرگز ایسی شے نہیں ہو سکتی کہ اس کے ظاہر ہونے میں قیود و عائد کی جائیں اس بات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسی سلسلہ کی آئندہ آیات پر غور کیا جائے تو قطعی طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ زینت سے مراد ابھار سینہ کا ہے اور نہ یورات

و مہندی سرمہ سے ہرگز مطلب نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اسی سورۃ نور میں اور
اسی سلسلہ میں ارشاد ہوتا ہے :

وَلَا يَتَّبِعُنَّ زِينَتَهُنَّ إِلَّا
لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ
أَبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِهِنَّ
أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ
أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنَاتِ
أَخُو أَخُو زِينَتَهُنَّ أَوْ
مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ
غَيْرِ أُولِي الْأَرْبَابَةِ مِنَ الرِّجَالِ
أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا
عَلَى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ.....

اور اپنی زینت کو نہ ظاہر ہونے دیں مگر
اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ پر یا اپنی خاوند
کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنی شوہر کے
بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا اپنی بھینچوں
پر یا اپنے بھانجوں پر یا اپنی عورتوں یا
اپنے ہاتھ کے مال (لوٹڈی غلام) پر
یا (ایسے) خدمتیوں پر کہ مرد ہیں
(مگر) غرض نہیں رکھتے جیسے خواجہ
سرا یا لڑکوں پر جو عورتوں کے
مقام شرم سے آگاہ نہیں۔

اس آیت کے پیش نظر ذرا بھی شک نہیں رہتا کہ زینت سے مراد
حصہ جسم ہے اور یہاں پر بالخصوص سینہ کا ابھار مقصود ہے ورنہ کون نہیں
سمجھ سکتا کہ زبور اور مسمی سرمہ سے اور عورتوں کے مقام شرم سے زمین آسمان
کا تفاوت ہے سینہ اور اس کا ابھار عورتوں کی مخصوص شے ہوتی ہے اور
جائے شرم و لحاظ یہی ہے لہذا اس کو پوشیدہ رکھنے کا حکم دیا گیا اور مستثنیات
میں عورتوں کے شوہر۔ باپ۔ خسر۔ بیٹے۔ سوتیلے بیٹے۔ بھائی۔ بھائی کے بیٹے
بہن کے بیٹے۔ اپنی ہم جنس عورتیں۔ لوٹڈی غلام۔ خواجہ سرا ملازم یا ایسے لڑکے

داخل کئے گئے ہیں جن کو عورتوں کے مقام شرم کی تمیز نہ ہوئی ہو۔ اپنی ہم جنس عورتوں اور نادان لڑکوں سے زیورات اور مستی سرمہ کا نہ چھپانا کوئی معنی نہیں رکھتا بلکہ صاف اور واضح معنی یہ ہی ہیں کہ ابھار سینہ مقصود ہے۔ یہ بات بھی قابل غور و لحاظ ہے کہ اس فہرست مستثنیات میں بعض عورات مثل بچا۔ ماموں۔ بہنوی وغیرہ شامل نہیں ہیں۔ کیا کسی قرینے اور قیاس سے زیور اور سامان حسن ان عورات سے قابل خفا ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ البتہ سینہ کا ابھار ہو سکتا ہے کہ ان عورات سے بھی مخفی رہے تو مناسب و بہتر ہو گا۔ یہ وہ عورات ہیں جن سے مسئلہ طور پر عورت کا پردہ جائز نہیں اور جب پردہ نہیں تو زیور اور صی سرمہ کیسے پردے میں نہ سکتا ہے البتہ سینہ پر وہ پٹہ ڈالے رہنے سے ان عورات سے سینہ کے ابھار کا پردہ کیا جاسکتا ہے اور یہی صاف و صریح معنی و منشاء حکم مذکور کا ہے۔ زیورات اور سامان آرائش سے کوئی واسطہ و تعلق نہیں۔ اسی سورۃ نور اور اسی سلسلہ میں باری تعالیٰ کا مزید حکم یہ ہے:

وَلَا يَجْزِيَنَّ بَأْسًا جَلِيلًا
لِّعَلَّكُمْ مَا تَحْذَرُونَ
اور اپنے پیر (چلنے میں) ایسے زور سے نہ ماریں کہ ان کے اندرونی زینت کا علم ہو جائے۔

اس موقع پر بعض مترجمین نے زینت کا ترجمہ ہی ”زیور“ کر دیا ہے یہ ”زیور“ کا ترجمہ صحیح نہیں۔ اس میں بھی صاف و صریح محال لازم آتا ہے یعنی اگر کوئی عورت نہ زیور نہ پہنے ہو تو وہ زور سے پیرا رہ سکتی ہے گویا جن عورت

کے پیر میں زیور نہ ہو اُس کے لئے آیت کا اطلاق نہیں رہتا اور اُس کے واسطے یہ حکم بیکار ہو جاتا ہے۔ یہ محال ہے۔ کیونکہ ایسی کوئی تفریق و تخصیص حکم میں موجود نہیں ہے بلکہ حکم عام ہے جو ہر زمانہ اور دنیا کی ہر عورت کے لئے واجب التعمیل ہے۔ ایک اور محال یہ بھی واقع ہوتا ہے کہ ”زیور“ کو جھنکار دار مانا گیا ہے اور معنی یہ نکالے گئے ہیں کہ دور سے پیر مارنے میں زیور کی جھنکار ہوگی اور پیر میں زیور ہونے کی خبر ہو جائے گی اس لئے زیور کی جھنکار کی خاطر یہ حکم صادر ہوا۔ یہ مطلب و تاویل بھی صحیح نہیں۔ زیور اور بالخصوص پیر کا زیور ایسا بھی ہوتا ہے جس میں کوئی آواز نہیں ہوتی۔ ایسے زیور کی کوئی صراحت یا تخصیص آیت میں موجود نہیں ہے اور حکم عام ہے جو ٹل نہیں سکتا۔ لہذا یہ تاویل بھی غلط اور سب سے معنی ہوتی ہے۔ ایک اور محال یہ لازم آتا ہے کہ حکم ہر امیر غریب۔ مفلس اور نادار عورت کو یکساں دیا گیا ہے مفلس اور نادار عورت کے پاس زیور کہاں سے آیا؟ لہذا یہ حکم صرف امراء کی اُن عورتوں سے متعلق رہ گیا جو لازمی طور سے پیر میں جھنکار دار زیور بھی پہنے ہوں۔ آیت میں اس قسم کی کوئی تفریق و تخصیص ہرگز موجود نہیں بلکہ حکم کی مخاطب مسلمانوں کی تمام عورتیں ہیں۔ اس لئے بھی تاویل زیور بین طور پر غلط ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہاں بھی نہ نیت سے مراد حصہ جسم ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ زیور سے پیر مارنے یا دھمک کر چلنے سے بہ لٹائی نوعیت پر سشش نیڈلی بلکہ اس سے بھی اوپر حصہ جسم کا کھل جانا ممکن بلکہ اغلب ہوتا ہے چنانچہ عورت کے اس حصہ جسم

یہی نیڈلی کو ستر قرار دیکر اس کو مخفی رکھنے کا حکم ہے علاوہ برائیں عام تجربہ کی بات یہ بھی ہے کہ زور سے چلنے اور دھمک کر پیر ڈالنے سے دوپٹہ سر کرنے اور ہیٹ جلانے کا یقینی احتمال رہتا ہے۔ لہذا اس ستر کی حفاظت کے لئے بھی زور سے چلنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔

تاریخی اعتبار سے یہ وہ زمانہ تھا کہ زیور کا تذکرہ ہی کیا

شان نزول

افلاس و عسرت کی کیفیت ہندوستانی دیہات سے بھی بدتر تھی حضرت عمر بن سلمہؓ کم سن صحابی تھے جن کو حفظ قرآن کی بنا پر رسول اللہ نے ان کے قبیلہ کا امام بنا دیا تھا لیکن ان کا تہہ بند اس قدر چھوٹا تھا کہ جب سجدے میں جاتے تھے تو کثرت عورت ہو جاتا تھا ایک صحابی نے یہ حالت دیکھ کر کہا کہ ”اپنے قاری کی ستر عورت کر د“ اس پر لوگوں نے ان کو ایک قمیص خرید دی قمیص کوئی بڑی چیز نہیں لیکن ان کو اس پر اس قدر خوشی ہوئی کہ اسلام لانے کے بعد انھیں کبھی ایسی مسرت حاصل نہیں ہوئی۔ ہاجرین کو کپڑے کی اس درجہ تکلیف تھی کہ جب قرآن مجید کے حلقہ درس میں شامل ہوتے تھے تو ایک دوسرے سے لے کر بیٹھتے تھے تاکہ ایک کا جسم دوسرے کے جسم کی پردہ پوشی کر سکے۔ رومال تک صحابہ کرام کو میسر نہیں تھا کھانا کھا کر تلووں سے ہاتھ پونچھ لیتے تھے ایک کپڑا بھی بہ مشکل میسر ہوتا تھا عورتوں کو اور ٹھنی میسر ہوتی تو کراہتی نصیب نہ ہوتا۔ ابن جریر نے عدی بن ثابت سے روایت کی ہے کہ ایک انصاریہ عورت نے آنحضرت کے پاس حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ! کیا اوقات

ہیں اپنے گھر میں ایسی حالت سے رہتی ہوں کہ میں نہیں چاہتی کوئی اور شخص
ایسی حالت میں مجھے دیکھے اور لوگ کہیں کہ ہمارے مردوں کے پاس اسی حالت
میں گھسے چلے آتے ہیں ارشاد فرمائیں کہ ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیئے
اس پر حق تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرمؐ نے حضرت عمر
فاروقؓ کو بلانے کے لئے ایک انصاری غلام مدلیج بن عمر کو ٹھیک دوپہر
کے وقت بھیجا وہ بلا اذن لئے گھر میں چلا گیا اس وقت حضرت عمرؓ اپنی
بیوی سے ملاعبت کر رہے تھے لہذا غلام کا لپکا لپکا اس طرح اندر آ جانا
آپ کو سخت ناگوار ہوا آپ نے فرمایا کاش اللہ تعالیٰ اس امر کی ممانعت
فرمائے چنانچہ یہ آیات نازل ہوئیں۔

نیز جابر بن عبد اللہ سے روایت پہنچی ہے کہ اسما بنت مرشد
اپنے باغ میں آیا کرتی تھیں اور عورتیں ان کے باغ میں ان سے ملنے جایا
کرتی تھیں جو کچھ اوڑھے لپیٹے نہیں ہوتی تھیں بسا اوقات ان کی اوڑھنی
اڑ جاتی تھی تو وہ بالکل بے پردہ ہو جاتی تھیں اسما نے کہا کہ عورتیں جو
بے حجابانہ پھرتی ہیں یہ کیا بڑا رواج ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات
نازل فرمائیں۔

ان روایات سے کبھی معلوم ہو جاتا ہے کہ مقصود بالذات اعضاء
جسمانی کا پردہ کھانا نہ پورا رات و مفروضہ سامان آرائش کا پردہ ممتنع
ہو سکتا تھا کہ یہ چیزیں اس زمانہ میں میسر بھی نہیں تھیں تاہم شان نزول

یا تاریخی کیفیت و معاشرت سے احکام قرآنی کا فیصلہ نہیں ہوا کرتا ہے
کیونکہ احکام ہدایت خود ہر زمانہ اور ہر ملک کے مسلمانوں سے لئے ناطق
اور کمال ہوتے ہیں جن میں کوئی پیچیدگی یا کجی نہیں ہوتی انسان چاہے
تو اس میں تاویل و قیاس آرائی سے کجی پیدا کر دے۔

بعض علماء کا قیاس و گمان
ان آیات کے متعلق بعض بزرگوں
نے جو تاویلات کی ہیں اور پردہ

ثابت کرنے کے لئے جو کاوش فرمائی ہے اس کا تذکرہ نہایت ضروری
ہے۔ ایک صاحب فرماتے ہیں: "اس آیت میں صاف صاف اجنبی پر نظر
ڈالنے کی ممانعت ہے" نظریں بھی نہ کھنکھنے کی یہ تاویل بھی صحیح نہیں ہے
آیت میں اجنبی اور غیر اجنبی کا ذکر نہیں ہے ستر پوشی اور پاس حیا و
شرم کی ہدایت ہے اور ایک دوسرے کے ستر پر نظر ڈالنا ممنوع
کیا گیا ہے اس آیت کا یہ منشا نہیں ہے کہ علاوہ ستر کے کوئی کسی کو نہ دیکھے
نہ نظر ڈالے البتہ ستر کا دیکھنا ناجائز قرار دیا گیا ہے پردے کی خاطر جو
قیاس آرائی کی گئی ہے وہ درست نہیں۔ یہ ہی صاحب مزید فرماتے
ہیں کہ "ما ظہر منہا" کی کئی توجہیں کی گئی ہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ
ہر ایک کے لئے "ما ظہر منہا" کا معیار جداگانہ ہے ہر ایک عورت اپنے
لئے آپ تجویز کرے کہ پاس شرم و حیا کے ساتھ دنیا کے کاروبار کے
لئے اس کو کون سی چیز مجبوری کھلی رکھنی ضرور ہے" اس تنقید کا
صاف مطلب یہ ہوا کہ حکم مبہم اور نامکمل ہے اور خود عورت کو اختیار

ہے کہ وہ جس طرح چاہے اپنی ستر پوشی کرے۔ اگر عورت کو ایسا کوئی اختیار حاصل ہے تو حکم ناقابل عمل اور معطل ہو جائیگا۔ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ صاف و صریح حکم دیا گیا ہے کہ سینوں پر دو ٹپوں کے پلو ڈالے رہیں اس کے علاوہ جو حصہ جسم کا کھلا رہے اس کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔ حکم مکمل ہے اور کسی طرح محتاج تاویل نہیں۔

✓ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ”ماظر منہا“ سے وہ کپڑے مراد ہیں جن میں زینت کو چھپایا جاتا ہے مثلاً برقع یا چادر وغیرہ“ یعنی برقع یا چادر کھلا رہے باقی کل لباس مستور رہے۔ یہ تاویل اور معنی خیزی اسی وجہ سے پیدا ہوئی کہ زینت کے معنی زیورہ، سامان آرائش اور لباس منقوش کئے گئے اور اعضاء جسمانی کو نظر انداز کر دیا گیا۔ یہ واضح کیا جا چکا ہے کہ زینت کے معنی و مطلب عضو جسمانی سے ہیں زیورہ کی تاویل بے محل و بے رابطہ ہے یہ ہی بزرگوار مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ ”بعض کے نزدیک اس سے مراد چہرہ اور ہاتھ ہیں اور وہ اسباب زینت بھی اس استثناء میں داخل ہیں جو چہرے اور ہاتھ میں عادتاً ہوتے ہیں مثلاً ہاتھ کی حنا اور انگوٹھی اور انگلیوں کا سرمہ وغیرہ یا ہات اور چوڑیاں۔ کنگن اور انگوٹھیاں“ ان فقرات میں جہاں تک اعضاء جسمانی کا تذکرہ ہے وہ صحیح ہے لیکن حنا اور انگوٹھی وغیرہ کی تعبیر ضروری ہے کہ یہ چیزیں ہر عورت اور ہر ملک میں نہیں ہوا کرتیں۔ جب ہاتھ اور چہرہ کا پردہ نہیں ہوا اور یا اعضاء جسمانی

مستثنیات میں داخل ہو گئے تو وہ ہر کیفیت کے ساتھ افشاہ رکھ سکتے ہیں
 خواہ حنا یا زلیور کے ساتھ ہوں یا حنا اور زلیور سے مبرا ہوں محترم
 موصوف یہ بھی فرماتے ہیں کہ "بعض ہاتھوں کو ان کی نہایت کے ساتھ
 کھولنے کی اجازت دیتے ہیں مگر چہرے کے ہارے میں وہ بجائے
 پورے چہرے کے صرف آنکھیں کھولنے کو جائز رکھتے ہیں" آیت
 میں اس تاویل کی بھی گنجائش نہیں ہے حکم یہ ہے کہ سینوں پر ویسٹ
 ڈالے رہیں اس کے بعد جو حصہ جسم کھلا رہ جائے وہ مستثنیٰ رہے
 گا یا بالفاظ دیگر اس کے چھپانے کا حکم نہیں ہے۔ چونکہ اس سے
 قبل مقامات بول و براز کو مستور رکھنے کا حکم ہوا اور اس حکم میں
 سینوں پر ویسٹ ڈالنے کی ہدایت ہوئی اور اسی کے بعد عورت
 کی پنڈلیاں کھولنے کے احتمال کو رفع کیا گیا لہذا اس جملہ وضاحت و
 صراحت کے بعد جو حصہ جسم باقی رہتا ہے وہ سب مستثنیات میں
 داخل ہیں یہ قیاس کہ صرف آنکھیں کھلی رہیں یا پورا چہرہ کھلا رہے
 دورانہ کار بائیں ہیں۔ انسان کو برہنہ پیدا کیا گیا لہذا وہ برہنہ بھی
 رہ سکتا تھا دنیا میں ایسی قوم اب بھی موجود ہے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں
 کا ہر حصہ رہنا بے حیائی اور بے شرمی تجویز فرمائی۔ مرد اور عورت
 دونوں کو حکم دیا کہ اپنی اپنی شرکاءوں کی حفاظت رکھیں اور ایک
 دوسرے کے مقامات شرم پر نظر نہ ڈالیں بلکہ نظر میں نیچی رکھیں اس
 کے بعد عورت کو سینہ اور پنڈلی کے مستور رکھنے کا مزید حکم دیا۔

ظاہر ہے کہ اگر یہ حکم صریح ستر پوشی کے نہ ہوتے تو ہر مسلمان کیلئے شرعاً برہنہ رہنا بھی جائز ہوتا اسی طرح جن اعضاء کی مخصوص ستر پوشی کا حکم نہیں ہے وہ فطرتاً اور قدرتاً کھلے رہ سکتے ہیں کوئی انسانی قانون ان کے متعلق پابندی اور حدود جاری نہیں کر سکتا نہ تاویلات عام اور قیاس کام آسکتے ہیں۔ آگے چل کر یہ ہی بزرگوار فرماتے ہیں کہ ”اس باب میں قطعی احکام نہ شارع نے دے دیے ہیں نہ اختلاف احوال و ضروریات کو دیکھتے ہوئے یہ مقتضائے حکمت ہے کہ قطعی احکام وضع کئے جائیں جو عورت اپنی حاجات کے لئے باہر جانے اور کام کاج کرنے پر مجبور ہے اس کو کسی وقت ہاتھ بھی کھولنے کی ضرورت پیش آئے گی اور چہرہ بھی ایسی عورت کے لئے بلحاظ ضرورت اجازت ہے اور جس عورت کا یہ حال نہیں ہے اُس کے لئے بلا ضرورت فقدا کھولنا درست نہیں“ یہ قیاس و رائے بھی غلط ہے۔ یہ کہنا کہ احکام ناقص و نامکمل ہیں خدا کی شان میں بے ادبی ہے اور یہ بھی بے جا ہے کہ شارع نے قطعی احکام نہیں دیئے ہیں حالانکہ احکام مکمل اور قطعی ہیں کسی قسم کی تاویل اور قیاس کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ فی زمانہ حال یہ ہو گیا ہے کہ لوگ پہلے اپنی منشا و غرض کے مطابق احکام تلاشی کر رہے ہیں اور جب اس غرض و مقصد میں ناکامیابی ہوتی ہے تو خود خواستہ تاویلات اور قیاس آرائی سے من مانی بات کو ثابت اور جائز کرنا چاہتے ہیں اس عمل میں محالات واقع ہونا لازمی ہو جاتا ہے اور

لاحالہ خود احکام الہی کو ناقص یا نامکمل کہنا پڑتا ہے۔ جہاں تک آیات مذکورہ کا تعلق ہے نہ اُن میں کوئی پیچیدگی ہے نہ کمی ہے نہ اس امر کا موقع ہے کہ عورت مجبور ہو تو ہاتھ اور چہرہ کھولے اور اگر مجبور نہ ہو تو ہاتھ اور چہرہ کھولنا درست نہیں۔ نہ ہی ان آیات میں باہر نکلنے یا نہ نکلنے کا کوئی ذکر ہے ان بزرگوار نے ان آیات کے تحت یہ اضافے محض قیاس و رائے سے کر دیے اور یہ صورت حالی افسوسناک اور عبرت انگیز ہے۔

ایک صاحب نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ”اپنا بناؤ شگھار کھول کر نہ دکھائی مگر جو طبعاً کھلا رہتا ہے جیسے آنکھوں کا سرمہ۔ ہاتھوں کی ہندی یا انگلیوں کی انگوٹھی۔ اس لئے چہرہ پتھیلیاں اور قدم ستریں داخل نہیں“ اس میں شک نہیں کہ ہاتھ۔ قدم اور چہرے کو چھپانے کا کوئی حکم نہیں ہے اس لئے یہ اعضاء یقیناً کھلے رکھے جاسکتے ہیں لیکن آنکھوں کے سرمہ اور ہاتھوں کی ہندی یا دیگر زیورات کی تاویل صحیح نہیں۔ نہ کوئی عقل و قرینہ ہو سکتا ہے کہ جس چیز کا قطعی ذکر نہ ہوا کو بھی خیال و قیاس کی رُو سے اضافہ کر دیا جائے اور پھر اس کا کوئی خیال نہ کیا جائے کہ ایسے اعضاء سے کیا مشکلات اور محالاست پیدا ہو جائیں گے یہ ہی عالم صاحب آگے بڑھ کر فرماتے ہیں کہ ”اپنا حسن دکھانے کے لئے اگر کوئی چیز بے حجاب کی جائے تو یہ گناہ ہے“ یہ ایک قطعی نیا مسئلہ اس آیت کے تحت پیدا کر دیا اس سے اور آیت سے

کوئی واسطہ اور تعلق نہیں۔ اس آیت کی دوسرے جن اعضاء کو چھپانے کا حکم دیا گیا ہے اس کی تعمیل لازمی ہے مثلاً اگر کسی عورت کا ارادہ اور نیت اظہار حسن کی نہ بھی ہوتا مگر وہ سینہ پر گز کھٹا نہیں رکھ سکتی اس لئے کہ سینہ پر دوپٹے کے پلو ڈالنے کا حکم ہے۔ اسی طرح اگر چہرہ کھلا رکھنے کی اجازت ہے تو نیت اظہار حسن کی وجہ سے یہی کھلا رکھنے کا۔ مثلاً مرد کا جسم بالائے ناف داخل ستر نہیں ہے۔ اب اگر کوئی پہلوان یا اظہار حسن و قوی یا بلا اظہار حسن و قوی اس کو افشا کرتا ہے تو ہرگز کوئی گناہ نہیں ہو سکتا یہ بات اور ہے کہ دیگر احکام کے تحت ایسا کرنا درست نہ ہو مثلاً ازراہ تکبر و فخر ایسا کیا جائے تو یہ سوال اور مسئلہ ہی دیگر ہوگا۔ بہر حال اس آیت کے تحت تاویلی و قیاسی مذکور کسی طرح مناسب اور صحیح نہیں ہے۔

الفرض احکام مذکورہ میں ستر پوشی کے علاوہ عورتوں کو دوپٹوں سے سینہ چھپانے کا حکم دیا گیا ہے اور پنڈلیاں افشا ہونے کے احتمال کو روکا گیا ہے اور اعزاز و ملازمت کی ایک فہرست دی ہے کہ ان کے سامنے اگر سینہ یا پنڈلیاں کھلی رہیں تو جائز ہے۔ زمرہ مستثنیات میں لونڈی غلام، خواجہ سرا اور بے شعور لڑکے بھی شامل ہیں اب غور طلب ہے کہ حسب ذیل صورت حال میں یہ سب لونڈی غلام، خواجہ سرا اور بے شعور لڑکے مستثنیٰ کئے جاتے ہیں:

عورات النساء والرجال اسی سورۃ نور میں عورتوں اور مردوں

کے اوقات شرم و حیا کے متعلق فرمایا گیا ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنَكُمْ
الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ
لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلَاثَ
مَرَّاتٍ مِنْ قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ
وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُمْ مِنَ
الْمَسْجِدِ وَ مِنْ بَعْدِ صَلَاةِ
الْعِشَاءِ ثَلَاثُ عَوْدَاتٍ لَكُمْ
لَسِنَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ
بَعْدَ هُنَّ ۚ

ایمان والو! تمہارے اہل کے مال (لوندی
غلام) اور تم میں سے جو بوجھ کو نہیں پہنچے
تین وقتوں میں تم سے پہلے پانچ بار یہ
کریں نماز صبح سے پہلے اور جب تم دوپہر
کو کپڑے اتار دیا کرتے ہو اور نماز عشاء
کے بعد (یہ) تین وقت تمہارے پردے
اشرم و حیا کے وقت ہیں ان کے علاوہ
نہ تم پر کچھ گناہ نہ ان پر کچھ گناہ کیونکہ
(وہ) اکثر تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں۔

مذکورہ بالا تین وقتوں پر لوندی غلام اور نابالغ بچوں کو بھی مکان یا
کوٹھری یا اس کمرے کے اندر جہاں مرد و زن رہتے ہوں بلا اجازت
جانے کی ممانعت کی گئی ہے۔ یہ تین وقت ظاہر ہے کہ خلوت کے
قرار دہیے گئے ہیں کہ ان میں کپڑے اتار رکھے جاسکتے ہیں یہ ممانعت خلائی
طور پر نہایت اہم ہے کیونکہ بغیر اذن چلے جانے میں ممکن اور غلب ہے کہ
جانب والا خواہ لوندی یا بے شعور لڑکا ہی کیوں نہ ہو وہ دیکھے جس کا دیکھنا با
تنگ و عار ہوتا ہے یہاں بھی فی الحقیقت اعضاء جسمانی کے ستر سے مطلب
منشا ہے اور بالخصوص عورات النساء والرجال مراد ہیں کیونکہ اگر محض سہنہ
یا پیٹ و پیڈلی وغیرہ ہوتی تو اس سے قبل ان اعضاء کو لوندی غلام اور نابالغ

لڑکوں کے سامنے کھلا رہنے کی اجازت دی گئی ہے۔

اسی سورۃ نور میں بڑھی عورتوں کی یہ رعایت فرمائی گئی ہے :

سن رسیدہ عورتوں کی عادت

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الَّتِي
لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ
عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَتَخِفَّ
مِنْهُنَّ مَا جَمَعْنَ غَيْرَ مَتَبَرِّجَاتٍ ۚ
بِزِينَةٍ ذَاتِ اَنْ يَتَخَفَتْنَ
خَيْرٌ لَّهُنَّ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝

اور بڑھی بڑھی عورتیں جن کو نکاح
کی امید نہیں اگر اپنے کپڑے اتار رکھا
کرنی تو اس میں اُن پر کچھ گناہ نہیں
بشرطیکہ اُن کو نہ نیت دکھانا منظور
نہ ہو اور احتیاط رکھیں تو اُن کے
حق میں بہتر ہے اور اللہ سنتا جانتا ہے

سب ہی جانتے ہیں کہ بڑھی بڑھی عورتوں کو سامان آرائش سے
کوئی واسطہ نہیں رہتا اور بالخصوص ایسی بڑھیوں کو جن کو نکاح کی خواہش
و امید باقی نہ رہے ان عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے اجازت عطا فرمائی ہے کہ
وہ اپنے کپڑے اتار رکھ سکتی ہیں مگر کپڑے اتار رکھنے کے ساتھ یہ شرط عائد
کی ہے کہ ان عورتوں کی یہ نیت نہ ہونا چاہیے کہ اُن کے سفینہ اور پیٹھ کو
آنیوالا دیکھے اور مزید احتیاط کے طور پر بہتر یہ ہی قرار دیا ہے کہ اگر وہ ایسا
نہ کریں تو اُن ہی کے حق میں زیادہ بہتر ہو گا۔ اس آیت سے سامنا و واضح
طور پر اعضا و جسم کا مراد ہونا ثابت ہے سب کپڑے اتارنے کا حکم نہیں ہے
جس کا مطلب صاف ہے کہ مقامات پور و پرانہ مستور رہیں گے صرف
دوپٹہ وغیرہ اتار رکھ سکتی ہیں۔ کوئی شک و شبہ نہیں کہ دوپٹہ اتار ڈالنے سے

اور ہمیں علیحدہ رکھ دینے سے سینے اور پیٹ کا انکشاف ہو جائے گا اسی کے متعلق ارشاد ہوا ہے کہ اس زینت کو دکھانے کی نیت نہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ یہاں زینت کے معنی میں طور پر سینہ اور پیٹ اور پیٹ سے ہر کسی سامان آرائش یا زیور کے معنی ہرگز نہیں ہو سکتے یہ امر ظاہر اور واضح ہو جانے کے بعد کہ عورتوں کے ہاتھ پیر اور چہرے کا پردہ آیات مذکورہ بالا سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کے برعکس ان کا فطراناً اور قدرتاً کھلا رکھنا جائز طور پر لازم آتا ہے عورتوں اور مردوں کے دیگر تعلقات۔ اتحاد اور رابطہ باہمی کے متعلق اسی سورۃ نور میں ارشاد ہوتا ہے۔

اتحاد و آزادی :-

ندانہ کیلئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ لڑکے کے لئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ بیاہ کیلئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ تم مسلمانوں کیلئے کہ اپنے گھروں سے کھاؤ یا اپنے باپ کے گھر سے یا اپنی ماں کے گھر سے یا اپنے بھائیوں کے گھر سے یا اپنی خالائوں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جن کی کنجیاں تمہارے اختیار میں ہیں

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرَجٌ وَلَا
عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى
الْمَرْءِ لُفْظِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْفُكْمِ
أَنْ تَأْكُلُوا مِنْ بُيُوتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ
أَبَائِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أُمَّتِكُمْ
أَوْ بُيُوتِ إِخْوَانِكُمْ أَوْ بُيُوتِ
خَالَاتِكُمْ أَوْ مَا مَلَكَتْكُمْ مَفَاحِشُهُ
أَوْ مِمَّا رَزَقَكُمْ دَلِيلٌ عَلَيْكُمْ

جَنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْهَاۤ اَوْ
اَشْتَاۤتَاۤتٍ
یا اپنے دوستوں کے گھروں سے تم پر
کچھ گناہ نہیں کہ سبیل کر کھاؤ یا الٹا لگے۔

ان ہدایات میں اعزاء و اقربا کے علاوہ دوستوں کے گھروں سے
کھانا جائز و مباح قرار دیا گیا ہے بلکہ اس کی بھی اجازت ہے کہ اہل خانہ
سب کے ساتھ مل کر کھائیں بیٹیں خواہ علیحدہ علیحدہ کھائیں بیٹیں اس
مردوں اور عورتوں کے اختلاط اور رابطہ باہمی کی مثال سمجھو یہاں باقی
ہے اور اتحاد و اخلاص میں المسلمین کا مستند نمونہ پیش ہو جاتا ہے۔

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتی ہیں
ان غلاموں کا یہ مسلک کہ ناقص ہو کتاب
ہوئے کس درجہ فقہان و عرم بے توفیق
کہ سکھاتی نہیں مومن کو غلامی کی طریق
واجبات

ازواج مطہرات و مکرر نسائ المسلمین
اب ان آیات کا مطالعہ ضروری

ہے جو براہ راست رسول اکرم کی ازواج مطہرات کی شان اقدس میں نازل
ہوئی ہیں۔ ان آیات میں حسب دستور بے عمل اور غلط تاویلات کی گئی ہیں
اور اس نیت اور ارادے سے کہ عام عورتوں کا گھروں کے اندر کسی نہ کسی
طرح قید رکھا جانا جائز ہو جائے یہ افوسناک تعبیر کی ہے کہ ان آیات
مخصوص کو عام مستورات سے واسطہ اور تعلق ہے اور اس کو شش میں
یہ بھی پرواہ نہیں کی کہ ایسی تاویل سے ازواج مطہرات کی کسر شان اور
تخفیر لازم آجائے گی۔ جو فضائل اور شرف خاص بارگاہ ایزدی سے ازواج
مطہرات کی شان میں نازل ہوئے ہیں وہ قابل غور ہیں باری تعالیٰ سورۃ الاعزاب

میں فرماتا ہے :
 النَّبِيُّ أَوْ لِي بِالْمُؤْمِنِينَ
 مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ
 أُمَّهَاتُهُمْ

اور نبی ایمان والوں پر خود اُن کی
 جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں
 اور نبی کی ازواج اُن کی مائیں ہیں

ازواج مطہرات کو مسلمانوں کی ماں ہونے کا ایسا شرف عطا ہوا ہے جو
 کسی اور خاتون اسلام کو تفویض نہیں کیا گیا۔ پھر اصل اور حقیقی ماں ہونے کی
 تاکید اور وضاحت اس طرح فرمائی گئی :

وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْخَذُوا رَسُولَ
 اللَّهِ فَمَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ
 مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ أُولَئِكَ إِذَا ظَلَمَ
 لَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا

اور مسلمانوں! تم کو شایاں نہیں کہ رسول
 خدا کو ایذا دو اور نہ یہ کہ اُن کے بعد
 کبھی اُن کی بیبیوں سے نکاح کرو خدا
 کے نزدیک یہ بڑی بات ہے۔

یہ فضیلت بھی کسی اور خاتون کو کبھی عطا نہیں ہوئی حقیقی ماں ہونے کا
 بدیہی نتیجہ یہ ہوا کہ اولاد سے کسی حالت میں نکاح جائز نہیں ہو سکتا چنانچہ
 صاف و صریح تاکید فرمائی گئی کہ کسی مسلمان مرد کو جائز نہیں کہ رسول اللہ کے
 بعد انہی ماؤں یعنی ازواج مطہرات سے نکاح کرے کہ یہ بڑی بے حیائی اور
 گناہ عظیم ہے۔ اس کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ اسی سورۃ الاحزاب میں

رَسُولَ اللَّهِ كِيْ ازواج مطہرات کو براہ راست مخاطب فرما کر یہ حکم دیتا ہے :
 يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ مَنْ بَآئِكَ فَاغْلِبْ
 يَفَاحِشًا تُبَيِّنُ تَبَيَّنَ لَهَا
 سے نبی کی بیبیوں میں سے جو کوئی
 کسی کھلی ناشائستہ حرکت کی مرتکب ہوگی

اَلْعَدَّ ابُّ ضَرْفَيْنِ طَوَّكَانَ
وَ اَلَيْكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيرًا ۝
مَنْ تَقْنَتَ مِنْكَ لَلّٰهِ وَ
رَسُولِهِ وَ تَعْمَلْ مَعَالِيًا نُّوْقًا
اَجَبَةً هَامَةً تَابِتَةً وَ اَعْتَدْنَا
لَهَا رِزْقًا كَسِيْمًا ۝

اس کو دوسری سزا دی جائیگی اور
اللہ کے نزدیک یہ پہل سے ہے اور جو تم
میں سے اللہ اور اس کے رسول کی
فرمانبرداری اور نیک عمل کریں گی اس
کو ہم اس کا اجر دوسرا دیں گے اور ہم
نے اس کیلئے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے۔

یہ خصوصیت بھی صرف ازواج مطہرات کے لئے ہے کہ ان کے
واسطے ارتکاب فحش کی سزا عوام کے مقابلہ میں دو چند معین کی گئی ہے اور
اسی طرح اطاعت رسول اور اعمال صالحہ کا اجر دو گنا معہ عزت کی روزی
کے مقرر فرمایا گیا ہے۔ دو چند جزا کے ساتھ دو گنی سزا کا تعین ضروری
تھا ورنہ یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ ازواج مطہرات سے ارتکاب فحش
کا کوئی قریبہ اور امکان نہیں تھا کیونکہ ان کو پاک و صاف رکھنا خود
مشیت ایزوی کو منظور تھا اور عین کی وضاحت اسی سورۃ میں اس طرح
فرمائی گئی ہے :

اِنَّمَا يَرْثُكَ اللّٰهُ لِيَذَرَ
فَمَنْكُمُ الْيَتٰى حَتّٰى اَهْلُ الْبَيْتِ
وَلِيَطَهِّرَ كُمْ تَطْهِيرًا ۝

(اے نبی کے) گھر والو! خدا کو تو میں یہی
منظور ہے کہ تم سے گندگی کو دور کر دے اور
تم کو ایسا پاک و صاف بنا دے جیسا پاک و صاف
بنانے کا حق ہے۔

یہ انتہائی عظمت و فضیلت ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو ازواج مطہرات

کا گندگی و رجز سے پاک و صاف بنانا منظور ہوا اس میں کیا کلام کہ جس کو جس سے پاک و صاف بنانے کی مشیت و منشاء الہی ہو اس کی فضیلت و عظمت کی کیا انتہا ہوگی۔ یہ بھی ایسا شرف و اعزاز ہے جو اور کسی خاتون کو عطا نہیں ہوا۔ یہ فضیلت ان الفاظ سے کہ ”جیسا پاک صاف بنانے کا حق ہے“ اور بھی زیادہ بلند و برتر ہو جاتی ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ ان آیات میں سوائے ازواج مطہرات کے اور کوئی مخاطب نہیں ہے۔ چنانچہ انھیں کی شان میں مزید ارشاد ہوتا ہے :

وَأَذْكُرَنَّ مَا بُنِيَ فِي بُيُوتِكُنَّ
مِنْ آيَاتِ اللَّهِ فَالْحِمْذُ
اور تمہارے گھروں میں جو خدا کی آیتیں
اور دانائی کی باتیں پڑھ پڑھ کر سنائی
جاتی ہیں اُن کو یاد رکھو۔

یہ خصوصیت اور فضیلت بھی اہل بیت المومنین کو حاصل تھی کہ اُن کے گھروں میں آیات الہی کی تلاوت اور احکام الہی کا ورد ہوا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان تذکرات کو یاد رکھنے کی ہدایت فرمائی کہ اس سے اشاعت دین حق مقصود تھی۔ پھر یہ بھی عظمت تھی کہ اُن کے گھر میں نزول وحی ہوتی تھی علاوہ بریں یہ شرف کسی اور خاتون کو کب حاصل ہوا کہ خود رسول اللہ بذات خاص آیات الہی کی تلاوت اور ان کے معانی و مقاصد ظاہر فرماتے اور اُن کے نکات بیان فرماتے اس کے بعد اسی سورۃ احزاب میں باری تعالیٰ اہل بیت المومنین کو مکرر مخاطب فرماتا ہے :

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لَسْتَ كَآحَدٍ
سے نبی کی بیسیو تم کچھ عام عورتوں کی

مِنَ الشَّكَاوَةِ
 طرح تو ہو نہیں (یا: تم کسی اور عورت
 جیسی تو ہو نہیں)

ایسا صاف و صریح طور پر فرمادیا گیا کہ ازواجِ مطہرات عام عورتوں
 کے زمرے میں داخل نہیں ہیں۔ پھر یہ اعلان و وضاحت ازواجِ مطہرات کو
 مخاطب فرما کر کی گئی ہے اس سے کمال اور وثاق طور پر ثابت کر دیا کہ یہ
 خطابات سوائے اہل بیت المؤمنین کے اور کسی سے متعلق نہیں ہو سکتے نہ کسی
 امیر و کبیر اور غریب و فقیر کو یہ حق کسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے کہ ان کا
 اطلاقی اپنے فرقہ یا گروہ کی عورتوں یا کسی عورت پر کر سکے۔ اس بین اور
 واضح مخاطبت کے بعد مزید احکام اسی سلسلہ میں یہ صادر ہوئے ہیں کہ:

اِنْ التَّقِيَّتَيْنِ فَلَا تَخْضَعْنَ
 بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ
 مَوْهِنٌ وَّ قَلْبٌ قَوْلًا مَّعْرُوفًا
 وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا
 تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ
 الْأُولَى
 اگر تم دونوں بی بیوں کو پرہیزگاری منظور
 ہے تو دلی زبان سے بات نہ کیا
 کرو تو جس کے دل میں کھوٹ ہے ■
 تم سے توقعات پیدا کر لیا اور بات
 کرو جیسا کہ پاک صاف لوگوں کا دستور
 ہے اور اپنی گھروں میں ہی رہو اور اگلے زمانہ
 جاہلیت کے بنیاد شگسار و کھاتی نہ پھرو۔

یہ حکم کھلا کھلا خاص اہل بیت المؤمنین کو صادر ہوا ہے کہ وہ دلی زبان
 سے بات نہ کریں کہ لوگوں کو راز سیاست و نبوت معلوم کرنے کی جرأت
 ہو سکے بلکہ دب و بدب اور سلطوت شاہانہ کے مطابق کلام کریں کہ لوگوں پر

عبرت اور رعب قائم رہے اور جو بات ہو وہ معقول اور سبے پاک
 ہو کہ یہ طریقہ پاک صاف لوگوں کا چھوٹا ہے۔ اس کے بعد یہ بھی ہدایت
 فرمائی کہ اہل ہات المومنین اپنے گھروں میں قرار سے قیام نہ پزیر رہیں
 اور زمانہ جاہلیت کی عام عورتوں کی طرح بناؤ سنگھار دکھاتی نہ پھریں
 اس بات کو دوبارہ یاد کر لیا جائے کہ ان تمام آیات کی مخاطب خاص
 ازواج مطہرات ہیں اس لئے دنیا کی کسی امیر یا غریب عورت یا
 شاہزادی اور ملکہ وقت کو یہی یہ حق حاصل نہیں ہو سکتا کہ ان
 آیات کا مخاطب اپنے آپ کو ایک لحظہ کے لئے یہی کہہ سکے یا اپنی
 آپ کو عام عورتوں کے زمرے سے نکال کر ان خاص فضائل و
 مراتب کا مستحق قرار دے سکے۔ دوسری بات یہ ذہن نشین رکھنا
 چاہئے کہ ”وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ“ کی دوسری قرارت ”وَقَرْنَ فِي
 بُيُوتِكُنَّ“ بھی کی گئی ہے آخر الذکر کے معنی ہوئے کہ اپنے گھروں میں
 وقار کے ساتھ رہو۔ پہلی آیت سے یہ مطلب نکلا تھا کہ گھروں میں
 جمی بیٹھی رہو یعنی گھروں سے نہ نکلو دوسری سے یہ واضح ہوا کہ نکلنے
 کی کوئی قید نہیں بلکہ وقار کے ساتھ رہنا مراد ہے۔ ہندوستان
 میں وَقَرْنَ صحیح مانا گیا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ ”گھروں میں جمی رہو“
 سے کیا مطلب ہے آیا کسی وقت اور کسی حالت میں گھروں سے
 باہر نہ نکلیں؟ اس کی وضاحت اور صراحت اس فقرے سے کر دی
 گئی کہ ”اور اگلے زمانہ جاہلیت اولیٰ کے بناؤ سنگھار دکھاتی نہ پھرو“

جس کے صاف و صریح معنی یہ ہوئے کہ بلا ضرورت گھروں سے نہ نکلا
 کریں کہ نیاؤ سنگھار دکھانا مقصود ہو البتہ حاجات اور ضروریات کے
 لئے نکلتا جائز ہے۔ ازواج مطہرات کی سیرت اور حکم مذکور پر جو عمل
 ہوا اس سے بھی کمال طور پر ثابت ہے کہ اس حکم کے بعد بھی ازواج
 مطہرات گھروں سے برابر ضرورت اور حاجت کے مواقع پر باہر نکلتی
 رہیں اور اس حکم کے یہ معنی کبھی نہیں سمجھے گئے کہ ازواج مطہرات
 کا گھروں سے نکلتا قطعی ممنوع ہو گیا ہو۔ اس سے قبل یہ واضح ہو چکا
 ہے کہ "ما ظہر منہا" کی غلط تاویل سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش
 کی گئی کہ دنیا کی ہر مسلمان عورت کے لئے غیر محرمات کے سامنے کوئی
 حصہ جسم کھولنا جائز نہیں لیکن یہ دعویٰ بے دلیل مسترد اور باطل ثابت
 ہوا۔ چونکہ اکثر عورتیں گھروں کے اندر قید رکھی جاتی ہیں لہذا اس قید
 کو ثابت کرنے کی یہ کوشش کی گئی کہ یہ حکم "وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ" جو
 خاص اہل بیت المؤمنین کی فضیلت و عظمت کے لئے صادر ہوا تھا اس
 کا اطلاق عام عورتوں کے لئے قرار دیا گیا پھر اسی پر اکتفا نہیں ہوا بلکہ یہ
 اضافہ کر دیا گیا کہ عام عورتیں جب وقت گھروں میں قید رہیں۔ پھر یہ
 دیکھ کر کہ غریب عورتوں کو گھروں سے باہر نکلے بغیر حجابہ نہیں یہ حکم
 کر دی کہ امراء و روساء کی عورتوں کے لئے اس حکم کا اطلاق ہو گا شرابا
 کی عورتوں کو اس حکم سے کوئی تعلق نہیں اب ایک اور مشکل حائل
 ہوئی کہ امراء و روساء کی عورتوں کو باہر نکلنے کی ضرورت و حاجت نہیں

ہوتی اور ازدواج مطہرات ضرورت اور حاجت کی بنا پر باہر نکل سکتی تھیں
لہذا امراء و وساکو یہ سبقت اور برتری حاصل ہوئی کہ وہ ہمہ وقت
گھروں کے اندر قید رہیں۔ اس فکر و کاوش میں اکثر صاحبان نے
”وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ“ کی عجیب عجیب تاویلات کی ہیں جن کا تذکرہ لازمی
ہے اور دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔

احکام تھے حق ہیں مگر اپنے مفسر و تاویل سے قرآن کو بنا سکتے ہیں پاژند

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ کی تاویلات ایک بزرگوار فرماتے ہیں کہ اگر

کسی عورت کا سر و ہرانا ہو۔ قلت معاش ہو بیمار ہو یا سوز و رجا
اور ایسے ہی وجوہ ہوں تو جائز ہے کہ ضروریات کے لئے گھر سے
باہر نکل سکتی ہے۔ چونکہ ازدواج مطہرات بوجہ قلت معاش اور
ضروریات کے باہر نکل سکتی تھیں لہذا یہ قیاس اضافہ کیا گیا کہ غریب
عورتیں باہر نکل سکتی ہیں مگر امراء و وساء کی عورتیں جن کا درجہ
نحوہ باللہ ازدواج مطہرات سے بڑا ہوا وہ باہر نہیں نکل سکتیں
سب سے پہلے تو یہ ہی غلط ہے کہ یہ حکم سوائے ازدواج مطہرات
کے اور کسی سے متعلق و منسوب کیا جائے۔ ازدواج مطہرات کے
علاوہ دنیا کی کسی اور مسلمان عورت کے لئے یہ احترام و فضیلت
اطلاق کرنا صریح حکم عدولی اور بے ادبی ہے بلکہ معصیت ہے۔ پھر
یہ تو انتہائی گستاخی ہے کہ قلت معاش کی بنا پر ازدواج مطہرات کا

نکھنا جائز تھا اور امراء و رؤسا کی عورتیں اس سے ممنوع ہیں۔
 اس تاویل اور قیاس کی ذرا سی بھی گنجائش نہیں بلکہ صریح اختراع
 ہے جو کسی طرح جائز نہیں۔ آیت میں اس طرح کے افسانے اور توہمات
 مسلمانوں کا کوئی فرقہ جائز نہیں رکھتا۔ کسی ذاتی رائے یا غرض کی بنا
 پر آیت میں اس قسم کی قیاس آرائی اور تاویل کرنا بارہی تعالیٰ نے
 گناہ عظیم قرار دیا ہے۔

دوسرے صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ ”پھر آخر میں جا کر پردے
 کی تکمیل تو اس آیت سے ہوئی جس میں اہبات المؤمنین یعنی پیغمبر
 صاحب کی بیبیوں کو حکم ہے کہ ”وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ“ اگرچہ یہ احکام
 اہبات المؤمنین کو ہیں اور اہبات المؤمنین کے بارے میں ہیں مگر
 عام مسلمان عورتیں اور تمام مسلمان مرد مخاطب ہیں ”یہ تاویل بھی
 سراسر غلط ہے۔ اور یہ بات تو ہر گز صحیح نہیں کہ عام مسلمان عورتیں
 اور تمام مسلمان مرد مخاطب ہیں۔ مردوں کی مخاطبت کا ذرا بھی
 ثابہ اور کوئی قرینہ نہیں ہے۔ پھر یہ بھی واضح اور ثابت ہے کہ ان
 آیات کا تعلق خاص فضیلت اور اہبات المؤمنین کی عظمت و شرف
 سے ہے۔ کسی طرح ممکن اور جائز نہیں ہو سکتا کہ خطابات اور
 امتیازات خصوصی جو براہ راست اہبات المؤمنین کو تفویض ہوئے
 وہ کوئی عورت اپنے واسطے جائز کر سکے۔ کوئی عورت نہیں کہہ سکتی
 کہ وہ دوسرے عذاب و ثواب کی مستحق ہو سکتی ہے۔ کسی عورت کو

یہ منصب نہیں کہ وہ کہہ سکے کہ وہ عام عورتوں جیسی نہیں۔ کوئی عورت دعویٰ عیار نہیں ہو سکتی کہ بعد وفات شوہر وہ دوسرے مسلمانوں کی ماں مقصور ہو سکتی ہے اور اس سے کوئی مسلمان نکاح نہیں کر سکتا اور اسی اعزاز و شرف کے ساتھ یہ ہی نہیں کہہ سکتی کہ قرن فی بوتھن کا اعزاز و شرف اس کو بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ ان تمام فضیلتوں میں سے کوئی عورت کسی فضیلت کی مستحق نہیں۔ یہ حکم صرف اہبات المومنین کی شان میں نازل ہوا کہ وہ گھروں میں رہیں اور زمانہ جاہلیت کی طرح بناؤں سنگھار نہ دکھاتی پھریں۔ اور عورتیں اپنے مروجہ حال پر چھوڑی گئیں ان کے واسطے گھروں میں بیٹھنے کا اعزاز نافذ نہیں کیا گیا یہ بات بھی غلط ہے کہ اس سے پردے کی تکمیل ہوئی کیونکہ اہبات المومنین اپنی ضروریات کے لئے برابر نکلتی رہیں۔ یہ بات تو صرف امراء کو منحون کرنے کیلئے ایجاد ہوئی کہ ان کی عورتیں اس آیت کے بموجب ہمہ وقت قید رکھی جاسکتی ہیں۔ الغرض تاویل مذکورہ قطعی غلط اور مفہوم و منشاء آیت کے صریح خلاف ہے۔

یہ ہی بزرگوار مزید تحریر فرماتے ہیں کہ پیغمبر صاحب کی نسبت ایسا خیال کرنا کہ ان کو اپنی بیبیوں کی عصمت کا زیادہ پاس تھا سخت لغو خیال ہے پیغمبر صاحب کو ہر مسلمان کی جان اپنی جان سے اور ایک اور مسلمان کی آبرو اپنی آبرو سے زیادہ عزیز تھی یہ بھی کوئی منطق

ہے کہ احکام الہی کو منشاء رسول قرار دیا جائے۔ پیغمبر صاحب کو
 واقعی ہر ادنیٰ مسلمان کی جان و آبرو و اپنی جان و آبرو سے زیادہ عزیز
 ہو سکتی تھی۔ لیکن کیا کوئی ایسا مسلمان مسلمان کہلانے کا بھی مستحق
 ہو سکتا ہے جو واقعی اپنی یا کسی اور مسلمان کی جان و آبرو رسول اللہ
 کی جان و آبرو سے زیادہ عزیز سمجھتا ہو۔ یہ بات تو رسول اللہ کی
 عین شفقت تھی کہ وہ اپنی امت کے ہر فرد کی جان و آبرو زیادہ
 عزیز فرماتے تھے۔ لیکن یہ تو ہرگز نہیں ہو سکتا کہ کسی فرد کی عزت
 و آبرو رسول اللہ سے بڑھ کر عزیز ہو سکے۔ یہ بھی کتنی غلط بات ہے
 کہ یہ احکام فضیلت جواہرات المومنین کی شان میں بارگاہ انبوی
 سے نازل ہوئے اُن کی یہ تعبیر کی جائے کہ خود باللہ خود رسول اللہ
 نے نازل کرائے۔ اس طرح تو صد ہا فضائل کا نزول بے معنی
 ہو جائے گا۔ یہ حکم تو خود باری تعالیٰ نے صادر فرمایا کہ ”بنی ایمان
 والوں پر خود اُن کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں اور بنی
 کی ازواج ان کی مائیں ہیں“ کیا یہ کہہ کر رسول اللہ کو ہر ادنیٰ مسلمان
 کی جان و آبرو زیادہ عزیز تھی اللہ تعالیٰ کے حکم کی تردید مقصود ہے؟
 منشاء الہی میں رسول اللہ کی رائے یا جذبہ محبت سے کیا واسطہ؟
 کیا ان غلط تاویلات سے سوکے ظن پیدا نہیں ہوتا؟ اگر اس قسم
 کی تاویل جس سے حقیر رسول اللہ اور ازواج مطہرات کا صریح پہلو
 نکلتا ہے بالارادہ کی جائے تو صیغہ معصیت اور سخت گناہ ہے۔

محترم موصوف نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ ”غرض ہر ایک حالت کے مناسب ہر ایک کا پردہ ہے ایک پردہ جو ان عورت کا ہے ایک بوڑھی کا۔ ایک دیہاتی کا۔ ایک شہری کا۔ ایک غریب کا۔ ایک امیر کا۔ ایک حسین کا۔ ایک بد صورت کا“ اعضائے جسمانی کو مستور رکھنے کی بابت تو خود باری تعالیٰ نے بوڑھی اور جوانوں کا فرق ظاہر فرمایا ہے کہ بوڑھی عورتیں اپنے کپڑے گھروں کے اندر اتار رکھ سکتی ہیں۔ لیکن سوائے ستر پوشی کے پردے کا کوئی حکم قرآن مجید میں نہیں ہے۔ پھر ابھی تو ان بزرگوار نے یہ فرمایا تھا کہ ہر ادنیٰ مسلمان کی آبرو رسول اللہ کو اپنی آبرو سے زیادہ عزیز تھی۔ لیکن امیر کو غریب پر۔ شہری کو دیہاتی پر اور حسین کو بد صورت پر کس حکم کی رو سے ترجیح دینا پسند فرماتے ہیں۔ غالباً غریب۔ دیہاتی اور بد صورت کی کوئی آبرو مستحور نہیں فرمائی گئی۔ اب غور کرنا چاہیے کہ جب انسان اس جگہ تفریق و امتیاز پیدا کرتا ہے جہاں کوئی حکم نہیں ہے تو پھر اس میں کون سی بات بعید از قیاس سمجھی گئی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے رسول اللہ اور اہل بیت کو خاص فضیلت و مدارج کیوں عطا فرمائے۔ المختصر محترم موصوف نے جو تفریق و تخصیص مسلمان عورتوں میں تحریر فرمائی ہے۔ اس کی کوئی سند نہیں اور یہ محض ایک قیاس اور ذاتی رائے ہے۔

ان جملہ تاویلات اور قیاس آرائیوں کے بعد محترم موصوف

اس نتیجہ پر پہنچے کہ "پروہ" کی احتیاط کے لئے کوئی عام اسٹیڈیڈ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ایک احتیاط شہریوں کے لئے ایک دیہاتیوں کے لئے ایک امیروں کے لئے ایک غریبوں کے لئے ایک جوانوں کے لئے ایک بوڑھیوں کے لئے ایک کنواروں کے لئے ایک بیابانیوں کے لئے ایک خوبصورتوں کے لئے ایک بد صورتوں کے لئے ایک خواص کے لئے ایک عوام کے لئے " یہ بھی محض نتیجہ افکار ذاتی ہے۔ قرآن مجید میں نہ پروہ کا حکم ہے نہ کوئی معیار۔ البتہ مردوں اور عورتوں کے اعتبار حیسانی کو مستور رکھنے کا حکم ہے اور اس کی سراحت اور وضاحت فرمادی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تفریق ضرور ظاہر فرمائی ہے کہ ایک فضیلت و عظمت اہل اہل المؤمنین کے لئے اور دوسرے درجہ میں تمام مسلمان عورتیں ہیں۔ یہ امر سورۃ احزاب کی مذکورہ بالا آیات اور نیز "قرن فی بیوتکم" سے کمال طور پر ثابت ہے۔ اس تفریق الہی کے بعد جو مزید تفریق و تخصیص محترم موصوف نے بیان فرمائی ہے وہ نہ صرف غلط ہے بلکہ مسلمانوں میں تفریق اور فساد پیدا کرنے کا سنگ بنیاد تصور ہو سکتا ہے۔

کرتے ہیں غلاموں کو خلاعی پر رضا مند و تاویل مسائل کو بناتے ہیں یہاں ایک تیسری نریگ و محترم تحریر فرماتے ہیں کہ "منشأ اس آیت کا معنی ہے زمانہ جاہلیت میں مستورات آزادانہ بلا پابندی پر وہ باہر پھرا کرتی تھیں اس کی ممانعت کی گئی ہے اور اس آیت کے نازل ہونے

کے بعد پردہ فرض ہوا تاہم بضرورت شرعیہ جیسے حج و عمرہ وغیرہ میں اور نیز قضا کے حاجت کے لئے ازواج مطہرات و دیگر نساء العالمین چادروں میں لپٹی ہوئی آبادی کے باہر جاتی تھیں اس لئے کہ اس وقت گھروں میں بیت الخلاء نہ تھے۔ اس حکم کے متعلق بعض صاحبوں کا خیال ہے کہ اہبات المومنین کے لئے مخصوص ہے عام مستورات اس میں شامل نہیں لیکن بہت سے بزرگوں کی رائے ہے کہ اس حکم میں عام مستورات داخل ہیں اور یہ صحیح بھی معلوم ہوتا ہے۔ یہ بات تو ثابت ہو چکی ہے کہ سوائے بعض حصص جسم کو مستور رکھنے کے قرآن مجید میں پردے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ یہ بھی ثابت ہو چکا کہ اہبات المومنین کو بناؤ سنگھار دکھانے کی غرض سے زمانہ جاہلیت کی طرح نکلنے سے منع فرمایا گیا جس سے کوئی پردہ لازم نہیں آیا۔ خود یہ ہی بزرگوار تسلیم فرماتے ہیں کہ ازواج مطہرات ان آیات کے بعد بھی گھروں سے نکلتی رہیں لیکن یہ بات بالکل غلط سمجھدی کہ اس حکم میں عام مستورات شامل ہیں اور یہ امر رائے اور خیال قرار دیکر دوسری غلطی کی کہ حکم مذکور اہبات المومنین کے لئے نہیں ہے کیا ”یُنْسَاوُ الْبَنَاتِ“ ”اہل البیت“ کی مخاطبت میں سوائے اہبات المومنین کے کوئی اور شامل ہو سکتا ہے؟ پھر سیاق و سباق اور مضمون موجود ہے۔ یہ بات تو بدیہی اور صاف و صریح ہے کہ ان آیات کی مخاطب صرف اور تنہا اہبات المومنین ہیں اور کوئی عورت اس میں داخل یا شامل نہیں کی جاسکتی۔ رائے اور خیال کا یہاں کسی طرح گزر نہیں

ہو سکتا۔ یہ تاویل بھی غلط ہے۔

یہ ہی بزرگ مزید تحریر فرماتے ہیں کہ ”ازواج مطہرات کا خداوند جل علاہ نے مکانات میں رہنا اور باہر نہ نکلنا مناسب و ضروری سمجھا تو عام عورتوں کے لئے تو بدرجہ اولیٰ اس کی اشد ضرورت ہونی چاہیے۔ یہ بحث تو گویا خود اللہ تبارک و تعالیٰ سے چھیڑ دینا ہے حکم تو حکم ہے اور وہ ہر نوعیت و لحاظ عقلی سے بھی صحیح ہے۔ اس سے اور بحث سے کیا تعلق؟ اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو ام المؤمنین کا حکم دیا اور بعد نبی کے ان سے نکاح ممنوع فرمایا۔ اب اگر کوئی صاحب یہ فرمائی کہ عام عورتوں کے لئے تو بدرجہ اولیٰ اس حکم کی اشد ضرورت تھی تو صاف ظاہر ہے کہ ان کو خود حکم ہی پر اعتراض ہے۔ بات صاف و صریح ہے کہ ”قرن فی بیوتکم“ بھی ایک فقہی مسئلہ اور عظمت ہے جو صرف اہل ایمان المؤمنین کو عطا ہوئی ہے۔ اس میں یہ دلیل اور بحث ہرگز نہیں کی جاسکتی کہ یہ بات تو ایسی ضروری عقلی کہ عام عورتوں کے لئے اطلاق ہونی چاہیے تھی۔

انہیں نور گوار کا قول مزید یہ ہے کہ ”قرن فی بیوتکم“ کا حکم ہو جانے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ کے پاس آئے تو حضور نے سورۃ النور سے فرمایا ”قد اذن لکم فی بیوتکم“ یعنی ”تمہارے لئے اجازت ہے کہ اپنی ضرورتوں کے لئے باہر نکلا کرو“ اس سے بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ خود ازواج مطہرات کے لئے ضرورت نہ نکلنا ہمارے عقائد عام عورتوں کے لئے بدرجہ اولیٰ جائز رہا کہ وہ ”قرن فی بیوتکم“ کی

فضیلت سے ملوڑہ رکھی گئی ہیں۔ خود انھیں بزرگوار کے بقول نہ کوئی پردہ
نرمی نہ ہونے کی گھروں سے نکلتا صنوع و ناجائز نہ ملے۔ پھر یہ قید مکان کی تاویلات
ان آیات سے نکالنا امر فصول ہوا۔

محترم موصوف نے مذکورہ بالا کیفیت احکام بیان کرنے کے بعد پھر
فرمادیا کہ ”سر سید احمد خاں اور اُن کے فرزند سر سید محمود مدت العمر کبھی
اس بات کے بھی نہ وادار نہیں ہوئے کہ اُن کی بہو محمود بیگم کسی بٹے سے
بٹے جلیل القدر انگریز کی میم صاحبہ سے بھی مل سکتیں“ اب ظاہر ہو گیا اور
یہ کہنے میں کیا غلطی ہو سکتی ہے کہ ان بزرگوار نے محمود بیگم کو اجہات المؤمنین
اور دیگر خواتین غنت پر پیش ترجیح دیدی کیونکہ اجہات المؤمنین اور دیگر
خواتین جنت نہ صرف باہر نکلتی تھیں اور ہر قوم کی عورتوں سے مل کر باتیں
کرتی تھیں بلکہ مردوں سے بھی باتیں کرتی تھیں۔ چونکہ ان بزرگوار کی نیت
اس قسم کی توہین و حقارت کی نہیں ہو سکتی تھی لہذا مزید تنقید غیر ضروری ہے
ایک اور فاضل محترم ”قرن فی یوتکن“ کی تاویلی میں فرماتے ہیں
کہ ”گو یہ ادب پیغمبر کی بیسیوں کو خطاب کر کے لکھا یا گیا ہے مگر عام عورتوں
کے لئے اس میں پیروی کا نمونہ ہے“ یہ بات نہیں ہے۔ عام عورتوں کے
لئے اسی فضیلت اور اعزاز کا دعویدار جو ناجو خاص اجہات المؤمنین کو
عطا ہوئیں صحیحیت اور گناہ ہے۔ فی الحقیقت یہ نمونہ ادب نہیں ہے بلکہ عین
و صریح افتخار و شرف ہے ہر شخص جانتا ہے کہ امراء کی عورتوں کا محلوں کے اندر
رہنا۔ سلاطین کی شاہزادیوں کا قصر میں رہنا باعث فضیلت و شرف ہوتا ہے

روٹی سالن پکوانا۔ اگر مرد غریب ہے اور عورت بھی غریب طبقہ کی ہے تو کھانے پکانے وغیرہ کا سب کام اپنے ہاتھ سے کرنا واجب ہے مرد کے ذمہ سامان لا دینا ضروری ہے۔ اس تنظیم میں کوشش یہ کی گئی ہے کہ عورت کو کسی حالت میں باہر نہیں نکلنا چاہیے۔ غریب طبقہ میں یہی بازار سے سامان وغیرہ لانا مرد کے ذمہ رکھا گیا ہے۔ عورت بہر حال گھر کے اندر رہے گی۔ اس ایجاد کی کوئی سند نہیں البتہ یہ شقیں احکام قرآن کے صریح خلاف ہیں۔ عورتوں کو ضرورتاً کے لئے باہر نکلنے کی عام اجازت ہے۔ وہ قید مکان کی سرگز پابند نہیں کی گئی ہیں۔ یہ ہی صاحب بالآخر فرماتے ہیں کہ ”چنانچہ عسرت اور افلاس کے زمانہ میں حضور (نبی) نے حضرت علیؓ اور فاطمہؓ زہراؓ میں اسی طرح تقسیم کار فرمائی تھی۔ یہ صریح ہتھان اور توہین ہے۔ حضرت فاطمہؓ کی خدمات اہل امت کے لئے نمونہ تقلید ہیں۔ آپ کو ہر دولت میسر تھی اور ہو سکتی تھی۔ تاہم آپ اپنے ہمسایوں کا کام کاج کر دیتی تھیں۔ اُن کی خبر گیری اور عیادت فرماتی تھیں۔ خود پانی کی مشکیں بھر کر لاتیں اور پڑوسیوں کو سیراب فرماتیں۔ چکی پیستی تھیں اور گھر بار کے سب کام انجام دیتی تھیں خود فاقہ کرتی اور دوسروں کو کھانا کھلاتی تھیں۔ خود چوند لگاتیں دوسروں کو کپڑے عنایت کر دیتیں لونڈی غلام میسر بھی ہوتا تو قبول نہیں فرماتی تھیں۔ امراء و روسا کی عورتوں اور امت کی تمام عورتوں کے لئے حضرت فاطمہؓ کی

خداوند اور تقدس فی الدین کی پیروی کرنا لازم اور واجب ہے کہ یہ ذریعہ نجات اور موجب رضا کے الہی ہے۔ آپ کی بابت تو ہیں آمیز کلمات کھنا کسی طرح زیبا اور مناسب نہیں۔

قرآن کو باز کیجئے تاویل بنسا کر و چاہی تو خود اک تازہ شریعت کری ایجاد ہے مملکت ہند میں اک طرفہ تھاشا و اسلام پر مجبوس۔ مسلمان ہے آزاد یہ امر بخوبی ثابت اور واضح ہو گیا کہ ناظر مصفا کی تاویلات

غلط سے چہرے اور ہاتھ پیروں کا چھپانا جائز نہیں ہوا اور قرن فی بوتکین کی تاویلات سے عورتوں کا گپروں میں قید رہنا کسی طرح جائز نہیں ہوا۔ اور پردے کی انتہیں دو عورتوں کو قرآن مجید کی غلط تاویلات سے ثابت کرنے کی سعی لا حاصل کی گئی تھی۔ پردے کی یہ دو صورتیں مزید احکام الہی سے مسترد ہوتی ہیں ان کی چند مثالیں درج ذیل ہیں :-

محرمات مرد پر پردے کے معاملہ میں یہ جائز کہا گیا ہے کہ مسلمان عورتیں ان مردوں کے سامنے بے پردہ رہ سکتی ہیں جن سے نکاح جائز نہیں اور اس بنا پر ایسے اشخاص کو محرمات کہا جاتا ہے۔ ماں۔ بہن۔ ساس۔ بہو۔ خالہ۔ اگر بیوی حیات ہو تو اس کی بہن۔ کیتھی وغیرہ داخل محرمات ہیں۔ اس لئے باپ۔ بھائی۔ داماد۔ خسر۔ ہانجہ۔ بہنوئی۔ چچا وغیرہ سے پردہ نہ کرنا درست ہے۔ سورۃ النساء میں وہ کل عورتیں تمام مسلمان مردوں کے لئے حرام قرار دی گئی

ہیں جو دوسرے مسلمان مردوں کے نکاح میں ہوں۔ اس صریح حکم کی
رو سے برنماء اصول مذکور ہر مسلمان شادی شدہ عورت سب مسلمان
مردوں کے سامنے ہو سکتی ہے کیونکہ وہ ان کی واسطے حرام ہے حکم یہ
ہے:

هَذَا الْمُحْتَضَرُ مِنْ الشَّارِعِ الْإِسْلَامِيِّ
مَا تَلَكَّتْ أَيْمَانُكُمْ
اور وہ عورتیں (بھی حرام ہیں) جو
(دوسروں کی) قید (نکاح) ہیں ہوں مگر وہ
جو (کافروں کی لڑائی میں قید ہو کر) تمہارے
قبضہ میں آئی ہوں.....

اس آیت سے پورے طور پر واضح ہے کہ شادی شدہ مسلمان
عورت ہر مسلمان کے لئے حرام ہے لہذا ہر مسلمان کے سامنے پہلے پردہ
ہو سکتی ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ دیورہ جیسے اور دیگر اعزاسے پر
کار و راجع نہیں ہے اور وہ حکم مذکور کی رو سے بالکل جائز اور صحیح
ہے۔ لیکن تعجب یہ ہے کہ اسی اصول کے ماتحت شادی شدہ کا پردہ
کسی مسلمان سے نہیں ہو سکتا مگر اسی حکم کو نہیں مانا جاتا ہے برضائے
اس کے خسر سے اگرچہ پردہ نہ کرنا صحیح مانا گیا ہے مگر قریب قریب
پردہ کیا ہی جاتا ہے اور اسی طرح سالیوں کا بھی پردہ ہوتا ہے اور
اکثر سائیں بھی پردہ کرتی ہیں۔ جس کا صاف مطلب یہ نکلتا ہے کہ
احکام سے بہت کم اعتنا کیا جاتا ہے اور رسم و رواج کو ترجیح دی
جاتی ہے۔ ہندوستان میں مسلمان عورتوں کا پردہ قریب قریب

ہندوؤں کی نقل سے یہ بھی وجہ ہے کہ خمر سے شرم و لجاظ پر دوسے
 کی حد تک پہنچ جاتا ہے اور دیور سے انتہائی سبے تکلفی برائی جاتی
 ہے۔ حقیقتاً آخر کار یہ رہتی ہے کہ مسلمان عورت کے چہرے اور
 ہاتھ پیر کا یہ وہ خداوند تعالیٰ نے جائز نہیں رکھا ہے اور جہاں تک
 مسلمان عورت کی قید مکان کا سوال ہے اُس کی جین تو وہ قرآن مجید
 میں موجود ہے۔ اسی لیے قرآن مجید کے احکام سے یہ امر بھی پورے
 طور پر ثابت ہے کہ مسلمان عورت مثل مرد کے اعمال میں کمال طور
 پر آنا اور کھلی گئی ہے۔ اور جو پابندیاں اُس پر عائد کی جاتی ہیں وہ
 یقینی طور پر احکام خداوندی کے قطعی خلاف ہیں۔

اس سے قبل سورۃ نور کی وہ آیت مذکور
 چکے کی تردید ہو چکی ہے جس میں مسلمان ایک دوسروں
 کے گھروں پر جا کر اہل خانہ کے ساتھ یا الگ الگ کھانا کھا سکتے ہیں۔
 اس حکم میں عورتیں بھی شامل ہیں۔ اب پروسے کی تردید میں سورۃ البقرہ
 میں یہ حکم ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا
 قُلْتُمْ بِبعضِ بَيْنِ بَعْضٍ
 سَمِعْتُمْ فَارْتَدُّوا كَمَا
 بَيْنَكُمْ قَاتِبٌ بِالْعَدْلِ
 يَأْتِ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا
 مسلمانو! جب تم ایک دوسرے کو شریک
 اور حاکم کا لین دین کرو تو اس کو کہہ لیا
 کرو اور تمہارے درمیان میں کوئی فتنہ
 والا انصاف سے لکھو اور کہنے والے
 کو چاہئے کہ لکھنے سے انکار نہ کرے

عَلَّمَهُ اللَّهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ
الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ
اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا يَخْشَ مِنْهُ
شَيْئًا فَإِنْ كَانَتِ الدَّيْعَةُ
عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيحًا أَوْ ضَرِيفًا
أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُمْلِلَ فَهُوَ
فَالْيُمْلِلُ وَلْيَكْتُبْ بِالْحَدِّ لِيَدَّ
وَأَشْشَهِدُوا شَهِيدَيْنِ
مِنْ رَجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونا
رَجُلَيْنِ فَمَنْ جُلٌّ وَامْرَأَتَانِ
مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ
أَنْ يُضِلَّ أَحَدُهُمَا فَتَدْ كُورًا
أَحَدُهُمَا الْآخَرُ عَلَى طَرَا
يَابِ الشَّهَادَةِ إِذَا مَا
دَعُوهَا
وَأَشْشَهِدُوا
إِذَا تَبَايَعْتُمْ

جس طرح خدا نے اس کو سکھایا ہے اس
کو بھی چاہئے کہ لکھ دے اور جس کے
ذمہ قرض عائد ہوگا مطلب پوچھا جائے
اور اللہ سے کہ وہی اس کا کارساز
حقیقی ہے ڈرے اور بتائے وقت آقرین
دہندہ کے احق ہیں سے کسی طرح کی گارنٹی
چھانٹ نہ کرے پھر جس کے ذمہ قرضہ
عائد ہوگا اگر وہ کم عقل ہو یا معذور یا
خود ادوائے مطلب نہ کر سکتا ہو تو اس
کا مختار کار انصاف کے ساتھ مطلب پوچھ
جائے اور اپنے لوگوں میں سے دو
مردوں کو گواہ کر لیا کرو پھر اگر وہ مرد نہ ہوں
تو ایک مرد اور دو عورتیں جن پر تم رضامند
ہو کہ ان میں سے کوئی ایک بھول جائیگی تو
ایک دوسرے کو یاد دلائیگی اور جب گواہ
بلائے جائیں تو انکار نہ کریں اور جب
خرید و فروخت کرو تو گواہ کر لیا کرو

یہاں لین دین اور خرید و فروخت کے معاملہ کو تحریر کرانے کی تاکید ہے۔
اسی دستاویز پر وہ مردوں کی گواہی کی ہدایت کی گئی ہے اور اگر وہ مرد نہ ہوں تو

ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کر سنے کا حکم ہے۔ دو عورتوں کی تصریح یہ
 کی گئی ہے کہ ان میں سے کوئی ایک بھول جائے تو ایک دوسرے کو یاد دلا دے
 گی۔ اسی کے ساتھ یہ حکم ہے کہ گواہ جب بلائے جائیں (خواہ گواہی کرنے کے
 وقت خواہ عدالت میں) تو جانے سے اور گواہی کرنے اور شہادت دینے سے
 انکار نہ کریں یہ بات ظاہر و بین ہے کہ گواہ وہی ہو سکتا ہے جو فریقین کو دیکھ کر
 پہچان سکے اور نفس لین دین پانچویں و فروخت کا شاعر یعنی چہرہ عورت کے چہرے
 نظر آواز۔ ہاتھ اور پیر کا پردہ ہو تو وہ اسی حکم کی تعمیل نہیں کر سکتی۔ چہرہ کھٹا نہ
 ہو سکا تو فریقین اور مرد گواہ نقدیق نہیں کر سکتے کہ کس عورت نے گواہی کی۔
 نظر یہ پانچویں ہو تو عورت نہیں کہہ سکتی کہ کون فریقین اور کون مرد گواہ تھے
 آواز کا پردہ ہو تو دوسرے سے گواہی نہیں دے سکتی۔ چنانچہ اس حکم صریح سے
 پورے طور پر واضح ہے کہ ہاتھ پیر چہرے۔ نظر اور آواز کا پردہ عورت
 کے لئے کسی طرح جائز نہیں۔ ہاتھ چھپائے رکھے تو گواہی نہیں کر سکے گی۔ جس
 طرح اس آیت میں عورت کو مرد کے ساتھ شریک عمل ہونا جائز اور مباح فرمایا
 گیا ہے اسی طرح دیگر اعمال میں بھی عورت کو مرد کے برابر ذمہ دار فرمایا گیا اور
 دونوں سے حسن اعمال کی مساوی توقع کی گئی ہے اور یکساں سزا و جزا کا مستحق
 قرار دیا گیا ہے اور کئی جماعت کو متفق و متحد رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ سورہ
 آل عمران میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے۔

اور سب مسلمان مل کر اللہ کی رسی
 کو کھینچ رہے ہیں اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہونا...

وَاللَّهُ يَتَّبِعُ الْمُؤْمِنِينَ
 وَاللَّهُ يَتَّبِعُ الْمُؤْمِنِينَ

اس حکم میں بھی مرد اور عورت کی کوئی تفریق و تخصیص نہیں ہے مسلمانوں کو بطور جماعت واحد حکم دیا گیا ہے کہ وہ باہم دیگر متفق و متحد رہ کر اللہ پر بیعت رکھیں اور آپس میں تفرقہ اور علیحدگی اختیار نہ کریں۔ اس حکم کے خلاف نصف امت (عورتوں) کو قید کر کے جو مضر نتائج ہو سکتے ہیں وہ بخوبی واضح اور ظاہر ہو چکے ہیں۔ مرد اور عورت کو ایک جنس ہونا اور ہر ایک کو اس کے عمل کی برابر کی جزا مانا سورۃ آل عمران کی اس آیت سے واضح ہوا ہے۔

فَاَتُجَابَلُكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
وَمَا يَنْبَغِي لَكُمْ أَنْ تَكُونَ
مِثْلَ الْأَنْثَىٰ ۚ بَعْضُكُمْ
فَوْزٌ عَلَىٰ الْآخَرِ ۚ وَاللَّهُ
بِالْعَمَلِ عَلِيمٌ

وہ ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کر لی کہ ہم تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو اکارت نہیں جانتے و جتنے مرد ہو یا عورت تم سب ایک رو سے ہو گئے

یہاں واضح کر دیا گیا کہ مرد و عورت سب ایکساں و سرب کی جنس ہیں اور دونوں کے اعمال کا یکساں اجر ملے گا۔ عورت کو قید کر کے اس کا اختیار عمل سلب کرنا نہ صرف ناقصاتی بلکہ داخل ظلم ہو گا۔ سورۃ النساء میں ارشاد فرمایا گیا۔

وَمَنْ يَفْعَلْ يَفْعَلْ مِنَ الْفَعْلِ
وَمَا يَنْبَغِي لَكُمْ أَنْ تَكُونَ
مِثْلَ الْأَنْثَىٰ ۚ بَعْضُكُمْ
فَوْزٌ عَلَىٰ الْآخَرِ ۚ وَاللَّهُ
بِالْعَمَلِ عَلِيمٌ

اور جو شخص کوئی نیک کام کرے گا مرد و عورت سب برابر ایمان لے کر رکھتا ہو گا تو ان صنعتوں کے لوگ جنت میں داخل ہونگے اور تم برابر ہی ان کی حق تکمیل نہ ہو گی۔

اس حکم میں مرد اور عورت جو مسلمان ہوں ان کو مساوی اختیارات عمل

حاصل ہونا چاہیے اور صاف صاف حکم ہے کہ مرد و عورت بلا تفریق و
 تخصیص اپنے اپنے عمل کے عیوض جنت میں داخل ہوں گے اور کسی کی ذرا
 سوا بھی حق تلفی نہیں ہوگی۔ عورت کو قید کر دینے سے اُس کی صریح حق تلفی
 ہو جاتی ہے کہ وہ مختار عمل نہیں رہتی اور اسی طرح مرد جنہا قوت عمل اختیار
 میں رکھتا ہے عورت کو حسن عمل کی توفیق عطا فرما کر اللہ تعالیٰ نے اس کو اجر و
 ثواب میں جنت حاصل ہونے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ سزا
 کے معاملہ میں بھی مرد اور عورت میں کوئی تفریق و تخصیص نہیں فرمائی۔ دونوں
 کے اعمال کو ایک ہی ترازو میں تول کر یکساں سزا بھی دی جائے گی ہے چنانچہ سورۃ
 المائدہ میں حکم صادر فرمایا گیا ہے :

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا
 اَیْمَانَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا
 نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ

اور (اے مسلمانو!) مرد چوری کرے تو
 اور عورت چوری کرے تو اُن کے کمرے
 کے بے ہیں دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو

دیہ القزیر خدا سے قرار پائی ہے۔

اس حکم سے بھی یقین طور پر واضح ہے کہ عورت اور مرد دونوں کو آزاد ہونا
 عمل یکساں ہے اور دونوں آزاد ہیں کہ چوری کرے یا نہ کرے۔ دونوں کا اجر
 واحد ہے۔ جب عورت کو قید کر دیا گیا تو اُس کا اختیار عمل سلب ہو گیا اس
 طرح وہ اجر حاصل کر نہ سکتی صلاصیت سے محروم ہو گئی اور مرد کو یہ منصب ہرگز
 نہیں دیا گیا ہے کہ وہ گناہ سے قبل سزا دے۔ پھر یہ بھی سراسر ظلم ہے کہ
 مقتول و سہیلہ سزا سے زیادہ رواجی سزا اور عذاب میں مبتلا کر دے۔ اس

موقع پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ قید مکان سزا نہیں ہو سکتی تو اس کے فیصلہ کے لئے بھی قرآن مجید حکم ہونا چاہیے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورۃ نسا میں ارشاد فرمایا ہے:

وَالَّذِي يَأْتِيَنَّكَ الْفَاحِشَةُ مَوْتًا
وَنَسَاءُكُمْ فَمَا مَشْهُدٌ عَلَيْكُمْ
أَرْبَعَةٌ مِّنْكُمْ فَإِنْ مَشْهُدٌ
فَمَا مَسْكُوفٌ مِّنْ فِي الْبُيُوتِ حَتَّى
يَمُوتَ فَمَهْمٌ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ
اللَّهُ لَهُمْ سَبِيلًا

اور جو مسلمان عورتیں بے حیائی کا کام کریں تمہاری عورتوں (بیبیوں) میں سے تو تم لوگ ان عورتوں پر چار انہوں میں سے گواہ کرو (ماٹگو) تو اگر وہ گواہی دیدیں تو ان (عورتوں) کو گھروں کے اندر مقید رکھو (مبدر رکھی) یہاں تک کہ موت اُن کا خاتمہ کر دے یا اللہ ان کے لئے کوئی اور راہ نکالے (تجزیہ کرے)۔

عورتوں کی بدکاری کی بعد ثبوت کامل یہ واضح و صریح سزا عین ہوئی کہ وہ گھروں کے اندر قید رکھی جائیں تا آنکہ اُن کی موت آئے یا قبل از موت اُن کے لئے کوئی اور عورت اللہ تعالیٰ پیدا کر دے یہ سزا عین دوام کی ہوئی اس آیت کے متعلق کہا گیا ہے کہ منسوخ ہو چکی۔ اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ آیت نافذ ہو تو اور منسوخ ہو تو دونوں عورتوں میں اس امر سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مکانوں کے اندر تاحیات عورت کو پابند رکھنا انتہائی سخت اور عین دوام کی سزا ہے۔ اور ایسی شدید سزا بغیر ارتکاب جرم صادر کر دنیا سراسر انصافی اور ظلم ہے اور اس میں بھی کلام نہیں ہو سکتا

کہ قید مکان خود باری تعالیٰ نے سزا کے سخت ہونا ظاہر فرمایا ہے اسی سورۃ
نسا میں صاف صاف حکم دیا گیا ہے کہ بغیر ارتکاب جرم عورتوں کو گھروں میں
قید نہ رکھا جائے جس سے مزید صراحت اور وضاحت اس امر کی ہو جاتی ہے
کہ عورتوں کو ہار رضی طور پر یا کسی ذاتی منشاء کے تحت بھی مکانوں میں قید رکھنا
جائز نہیں اور اس کی ممانعت اس طرح فرمائی گئی ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَجْعَلُوا
لَكُمْ أَنْ تَرَكُوا النِّسَاءَ كَرْهًا
وَلَا تَقْضُوا مِنْ لَيْسَ هَبُوا
بِبَعْضِ مَا تَتِيمُوا هُنَّ إِلَّا
أَنْ يَأْتِيَنَّ بِمَا حِشَّةٌ مَبِينَةٌ
مسلمانو! تم کو رو دانا نہیں کہ عورتوں کو میراث
سمجھ کر زبردستی اُن پر قبضہ کر لو اور جو کچھ
تم نے اُن کو دیا ہی اس میں سے چھین لینے
کی نیت سے اُن کو (گھروں میں) قید نہ رکھو
ہاں اُن سے کوئی کھلی ہوئی بدکاری سرزد
ہو (تو قید رکھنے کا مضائقہ نہیں)

یہاں بھی صاف و صریح طور پر گھروں میں قید رکھنا سزا قرار دیا ہے اور
ممانعت کی ہے کہ اُن کو کسی ذاتی ذمہ و منفعت کی خاطر قید نہ رکھا جائے اور
قید مکان صرف اسی صورت میں جائز رکھی ہے جب کہ عورتوں سے کوئی بدکاری
سرزد ہو اور اُس کا ثبوت قرار واقعی موجود ہو۔

یہاں تک یہ امور بشمول فی الواقعہ کے کہ عورت کے چہرہ پر ہر وقت چھتر
نظر اور آواز کا پردہ جائز نہیں۔ نماز۔ روزہ۔ ہجرت۔ چہاد۔ بے اور تمام اعمال
دین و دنیوی کے لئے عورت کو آزاد اور با اختیار رکھا گیا ہے۔ گھروں میں قید
رکھنا سخت سزا ہے اور اس کا وجہ ہے اس کی صاف و صریح ممانعت فرمائی گئی

ہے۔ مردوں اور عورتوں کو ستر لپٹی کا حکم دیا گیا ہے اور بے حیائی اور بے
 شرمی سے منع کیا گیا ہے۔ القبتہ ستر کے معاملہ میں عورتوں کا بمقابلہ مردوں کے
 زیادہ حصہ ستر قرار دیا گیا ہے۔ یہ خلاصہ ہے مذکورہ بالا احکام الہی کا
 لیکن حاسیان پر وہ نے ایک اور آیت پر استدلال کر کے پڑوسے اور قبیو مکان
 کو ثابت کرنے کی سعی کی ہے۔ اس حکم میں ازواج مطہرات، آل رسولؐ اور
 مسلمانوں کی سب عورتیں مخاطب ہیں اور وہ آیت سورۃ الاحزاب کی یہ ہے
 یا ایہا النبیؐ قل لزوجک
 و بنتک و نسائکم و من
 ید ینہن علیہن یت
 جلالہ بیہن ذالک اولہ
 ان یمرن فہ فلا یؤذونک
 کان اللہ غفوراً رحیماً
 لئن لم ینتہ عن المنفوت
 و الذین فہ فی قلوبہم
 و المس جفون فی المس
 المنہ فہم لکم ایما و روفک
 فیما کہ قیل لہ قلوا ینہ
 توفوا اذن ذالک قیل
 قیل لہ

اے نبیؐ اپنی بیبیوں اور اپنی بیٹیوں اور
 مسلمان عورتوں کو کہو کہ اپنی چادریں
 کھوڑی نہ کر لیا کریں اس سے بیہوجان
 ہو جایا کریں تو آزار نہ دی جائیگا اور اللہ
 تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے منافق اور وہ
 لوگ جو جھکی جھکیں بد ہیں اور جو لوگ مدینہ
 میں افواہیں پھیلا کر پھرتے ہیں اگر اپنی
 حرکات سے باز نہ آئیں گے تو ہم تم کو
 ان پر اکسا دیں گے پھر مدینہ میں تو ہمارے
 پڑوس میں ٹھہرے پائے ہوئے نہیں ہو
 چھوڑو۔ ان کا یہ حال ہے کہ چھوڑ
 چھوڑے جہاں سے پکڑا اور مار کے مار
 اڑا دے۔

یہ حکم واضح طور پر اہل مدنیہ کے لئے ہونا ظاہر ہے۔ ایک صاحب نے ارشاد فرمایا کہ اگرچہ مدنیہ کا تذکرہ فرمایا گیا ہے تاہم حکم عام اور غیر محدود و مقصور ہونا چاہیے موصوف نے لغوی اور منطقی دلائل سے اس امر کو ثابت کرنے کی کوشش کی کہ یہ حکم ہمیشہ کے لئے اور ہر مقام کے لئے صادر ہوا ہے یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا اور اس بحث میں بڑنا یہ سود ہے کیونکہ اس سے کوئی انکار نہیں کیا گیا کہ تھوڑی چادریں بچی کرنے کے حکم سے مردہ پر وہ کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ امر بھی واضح ہے کہ عورتوں کے لئے یہ ہی ایک قسم کی پابندی تھی چنانچہ اس کی وضاحت یہ فرمائی گئی کہ یہ حکم اس لئے ہے کہ اس سے عورت کا مسلمان ہونا ظاہر ہو جائے گا تو ان کو آزار نہیں پہنچایا جائے گا۔ لہذا حال بدایت یہ کی گئی ہے کہ مدنیہ منورہ میں تمام مسلمان عورتیں بلا کسی استثناء کے جب باہر نکلیں تو تھوڑی چادریں نیچے لٹکا دیا کریں تاکہ ان کی یہ پہچان قائم ہو جائے اور ان کو عدم شناخت کی بنا پر ستایا نہ جائے اس کے باوجود بھی اگر مدنیہ کے منافق اور بد نیت لوگ اپنی حرکت سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ بشارت فرماتا ہے کہ مسلمانوں کو ان پر غالب کر دیا جائے گا اور منافقین پھر مدنیہ میں ٹھہر نہیں پائیں گے اور اس طرح عتاب الہی میں ماخوذ ہوں گے کہ جہاں کہیں جائیں گے ان کو قتل و غارت کیا جائے گا اور ان پر اللہ کی پھٹکار رہے گی۔ اس سے صاف طور پر عیاں ہو جاتا ہے کہ یہ احکام وقتی لحاظ سے مسلمان عورتوں کی شناخت کے لئے نازل ہوئے تھے اور وعدہ یہ تھا کہ اس شناخت پر اگر مخالفین نہ مانے تو خود مخالفین ہی کو

اللہ تعالیٰ شہر بدر فرما دے گا۔ چنانچہ شان نزول اس حکم کی یہ بیان کی گئی
 ہے کہ اُس وقت اسلام میں مدینہ منورہ میں یہودیوں کا شور مچا تھا مسلمان
 کمزور بھی تھے۔ دونوں فریق میں امن قائم رکھنے کا معاہدہ تھا۔ واقعہ یہ
 پیش آیا کہ کسی مسلمان لڑکی کو کچھ یہودیوں نے دوکان پر بکڑ لیا مسلمان مشتعل
 ہو گئے اور اگر بنی کریم نہ پہنچ جاتیں تو بہت کشت و خون ہو جاتا۔ یہودیوں
 نے یہ عذر پیش کر دیا کہ اسٹوں نے مسلمان لڑکی جانستے اور بچا ستے
 ہوئے نہیں چھڑا تھا۔ اسی پر یہ حکم نازل ہوا۔ اس بات کو سمجھنے میں کوئی
 مشکل نہیں ہے کہ اُس زمانہ میں یہودیوں اور مسلمان عورتوں کی پوشش
 یکساں تھی جب ہی تو یہودیوں نے عدم شناخت کا عذر کیا اور اسی وجہ
 سے اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کی شناخت کے لئے کھوڑی چادریں
 نیچے لٹکا کر رکھنے کا حکم دیا اور صاف صاف فرمادیا کہ اس طرح ان کی شناخت
 قائم ہو جائے گی۔ اور اگر اس شناخت کے ہوتے ہوئے بھی منافقین
 باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان پر غلبہ پانے کی بشارت فرمائی اور
 یہ بھی بتا دیا کہ پھر ان منافقین کا حشر کیا ہوگا۔ اس امر سے بھی انکار نہیں
 کیا جاسکتا کہ مسلمان عورتوں کو باوجود شناخت اور پہچان کے پھر بھی
 ستایا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ کا وعدہ پورا ہوا اور منافقین ہمیشہ کے
 لئے شہر بدر ہو کر بے وطن اور ملعون ہو گئے۔ اور حکم مذکور کی جو آخری
 شق تھی وہ پوری ہو گئی اور اس بنا پر غواہ مدینہ کی عورتوں کے لئے
 شناخت معینہ کی وقتی ہدایت منسوخ ہو گئی کیونکہ مدینہ منورہ میں منافقین

اور مخالفین اسلام کا وجود ہی باقی نہیں رہا۔ اس حکم سے یہ بات ثابت ہے کہ مسلمان عورت کا گھروں سے نکلنا لازمی اور ضروری تھا۔ ان کی یہ آزادی سلب کیا جانا اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں تھا۔ ورنہ وقتی اعتبار ہی سے ان کو گھروں سے باہر نکلنا مستمع قرار دیا جاسکتا تھا۔ ایسا نہیں کیا گیا بلکہ شراب و فساد کی صورت میں بھی مسلمان عورتوں کی خلافت شناخت مقرر فرما کر ان کو باہر نکلنے کی عام اجازت رہی۔ کیونکہ مرد و عورت خلقی اور فطرتی حق کسی کا اللہ تعالیٰ نے سلب و ضبط نہیں فرمایا ہے۔ لیکن یہ حکم اگرچہ منسوخ ہو گیا اور صرف اہل بدینہ کی عورتوں کے واسطے تھا تاہم اس سے ایک بدیہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اس قسم کی ضرورت مسلمانوں کو کسی زمانہ اور کسی مقام پر پیش آجائے تو وہ باعتبار موقع اور وقت اس نظیر کو بطور قانون نافذ کر سکتے ہیں۔ البتہ یہ امر بخوبی ثابت ہے کہ تمام دنیا کے مسلمانوں پر اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس حکم کی پابندی ہرگز عائد نہیں ہو سکتی اور یہ کہ جب کبھی خاص طبقہ میں جہاں اس حکم کا نفاذ ہوا احتمال شر و فساد باقی نہ رہے تو یہ حکم منسوخ کر دیا جائے اور مسلمانوں کی عورتوں کی آزادی بدستور قائم اور برقرار کر دی جائے۔ اب یہی مسئلہ تاویل اور قیاس اس آیت میں حائل کیا گیا ہے جو دیگر واضح اور صریح آیات نہ کورہ سابقہ میں کیا گیا تھا۔

قیاس و گمان اس سے زیادہ اور کیا وضاحت اور صراحت

ہو سکتی ہے کہ اس حکم کی مخاطب بنی کی بیبییاں۔ بنی کی بیبییاں اور تمام
 مسلمانوں کی عورتیں کی گئی ہیں اور مدنیہ منورہ کا تمام معین و محدود کیا
 گیا ہے۔ پھر بھی اس حکم کی تاویل میں ایک بزرگ محترم نے تحریر فرمایا
 ہے کہ ”مسلمان بیبیوں کے لئے فرمایا کہ جب وہ کسی ضرورت سے اپنے
 گھروں سے باہر نکلیں تو وہ اپنی ظاہری وضع قطع سے بھی شریف معلوم
 ہوں اور سوسائٹی کی کم درجہ عورتوں سے اپنی پوشاک و وضع الگ رکھیں
 اس حکم میں ضرورت اور بلا ضرورت نکلنے کا حکم نہیں ہے لیکن یہ ظاہر
 ہے کہ بلا ضرورت عورت ہو یا مرد کیوں نکلنے لگا۔ لہذا یہ اضافہ غیر
 ضروری ہوتے ہوئے بھی خدال قابل اعتراض نہیں۔ مگر یہ اضافہ کہ
 ”وہ اپنی ظاہری وضع قطع سے بھی شریف معلوم ہوں“ بالکل غلط ہے
 نیز یہ طرہ یہ کہ ”اور سوسائٹی کی کم درجہ عورتوں سے اپنی پوشاک و وضع
 الگ رکھیں“ صریح طور پر قاطع حکم ہے۔ پھر یہ بات تو فساد بہ پا
 کرنے والی ہے کہ ”مسلمان بیبیوں کے لئے فرمایا“ آیت میں بی بی
 اور باندی کی کوئی تفریق و تخصیص نہیں ہے۔ ازواج مطہرات اور
 بنی کی بیبیوں اور تمام مسلمان عورتوں کو یہ صراحت مخاطب فرمایا گیا
 ہے۔ ایسے صاف و صریح حکم میں مسلمان بیبیوں اور شریف و رذیل
 کی تخصیص پیدا کرنا بڑی المناک چیز ہے۔ اور ایسے دل شکن اور
 مساوات و اخوت اسلامی کی جڑ کاٹنے والے الفاظ کہ کم درجہ
 عورتوں سے اپنی پوشاک و وضع الگ رکھیں ”نہایت درجہ شرافت پرست۔“

اس لئے اور بھی کہ حکم صریح میں اس طرح کی تاویل اور قیاس آرائی کی
 ذرا سی بھی گنجائش نہیں چھوڑی گئی ہے۔ غالباً یہ کہنا نامناسب نہیں
 ہوگا کہ غبی شخص بھی باسانی معلوم کر سکتا ہے کہ اس حکم کی مخاطب تمام
 مسلمان عورتیں ہیں جن میں شریفہ۔ رذیلہ۔ امیرہ و غریبہ کی ہرگز کوئی
 تفریق نہیں ہے۔ پھر یہ معاملہ تو مسلمان عورت کی عزت و آبرو کا ہے۔
 کیا امیر کی آبرو و غریب سے زیادہ ہوتی ہے اور کیا مسلمانوں میں شریفہ
 اور رذیلہ بھی کوئی قومیت اور فرقہ ہوتا ہے؟ مسلمہ طور پر شرافت
 اعمال سے ہوتی ہے نہ روپیہ پیسے سے پھر کم درجہ والی مگر شریفہ عورت
 کو اچھے لباس والی امیر مگر رذیل عورت پر جس کے اعمال اچھے نہ ہوں
 ہر طرح فوقیت اور برتری حاصل رہے گی۔ رذیل امیر عورت کو یہ اعزاز
 عطا فرمانا کہ وہ اپنے آپ کو لباس اور پوشاک سے شریفہ غریب عورت
 سے ممتاز رکھے حقیقی شرافت کی سخت توہین اور حقارت لازم آتی
 ہے۔ لباس اور کپڑے سے امتیاز وہی عورت پیدا کر سکتی ہے جو امیر
 اور پیسے والی ہو۔ لیکن چادر غریب سے غریب کو میسر آ سکتی ہے چنانچہ
 حکم میں ہر امیر و غریب کو کھوڑی چادر پہنی کر کے نکلنے کی ہدایت ہے
 خود اس بات سے ثابت ہو جاتا ہے کہ ہر مسلمان عورت کے لئے ایسا
 سہل اور آسان طریقہ بتایا گیا ہے کہ کسی کے لئے کوئی مشکل نہ رہے اور نہ
 کوئی تنگیں بنیں اس خاص مسئلہ حفظ ناموس میں پیدا ہو سکے
 محترم موصوفہ کے فقرات مذکورہ بالا اس آیت کی تاویل و تفسیر میں کسی طرح

قرنِ صحت نہیں ہو سکتے۔

اس سے قبل ایک موقع پر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ فی زمانہ رواج یہ ہو گیا ہے کہ آیات الہی کو ذاتی منشاء و رائے کو ثابت کرنے کے لئے قیاسات اور دور از کار تاویلات کے ذریعہ کام میں لایا جائے۔ ایک بزرگوار کا یہ قول کہ ”پیغمبر صاحب کی نسبت ایسا خیال کرنا کہ ان کو اپنی بیبیوں کی عصمت کا زیادہ پاس تھا سخت لغو خیال ہے۔ پیغمبر صاحب کو ہر مسلمان کی جان اپنی جان سے اور ایک ادنیٰ مسلمان کی آبرو اپنی آبرو سے زیادہ عزیز تھی“ قرن فی بیوتکن کی تاویل میں مذکور ہو چکا ہے کہ وہاں اللہ تعالیٰ کو خود بلا منشاء و رائے نبیؐ ازواج مطہرات کی فضیلت اور عظمت ظاہر فرمانا منظور تھی اور واضح و صریح طور پر صرف اور تنہا ازواج مطہرات کو مخاطب فرمایا تھا تو یہ کاوش فرمائی گئی کہ کسی نہ کسی طرح اس حکم کی مخاطب ہر ادنیٰ عورت ثابت ہو جائے۔ حالانکہ قرن فی بیوتکن میں کوئی سوال حفظ ناموس اور آبرو کا نہیں تھا بلکہ محض وقار اور عظمت منظور تھی۔ ایک اور بزرگ نے قرن فی بیوتکن کی تاویل میں یہ فرمایا کہ ”ازواج مطہرات کا خداوند جل علاہ نے مکانات میں رہنا اور باہر نہ نکلنا مناسب و ضروری سمجھا تو عام عورتوں کے لئے تو بدرجہ اولیٰ اس کی اشد ضرورت ہونی چاہیے“ ازواج مطہرات کی علوم مرتبت پر اظہارِ ناراضگی کے سلسلہ میں خود حکم الہی پر اعتراض کر دیا۔ اور تمام جذبات مساوات اور رسول اللہ کے ارشادات

کا جن پر ایک خاص نیت اور ارادے سے استدلال کیا گیا تھا اس موقع پر
قطعی خاتمہ کر دیا۔ اس طرح جس موقع پر صاف و صریح آبرو کا معاملہ درپیش
ہے جس میں ہر مسلمان عورت بلا کسی تخصیص و امتیاز کے شامل اور مخاطب
ہے وہاں شریف و ذلیل۔ اعلیٰ اور کمتر درجہ کی عورتوں کی تفریق کر دی
گئی اور امیر عورت خواہ وہ اعمال میں بدتر کیوں نہ ہو اس کو اس بنا

پر شرف امتیاز دیا کہ وہ لباس اور پوشاک کے ذریعہ شریف مگر غریب
عورت پر امتیاز و تفریق حاصل کر سکتی ہے۔ یہاں جبکہ خود اللہ تبارک و تعالیٰ
کو ہر ادنیٰ و اعلیٰ مسلمان عورت کی آبرو و مساوی طور پر محفوظ رکھنا مقصود
ہے اور کسی چھوٹے بڑے اور امیر و غریب میں کوئی فرق منظور نہیں ہے تو
اپنی ذاتی منشاء اور رائے کو ثابت کرنے کیلئے امیر و غریب اور شریف و ذلیل
کی آبروؤں میں فرق و امتیاز پیدا کر دیا۔

اس میں شک نہیں کہ اس آیت کے مطابق ایسے مقامات پر جہاں
فتنہ و فساد کا خوف ہو مسلمان عورتیں چادریں بچی کر کے یا پرقع اور ڈھکر
بائہر نکلا کر پی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زیادہ احتمال ہو تو بہت کم بائہر نکلیں اور
زیادہ سے زیادہ احتیاط رکھیں۔ مگر اس حکم میں امیر و غریب کی کوئی تخصیص
نہیں ہے نہ حفظ ناموس کے معاملہ میں الیا ہو سکتا ہے۔ ہندوستان میں خود
ہندوؤں کی عورتوں میں پردے کا رواج ہو گیا ہے۔ ان کے یہاں اعلیٰ
اور ادنیٰ کی تفریق و تخصیص ہے امیر و غریب اور شریف و ذلیل کا امتیاز
ہے۔ بالکل یہی رواج و دستور مسلمانوں نے اختیار کر لیا ہے اور امراء
کی عورتیں گھروں میں قید رکھی جاتی ہیں لیکن غریب کی عورتیں ہندوؤں کی

شور و غور توں کی طرح بے پردہ اور آزاد رہتی ہیں۔ ہنود میں اعلیٰ
 ذاتوں کی تفریق و تخصیص مستحکم ہے پھر بھی یہی ذات والے ثروت
 پاکر پردہ اختیار کر لیتے ہیں۔ علیٰ ہذا مسلمانوں نے ذات پات کی تفریق قائم
 کر لی ہے اور دولت کو معیار شرافت قرار دے لیا ہے۔ اس طرح صرف امرا
 میں پردہ اور قید مکان کا نہ پردہ رواج ہے۔ اس خاص مسئلہ میں مساوات
 کو بالکل پامال کر دیا ہے پھر اس فعل تفریق و تخصیص کو ثابت اور جائز کرنے
 میں آیات قرآنی میں جو قیاس آرائیاں اور تاویلات کی ہیں وہ اوپر مذکور
 ہو چکیں جو سراسر غلط ہیں۔ بظاہر قرآن پاک سے ثبوت و جواز اس امر کا
 حاصل کرنے کے لیے کوشش کی گئی کہ تمام دنیا کی مسلمان عورتوں پر
 اسی تفریق و امتیاز کے ساتھ پردہ اور قید مکان لازم اور فرض ہو جائے۔
 یہ سب سچی لا حاصل ہوئی۔ بدیں وجہ کہ امیر و غریب اور شریف و ذلیل
 کا امتیاز ممالک اسلامی میں کیسے رائج کیا جاسکتا تھا۔ اور وہ محض
 ہندوستان کی خاص حالت کے ساتھ اپنے آپ کو خلاف احکام الہی کیونکہ
 پابند کر سکتے تھے۔ یہ ہی نہیں بلکہ خود ہندوستان کے مسلمانوں میں کوئی معیار
 اور طے شدہ قاعدہ پردے کا قائم نہیں ہو سکا۔ کسی جگہ امرا اور غریبوں سے
 کوئی عورت پردے اور قید مکان کی پابند نہیں ہے اور کہیں اس شدت کا
 پردہ ہے کہ باہر نکلنے والی عورتوں سے بھی پردہ کیا جاتا ہے جیسا کہ محمود
 بیگم والی مثال میں مذکور ہوا ہے۔ یہ پردہ محض حصول اختیار اور برہنہ تکبر
 و نخوت کیا جاتا ہے جس کو علاوہ مسلمانوں کے غیر اقوام نے بھی عیسویں کر کے

منشکہ اڑایا سہجہ۔ میں بنی ایم ڈی لکھتی ہیں کہ ”اپنی جماعت میں کسی شخص کا معیار شرافت بڑی حد تک اس بات پر منحصر ہوتا ہے کہ آیا وہ اپنی بی بی اور لڑکیوں کو زنان خانہ میں بند رکھ سکتا ہے یا نہیں۔ چنانچہ ایسا ہوتا رہتا ہے کہ اعلیٰ ملازمین اور انھیں جیسے ہم حیثیت اشخاص اپنی عورتوں کو اس سختی کے ساتھ پردے میں رکھتے ہیں جس طرح کوئی خاتہرا وہ رکھتا ہے۔ مثلاً کسی کم حیثیت مسلمان کو جیسے ہی کچھ حیثیت حاصل ہو جاتی ہے تو وہ اپنی عورتوں کو زنان خانہ میں رکھنے لگتا ہے اور مالی ترقی کے ساتھ ساتھ ایک معزز رتبہ حاصل کرنا شروع کر دیتا ہے۔“ سٹرک روونے اپنا تجربہ بدیں الفاظ ظاہر کیا ہے کہ ”بعض اوقات زیادہ اعزاز ظاہر کرنے کے لئے وہ ویسی عورتیں جو کبھی پردہ نشین نہیں رہیں اور وہیں عورتوں کی آمد پر یہ بہانہ کرتی ہیں کہ ہمارا ان عورتوں سے پردہ ہے اور سامنے آنے کی ممانعت ہے۔“

پردے اور قید مکان کی تردید میں ایک یہ بات بھی ہے کہ مروجہ پردہ ہندوستان سے عورت کا شمار نابالغ یا فترات العقل میں کیا گیا ہے اور اس کی حفاظت کے لئے انگریزوں نے قانون بھی مرتب کیا جس پر ہندوستان میں ایسی پیش آئیں جن میں پردہ نشین عورتوں کو ان کے کارندوں نے دھوکے دیئے اور ان کی جائیدادوں کو خوردبرد کیا اور طرح طرح کے مالی نقصان پہنچائے اسی طرح شادی بیاہ کے معاملہ میں ثابت ہوا کہ مسلمان لڑکی خواہ بالغ ہو یا نابالغ اس کو اپنی مرضی و رائے استعمال کرنے کا کوئی

حق نہیں ہوتا اس کے ولی یا سرپرست جس کسی کے ساتھ چاہیں اُس کا نکاح کرادیں ان تمام باتوں کے لحاظ سے اور مسلمان عورتوں کے حفظ حقوق کی خاطر لازمی طور پر انگریزوں کو قانون بنانا پڑا۔ مسلمانوں نے عورتوں کی آزادی اور حقوق پر ناجائز پابندیاں اور قیود عائد کرنے کے سوا کبھی اس کا خیال بھی نہیں کیا کہ ان معذوریوں سے جو نتائج لازمی ہوں گے ان کا کوئی تدارک یا قانون مرتب کیے لیکن یہ بات سہرگڑہ نہیں ہو سکتی کہ اگر اللہ تعالیٰ کو ہندوستان جیسا پروردگار اور قہید مکان تمام دنیا کی مسلمان عورتوں پر عائد کرنا ہوتا تو ان کے حفظ حقوق کا کوئی حکم نہ ہوتا۔ یا خود شارع الیہ قانون وضع کرنے سے غافل رہتے۔ بہر حال آیت مذکور سے ہنگامی اور وقتی شناخت کی نظر ضرور ثابت ہوتی ہے اور رفع شرف و فساد کی بنا پر باعتبار علاقہ جات پابندیاں اور قیود بھی عائد کی جاسکتی ہیں لیکن ان قیود و پابندیوں کا نفاذ و جواز دنیا کے تمام مسلمانوں پر نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اس میں کوئی تفریق و تخصیص شریف و ذلیل کی ہو سکتی ہے۔ البتہ اگر یہ صورت اختیار کی جائے کہ فریق مخالفت کی غریب عورتیں بے پردہ نکلتی ہیں اور ان کو کوئی چھپڑتا نہیں ہے لہذا مسلمانوں کی غریب عورتیں بھی اسی مفاہمت باہمی کے تحت باہر نکلا کریں تو یہ امر بھی قرین عقل ہو گا۔ مگر یہ سب پابندیاں اور آزادیاں مفاہمت اور باہمی صلح نامہ کی بنا پر ہوں گی اور قیام امن و صلح کی خاطر ہوں گی جن کا اطلاق دنیا کے تمام مسلمانوں پر سہرگڑہ نہیں ہو گا بلکہ خود ہندوستان کے ہر خطے اور علاقے پر نافذ نہیں

ہو گا۔ کیونکہ جہاں کہیں کوئی احتمال و اندیشہ فساد کا نہ ہو وہاں مسلمان عورتوں کی آزادی سلب کرنا ناجائز اور داخل ظلم ہو گا۔

مذکورہ بالا احکام الہی سے بدرجہ اتم ثابت ہے کہ مسلمان عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے سوائے ضروری اور لازمی ستر پوشی کے قیود پر وہ سے قطعی آزاد رکھا ہے۔ قید مکان کو سوائے سخت استثنائے فرمایا ہے جو بغیر ارتکاب جرم عائد نہیں کی جاسکتی۔ عورتوں کا مکانوں سے باہر نکلنا جائز رکھا ہے۔ اور جملہ اعمال دین و دنیوی میں ان کو مردوں کے برابر حقوق عطا فرمائے ہیں۔ خلقی کمزوری کی بنا پر کچھ حقوق کی مزید حفاظت فرمائی ہے۔ اور جہاں منافق یا دیگر مذاہب کے مردوں سے مسلمان عورتوں کو مضرت پہنچنے کا یا ان کی چھیر چھاڑ سے فساد کا احتمال و اندیشہ ہو تو وہاں مسلمان عورتوں کو برقع کے ساتھ یا چادریں نیچی لٹکا کر چلنے کا حکم دیا ہے۔ پھر اگر فریق مخالف بطور مفاہمت باہمی یا صلح نامہ کی بنا پر اپنی عورتوں کو مکانوں میں قید کر لیں تو اسی حکم کی نظیر پر مسلمان بھی اپنی عورتوں کی حفاظت کی خاطر ان کو گھروں سے بغیر اہتمام کافی باہر نہ نکلنے دیں۔

کہا گیا ہے کہ یہ حق مردوں کو حاصل ہے کہ وہ باہر نکل کر مکان کی کمانی کریں جو عورتوں کی سہولیات کا ذریعہ ہو اور عورتوں کا فرض ہے کہ وہ مکان کے اندر قید رہ کر انتظام خانہ داری میں مردوں کی کمانی احتیاط کے ساتھ صرف کریں گویا کمانی کرنے کا حق صرف مردوں تک محدود رہتا ہے لیکن قرآن مجید کا حکم یہ ہے۔

لَا يَحِلُّ خَالٍ فَصِيْبَةٍ تَمَّا الْكُتُبُ ۱ مرد جو کما میں وہ اُن کا ہے اور عورت
وَاللَّيْثَانِ فَصِيْبَةٍ تَمَّا الْكُتُبُ ۲ جو کما میں وہ اُن کا۔

ظاہر ہے کہ کمائی کرنے میں بھی عورتوں کو وہی حق اور آزادی حاصل
ہے جو مردوں کو اور دونوں اپنی اپنی کمائی کے جداگانہ مالک ہیں۔ کہا جاسکتا
ہے کہ اس سے یہ مطلب کہان ہے کہ عورت باہر نکل کر کمائے گھر میں
مقید رہ کر بھی کما سکتی ہے۔ جواب ہو گا کہ مرد بھی اسی طرح کمائے باہر کیوں
نکلے۔ عورتیں مستوجب اعتراض ہو سکتی ہیں کہ اس حکم سے صرف غریب
عورتیں مراد ہے۔ جواب دیا جائے گا کہ مرد بھی غریب مراد ہیں لہذا غریب
مرد اور غریب عورتیں باہر نکل کر کمائی کریں اور امیر مرد اور امیر عورتیں
گھروں کے اندر مقید رہیں۔ فی الحقیقت حکم واضح اور صاف ہے کہ مرد اور
عورتیں خواہ امیر ہوں یا غریب دونوں کمائی کرنے میں برابر کے حق رکھتے
ہیں اور اپنی اپنی کمائی کے مالک رہیں گے۔ کسی تاویل کی نہ ضرورت ہے
نہ گنجائش۔ علامہ اقبال نے مسلمان کی حالت زار اس طرح بیان فرمائی ہے:
تحقیق کی بازی ہو تو شرکت نہیں کرتا ۛ ہو کھیل مرید سی کا تو ہر تار بہت جلد
تاویل کا پھندا کوئی صیاد لگا دے ۛ یہ شلخ نشین سے اترتا ہر بہت جلد

باب چہارم

عہد نبوی

احادیث و روایات حدیث کا معاملہ بھی نہایت دشوار ہے بہت کثرت کا ارشاد اول تو یہ ہی تھا کہ جو کچھ مجھ سے سنو اس کو قلمبند نہ کرو مگر بعدہ ارشادات نبوی تحریر کئے گئے یہ کام ضروری اور لازمی ہو گیا تھا اسی کے ساتھ ساتھ لوگوں نے اغراض و اوقاف کی خاطر احادیث میں تصرفات کئے اور وضع کرنا بھی شروع کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جملہ اختلافات امت کی اصل و بنیاد زیادہ تر احادیث ہیں پھر متضاد احادیث اس کثرت سے وجود میں آ گئیں کہ استدلال ناممکن ہو جاتا ہے تاہم خیال و قیاس سے ان کی صحت ثابت ہی کی جاتی ہے یہاں صرف ایک موصوعہ قید مکان اور پردے کا ہر احکام قرآنی درجہ کئے جا چکے ہیں لہذا وہ احادیث جو احکام مذکور کی تائید و موافقت میں ہوں لامحالہ قابل قبول اور مستند ہونی چاہئے الا جو احادیث ان کے خلاف اور متضاد ہوں ان کی صحت کے لئے خاص مواقع اور دلائل کی ضرورت ہو گی چنانچہ وہ خارج از بحث رہیں گی۔ مثلاً قرآن مجید میں یہ حکم نہیں ہے کہ کسی حالت میں عورت کی نظر غیر مرد پر نہ پڑنا چاہئے یہ بات ناممکن بھی تھی جب کہ مسلمان عورتیں قضا کی حاجت کے لئے سودا سلف کے لئے ضروریات خانہ داری کے لئے ہجرت

کے لئے جہاد کے لئے نماز کے لئے برابر نکلتی رہیں روایت یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ام سلمہؓ اور حضرت میمونہؓ رسول اللہ کے پاس بیٹھی تھیں کہ ابن مکتوم نابینا صحابی آئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا مدان سے پردہ کر دو حضرت ام سلمہؓ نے عرض کی ”کیا یہ نابینا نہیں ہیں نہ وہ ہم کو دیکھیں گے نہ ہمارے گے“ اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا ”کیا تم دونوں بھی نابینا ہو گیا تم اسٹیں نہیں دیکھ سکتی ہو“ اس کے بالکل برعکس یہ روایت ہے کہ حضرت فاطمہؓ قیسؓ کو رسول اللہؐ نے حضرت ام شریکہؓ کے یہاں اس بنا پر عدت بسر کرنے کی اجازت نہیں دی کہ وہ دولت مند اور فیاض صحابیہ تھیں اسی لئے اُن کے گھر میں بہانوں کی کثرت کی وجہ سے پردے کا انتظام نہیں ہو سکتا تھا بنا براں انھیں نابینا صحابی ابن مکتومؓ کے گھر پر فاطمہ بنت قیسؓ کو عدت بسر کرنے کا حکم یہ دیا گیا کہ ”وہ اندھا آدمی ہے اور اس کے یہاں تم بے پردہ رہ سکتی ہو“ موقع و مصیبت وقت کے لحاظ سے ہر دو احادیث صحیح ثابت ہو سکتی ہیں لیکن جہاں تک حکم قرآنی کا تعلق ہے ان اختلافی احادیث پر استدلال نہیں کیا جاسکتا کیونکہ قرآن سے نہ صرف اُن کی کوئی تائید نہیں ہوتی بلکہ ایسی احادیث کو ثابت کرنے کے لئے طویل بحث اور دلائل کی ضرورت پیش ہو جاتی ہے اور پھر بھی اس قسم کے مشکل سوال حل کرنا چاہیے گے کہ اگر ام شریکہؓ بنا پر وہ تھیں تو فاطمہ بنت قیسؓ یا سانی اُن کے ساتھ رہ کر عدت بسر کر سکتی تھیں پھر اگر خود ام شریکہؓ بے پردہ تھیں تو فاطمہ بنت قیسؓ پر پردہ کیسے عائد کیا جاسکتا تھا۔ ابن مکتومؓ نابینا تھے مگر مرد تھے اُن کا گھر مبرا بہ ام شریکہؓ کے گھر کے کیونکر سوزوں ہو سکتا تھا

تقدم فی الاسلام
 رسول اللہ کا پہلا نکاح حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ
 کے ساتھ ہوا تھا اس نکاح کی درخواست خود
 حضرت خدیجہؓ کی طرف سے کی گئی تھی نکاح کے بعد حضورؐ فکر معشیت سے
 آزاد ہو کر ذکر الہی میں ہمہ تن مصروف ہو گئے پانی کی مشک اور ستو بے کر
 غار حرا میں عبادت گزار رہتے آنحضرتؐ نے خدیجہؓ سے نزول وحی کا ذکر
 کیا اور مشکلات بنوت پر غور کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ ”مجھے اپنی جان کا اندیشہ
 ہے“ حضرت خدیجہؓ نے جواب میں کہا ”نہیں نہیں آپ کو ڈر کا ہے کا ہے بچہ خدا
 اللہ آپ کو ہر ایک بُری بات سے بچائے گا میں دیکھتی ہوں کہ آپ اہل قرابت سے
 عمدہ سلوک فرماتے و رماندوں کی دستگیری کرتے۔ اپنی دستوں کی املاؤں فرماتے
 مہانوں کی دعوت کرتے اعلیٰ مصیبت زدوں کی املاؤں کیا کرتے ہیں“ اس کے
 بعد حضرت خدیجہؓ بنی اکرمؓ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد کے پاس
 لے گئیں ورقہ عیبائی تھا اور اہلیات کا بڑا عالم تھا خدیجہؓ نے رسول اللہ
 سے عرض کر کے جبریلؑ کی آمد اور وحی لانے کا حال ورقہ کو سنوایا اس نے
 حضورؐ کی تصدیق کی اور کہا کاش آج میں جو ان ہوتا کہ حضورؐ کی خدمت اترتا نیک
 مرد ورقہ اس واقعہ سے تھوڑے دنوں بعد ہی انتقال کر گیا۔ حضرت خدیجہؓ اسلام
 میں سب سے پہلے داخل ہوئیں اُن پر کسی مرد یا عورت کو سبقت اسلام حاصل
 نہیں تھی۔

اولین شہادۃ فی الاسلام
 ابتداء سے اسلام میں ایمان لانا اور اُس پر قائم
 رہنا آسان بات نہیں تھی وہی حق شناس اس

کوئی پر آزمایا جاسکتا تھا میں کو انتہائی اذیت کی پرواہ نہ ہوتی اور جان کی کوئی حقیقت نہ سمجھتا مردوں نے یہ معمول نہیں برداشت کیے مگر عورتوں کے کارنامے اُن سے کسی طرح کم نہیں

حضرت ام شریکہ رضی اللہ عنہا کو اُن کو اُن کے اعزاء و اقارب نے دھوپ میں کھڑا کیا اور شہد جیسی گرم شے روٹی کے ساتھ کھلائی پھر پانی پیئے نہیں دیا اس طرح تین دن جبر و ظلم کر کے ظالموں نے کہا اب جس مذہب پر تم ہو اب اس کو چھوڑ دو" وہ اس درجہ تکلیف زدہ اور بدحواس تھیں کہ مطلب نہ سمجھ سکیں تب جفاکاروں نے آسمان کی طرف اشارہ کر کے سمجھایا جب آپ کو یہ معلوم ہوا کہ ظالم تو حید سے انکار چاہتے ہیں تو بولیں "خدا کی قسم میں تو اسی عقیدے پر قائم ہوں۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن اسلام لائیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو اس قدر مارا کہ تمام بدن اچھوٹا ہوا لیکن انھوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ جو کچھ کرنا ہو کرو میں تو اسلام لا چکی تہنہ کو بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ مارتے مارتے خشک جاتے تو کہتے تھے کہ میں نے رحم کی بنا پر نہیں بلکہ اس وجہ سے چھوڑ دیا ہے کہ خشک گیا ہوں اسی طرح زہرہ کو بھی جو اُن کے گھرانے کی لونڈی تھی نہایت اذیت دیتے تھے۔

ہجرت نبوی کے موقع پر قریش حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مکان پر آئے دروازے پر دستک دی اسرار بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا آئیں ابو بکر نے دریافت کیا کہ کئی عیسائی کہاں ہے وہ بولیں بخدا مجھے معلوم نہیں ہے ابو بکر نے

اس زور سے طمانچہ مارا کہ اسرار کے کان کی بالی پیچے گر گئی۔

حضرت عمارؓ کی والدہ حضرت سمیہؓ کو کفار نے ایک دن حسب غارتہ لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں لٹا دیا اسی صورت حال میں آنحضرتؐ کا گذر ہوا تو حضورؐ نے فرمایا ”صبر کرو تمہارا ٹھکانا جنت میں ہے“ کفار اس پر بھی نہ مانے اور ابو جہل نے ایسی برہنہ ماری کہ وہ شہید ہو گئیں چنانچہ اسلام میں سب سے پہلے شہادت انہیں خاتون کو نصیب ہوا۔

معلوم ہوا کہ نور ایمان سے منور ہونے کا شرف سب سے پہلے ایک ہجرت خاتون کو ملا۔ شہادت کے تہتے اور عظمت سے مسلمان بخوبی آگاہ

ہیں چنانچہ اس اعلیٰ ترین مرتبہ کا فخر بھی سب سے پہلے ایک خاتون ہی کو حاصل ہوا احکام الہی کے مطالعہ سے معلوم ہو گیا کہ ہجرت بھی بہت بڑا کارنامہ ہے جہا جبرین کے لئے اللہ تعالیٰ نے رحمتوں اور بخششوں کا وعدہ فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ دنیا میں ان کو بہتر اور پسندیدہ ٹھکانے اور مقامات پاکیزہ اور آخرت میں بہت بڑے اجر ملیں گے۔ امر واقعہ ہے کہ جہا جبرین نے گمراہہ خویش و تنہا املاک و اموال کو چھوڑ کر صرف اللہ اور رسول کی راہ میں ہجرت کی تھی یہ بھی امر مسلمہ ہے کہ ہجرت کے احکام مرد و زن کے لئے یکساں ہیں اور یہ کہ ہجرت کے موقعہ پر عورتوں نے بھی مردوں کے دوش بدوش ہجرت کی اور ہجرت کے کاموں میں حصہ بھی لیا اس میں بھی عورتیں ممتاز نظر آئیں گی۔

نبی اکرمؐ اور نبی مطلبؐ نے متفق ہو کر آنحضرتؐ اور کلی مسلمانان مکہ کو تبلیغ دہی کا عہد کر لیا اور جہاں کہیں مسلمانوں کو پاتے تھے مردوں سے مارتے اور

طرح طرح کی اینڈاپروچا تے تھے نماز نہیں پڑھنے دیتے تھے اور عین حالت نماز میں
 غلامت لاکر نمازیوں پر ڈالتے تھے جب یہ اینڈارسانی حد سے زیادہ بڑھ گئی تو
 حضورؐ نے مسلمانوں کو ملک حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا سب سے پہلے
 حضرت عثمانؓ بن عفان اور ان کی بیوی حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہؐ اور
 حذیفہؓ اور ان کی بیوی اور زبیر بن العوامؓ و مصعب بن عمیرؓ و عبداللہ بن
 عامرؓ اور ان کی بیوی لیلیٰ و سہیل وغیرہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کرنا شروع کر دیا انھیں
 لوگوں کے ساتھ جعفر بن ابی طالبؓ بھی ہجرت کر گئے یہاں تک کہ حبشہ میں ہمارے
 کی تعداد میں تک پہنچ گئی ان ہاجرین اولین کا نقاب مشرکین مکہ نے دور تک
 کیا مگر ناکام واپس آئے۔

انتالیسؓ مردوں اور تیسؓ عورتوں کی ہجرت حبشہ کے بعد عمر ابن الخطابؓ
 اسلام لائے تھے اس کے بعد ہاجرین حبشہ کو یہ غلط خبر ملی کہ قریش مسلمان ہو گئے
 حضرت عثمانؓ اور ان کی بیوی ابو حذیفہؓ اور ان کی بیوی وغیرہ گئی اونتیسؓ نفوس
 مکہ میں واپس آئے مگر انھوں نے مسلمانوں کو اسی حالت پر پایا جس پر چھوڑ گئے تھے
 سیدہ رقیہؓ بنت رسول اللہؐ وہ پہلی خاتون ہیں جنھوں نے ہجرت فی
 سبیل اللہؐ کی سنت اپنے شوہر کا ساتھ دیکر قائم کی اور ہر ایک ہجرت کرنے والے
 کے لئے شاہراہِ ہدایت کا افتتاح ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے فرمایا حاکم نے یہ حدیث
 ان کی منقبت میں روایت کی ہے: "لو طأ اور ابراہیم کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جنھوں
 نے راہِ خدا میں ہجرت کی"

ام المومنینؓ سودہؓ پہلے سکران بن عمرو بن عبدود کے نکاح میں تھیں یہ

پہلے ایمان لائیں پھر ان کی ہدایت و ترغیب سے سکران مشرف باسلام ہوئے اس کے بعد انھوں نے خاوند کے ساتھ معہ انہی والدہ کے ہجرت حبش کی سکران نے حبش میں انتقال کیا تب رسول اللہ نے سو دھنکے مصائب کو جلد ختم کرنے کی غرض سے بعد از وفات خدیجہ الکبریٰ ان سے نکاح کر لیا۔

ام المومنین ام حبیبہؓ کا بیٹا شوہر عبید اللہ بن جحش تھا جو حبش کو ہجرت کر گیا تھا مگر انھیں تھا اس لئے عبیدائیوں میں بیٹھ کر عبیدائی ہو گیا مگر ام حبیبہؓ اسلام پر قائم رہیں اسلام کے لئے انھوں نے باپ بھائی خویش و قبیلہ اور وطن کو چھوڑا پردیس میں خاوند کا سہارا تھا وہ اس کے ارتداد سے جاتا رہتا تھا اگر مہ کو حال معلوم ہوا تو عمرو بن ابیہ القہری کو بادشاہ حبشہ کے پاس بھیجا کہ ام حبیبہؓ کو آنحضرتؐ کا پیام شادی پہنچا دے بادشاہ نے اپنی لونڈی کو خبر کرنے بھیجا لونڈی سے یہ پیام شکر ام حبیبہؓ نے اللہ تعالیٰ کا شکر کیا اور شکرانہ میں اپنا تمام زور جو جسم پر تھا لونڈی کو عطا فرما دیا۔

ہجرت حبش کے بعد آنحضرتؐ نے حکم الہی اپنے اصحاب کو مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت کا حکم دیا سب سے پہلے ابوسلمہؓ بعد ازاں عامر بن مہجرؓ بنو جحش ان کے بعد عکاشہ بن محسن اور ایک گروہ بنو اسد جن میں زینب بنت جحشؓ ام المومنین سہمی تھیں اور ان کی دونوں بہنوں آمنہ و ام حبیبہؓ نے ہجرت کی۔

سردار دو عالم روزانہ حضرت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لے جاتے تھے ایک دن وہ پھر کو تشریف لے گئے اس وقت حضرت ابوبکرؓ کے پاس عاکشہؓ اور ان کی بڑی بہن اسماءؓ بیٹھیں تھیں حضورؐ نے آواز دی حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کوئی

غیر نہیں ہے حضور تشریف لے آئیں آپ تشریف لے گئے اور ہجرت کا قصد ظاہر فرمایا۔ آنحضرتؐ نے جب مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی تو حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ رات کو روانہ ہو کر غار ثور میں قیام فرمایا تین دن اس غار میں گزرے اسما بنت ابوبکرؓ روزانہ مکہ سے کھانا لاکر کھلاتی تھیں جب غار ثور سے سواری پر روانہ ہونے کا وقت آیا تو اسماؓ سوار ہو کر راہ انہیں طعام دیکھا کر لائیں عجلت میں رسی لانا بھولی گئیں چنانچہ اسماؓ نے اپنا نطق دکر سبدا بچھا کر ناشتہ بانڈھ کر لٹکا دیا اسی روز سے اسما بنت ابوبکرؓ ذات النطاقین کے نام سے موسوم ہو گئیں۔

مکہ معظمہ سے سفر ہجرت کر کے جب آنحضرتؐ شہر مدینہ کے قریب پہنچے تو مسرت کی یہ کیفیت تھی کہ عورتیں آگئیں اور گانے لگیں کہ مد کوہ وداع کی گھاٹیوں سے چاند نکل آیا ہے : جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگیں ہم پر خدا کا شکر واجب ہے : لڑکیاں دف بجا بجا کر یہ گاتی تھیں کہ : ”ہم خاندانِ بخاری کی لڑکیاں ہیں محمدؐ کیسا اچھا ہم سا یہ ہے“ حضورؐ نے ان لڑکیوں سے خطاب فرمایا کیا تم مجھ کو چاہتی ہو بولیں ہاں ! حضورؐ نے فرمایا میں بھی تم کو چاہتا ہوں۔

اس کے بعد عبداللہ بن اریقہ جو رہبرِ یاسکے لئے گیا تھا مدینہ سے مکہ واپس آیا اور عبداللہ بن ابی بکرؓ کو خبریت پہنچ جانے کی اطلاع دی اُس وقت عبداللہ بن ابی بکرؓ اپنی بہن عائشہؓ اور اپنی ماں ام رومانؓ اور طلحہ بن عبداللہؓ کے ساتھ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے۔

رسول اللہؐ نے مدینہ سے زید کو روانہ کیا کہ مکہ معظمہ سے صاحبزادوں اور حرمِ نبویؐ کو جا کر لے آئیں زینب بنت رسول اللہؐ کو ان کے شوہر نے کٹنے

نہیں دیا نہ یہ فاطمہ زہراؑ و خیر بنی اکرمؑ اور حضرت سودہؓ (زوجہ محترم) کو لے کر آگئے۔

سیدہ زینب بنت خدیجہ الکبریٰؓ اپنی والدہ کے ساتھ داخل اسلام ہو گئی تھیں مگر ابوالعاص شوہر سیدہ زینبؓ کا اسلام متاخر تھا جنگ بدر میں ابوالعاص قریش کی جانب تھے ان کو عبداللہ بن جبیر بن نقمان انصاریؓ نے اسیر کیا تھا سیدہ زینبؓ نے ان کے فدیر میں اپنا وہ ہار بھیجا تھا جو خدیجہؓ نے بیٹی کو بھیڑ میں دیا تھا ابوالعاص نے اسیری بدر سے رہائی پاتے وقت رسول اللہؐ سے وعدہ کر لیا تھا کہ سیدہ زینبؓ کو ہجرت کی اجازت دے دیگا چنانچہ سیدہ اپنے والد اکرمؐ کی خدمت میں پہنچ گئیں سفر ہجرت میں سیدہ زینبؓ کی مزاحمت ہمار بنی الاسود نے کی تھی نیزے کے صدمہ سے ان کا حمل ساقط ہو گیا تھا بنی اکرمؐ نے ان کی منقبت میں فرمایا ہے کہ: ”وہ میری بیٹیوں میں افضل ہے میرے لئے اُسے مصیبت پہنچنی“۔

مدینہ منورہ میں وہاں ہجرت کے قیام کے لئے جب بذریعہ قرعہ اندازی فیصلہ کیا گیا تو عبداللہ بن قلعونؓ حضرت ام المومنینؓ کے حصہ میں آئے عبداللہ کا جب انتقال ہوا تو کفن پہنانے کے بعد ام المومنینؓ نے محبت کے لہجہ میں کہا تم پر خدا کی رحمت ہو میں شہادت دیتی ہوں کہ خدا نے تمہاری عورت کی اس واقتہ سے مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں میں اس رفاقت باہمی کا پتہ چلتا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حکم دیا ہے۔

ام سلمہؓ نے معہ اپنے پیسے شوہر ابو سلمہؓ کے مدینہ کو ہجرت کرنا چاہی مگر

والوں نے بچہ کو چھین لیا اور ام سلمہؓ کو نہیں جانے دیا۔ ابوسلمہؓ تنہا ہجرت کر گئے۔
 ام سلمہؓ مکہ ہی میں رہیں ہر روز شام کو اسی مقام پر آ بیٹھا کرتی تھیں جہاں شوہر سے
 مفارقت ہوئی تھی ایک سال تک برابر روتی رہیں پھر سنگدلوں نے بچہ دسے دیا اور
 سفر کی اجازت دے دی یہ یکہ و تنہا مدینہ کو چلے گئے عثمان بن طلحہ جو کلید بردار
 بیت الحرام تھے ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن ام سلمہؓ کی بیگمسی اور تنہائی پر
 رحم آیا ساتھ ہو گئے ام سلمہؓ کو اونٹ پر سوار کرتے خود پیدل چلتے منزل پر پہنچ کر
 ان سے دور پر کھڑے جب شہر مدینہ دکھائی دینے لگا تو کہا تم آگے چلی جاؤ میں
 واپس جاتا ہوں ام سلمہؓ نے ہجرت حبشہ بھی کی تھی۔

احکام الہی میں مطالعہ ہو چکا کہ جہاد کا حکم بھی سوائے مستثنیات
جہاد کے ہر مرد و زن کے لئے یکساں صادر ہوا ہے وہ کام جو مسلمان

عورتوں نے ابتداء اسلام میں جہادوں میں انجام دیئے اس کی اہمیت پورے
 ماہرین جنگ کو سدہا برہس بعد محسوس ہوئی اور جب تک انھوں نے عورتوں کو
 ان کے فرائض جنگ کی تعلیم و تربیت و دیگر خدمات حاصل نہیں کیں ان کو کامیابی
 حاصل نہیں ہوئی مسلمانوں نے جب سے اپنی افواج کو عورتوں کی خدمات سے
 محروم کر دیا اسی وقت سے شکست ہونا شروع ہوئی اور عام زوال کی صورت
 پیدا ہو گئی مسلمان عورتوں نے جو خدمات جنگ انجام دی تھیں اس کی ضرورت
 اُس وقت کے کفار مکہ نے بھی محسوس کی تھی اور اپنی عورتوں کو میدان جنگ میں لے
 آئے تھے لیکن کفار کی عورتوں کے کام اور مسلمان عورتوں کے فرائض میں بہت
 فرق تھا مشرکین کی عورتیں زیادہ تر اظہار جذبات اور اشتعال دلانے کا کام کرتی

ہیں اَلَا شَاءَ اللہ مسلمان عورتیں حقیقی عذرات انجام دیتی رہیں اس موازنہ کے لئے پہلے کفار کی عورتوں کی چند مثالوں پر نظر ڈالنا چاہئے۔

جنگ احد (۶۳۰ء) میں کفار مکہ کی طرف سے
مشرک عورتوں کی شرکت جنگ

بڑے معزز گھرانوں کی عورتیں بھی فوج
میں شامل تھیں ہند عتبی کی بیٹی اور امیر معاویہ کی ماں ام حکیم۔ مکرمہ ابو جہل کے
بیٹے کی بیوی فاطمہ حضرت خالد بن ولید کی بہن۔ مسعود ثقفی رئیس طائف کی بیٹی۔ زبیر
عمر بن العاص کی زوجہ عباس حضرت مصعب بن عمیر کی ماں وغیرہ۔

اسی جنگ احد میں طہل جنگ کے بھائے کفار کی طرف سے سب سے پہلے
قریش کی عورتیں دفن پر اشعار پڑھتی ہوئی بڑھیں ابوسفیان کی بیوی عتد کے
آگے اور چوڑا عورتیں ساتھ ساتھ تھیں اشعار یہ کہتے: ”ہم آسمان کے
تاروں کی بیٹیاں ہیں: ہم قالینوں پر چلنے والیاں ہیں: اگر تم بڑھ کر لڑو گے تو ہم
تم سے گلے ملیں گے: اور تیکھے قدم ہٹا پا تو ہم تم سے الگ ہو جائیں گے۔
مقتولین بنو قریظہ (یہودی) چار سو تھے اُن میں صرف ایک عورت تھی
اور وہ اس قصاص میں مارے گئی کہ اُس نے قلعہ سے پتھر گرا کر ایک مسلمان کو شہید
کر دیا تھا قتل گاہ میں مجرم آتے اور عدم کو روانہ ہوتے جاتے تھے ایک ایک کا نام
پکارا جا رہا تھا اور یہ ہوش نہ باعدا بار بار اس عورت کے کانوں میں آتی تھی لیکن
وہ عبت نکات حضرت عائشہؓ سے باتیں کرتی جاتی اور بات بات پر ہنسی جاتی تھی
دفن قاتل نے اُس کا نام پکارا وہ بے تکلف اُٹھ کھڑی ہوئی حضرت عائشہؓ نے
پوچھا کہاں؟ بولی میں نے ایک جرم کیا تھا اُس کی سزا اٹھانے جاتی ہوں۔

شہد ہجری میں جب سفارت واپس چلی تو آنحضرتؐ نے ابو سفیان اور
مغیرہ کو بھیجا کہ شرط کے مطابق طائف کے منعم اعظم لات کو جا کر توڑ آئیں مغیرہ نے
طائف پہنچ کر بت کدہ کو ڈھانا چاہا تو عورتیں روٹی چوٹی تنگے سر آگئیں اور یہ
اشعار پڑھنے لگیں : ”لوگوں پر رو کہ بیت بھتوں نے اپنے بتوں کو دشمنوں کے
والہ کر دیا اور سرکہ آرائی نہ کر سکے“

فتح مکہ کے سلسلہ میں جب ابو سفیان مکہ کو ناکام واپس ہوا تو اس کی واپسی
کے بعد آنحضرتؐ نے مکہ کی طرف چلنے کا حکم دیا صحابہ سامان سفر اور آلات حرب
درست کرنے لگے اسی اثناء میں عاتب بن ابی بلتعہ نے ان حالات کو ایک خط میں
لکھ کر ایک عورت مزنیہ بنو زکریا کے ہاتھ اہل مکہ کی طرف روانہ کیا آنحضرتؐ کو بذریعہ
وہی اس امر کی اطلاع ہو گئی آپؐ نے علیؓ زبیرؓ اور مقدادؓ کو اس عورت کی
گرفتاری پر مامور کیا ان صاحبان نے اس کو روضہ خاض میں پہنچا کر گرفتار کر لیا
اسباب اس کا ڈھونڈنا خط نہیں ملا تب حضرت علیؓ نے اس عورت سے کہا
بہتر ہوگا کہ تو اس خط کو دیدے ورنہ ہم بہت تنگ کریں گے عورت اس دھمکی
میں آگئی اور اس نے اپنے جوڑے سے نکال کر وہ خط دے دیا یہ صاحبان
عورت کو معہ خط کے آنحضرتؐ کے پاس پکڑ لائے۔

ہند زوجہ ابو سفیان نے بنی کریمؐ کے چچا کا کلیجہ سینہ سے نکال کر دانتوں
سے چبایا تھا ان کے ناک و کان کاٹ کر تاکے میں پر دکر گئے کاہر بنایا تھا۔

مسلمان خواتین کی خدا چٹک
اب مسلمان خاتونوں کے کارنامے قابل
غور ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے جس طرح جہادوں

میں واد شجاعت دی صحابیات کے بہادرانہ کارنامے اس سے بھی زیادہ
جسرت انگیز ہیں غزوات میں صحابیات کے لئے سب سے زیادہ موزوں
کام زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا اور مجاہدین کے آرام و آسائش کا سامان بہم
پہنچانا تھا اور وہ اس خدمت کو نہایت خلوص اور دلسوزی سے انجام
دیتی تھیں۔

حضرت ام عطیہؓ ایک صحابیہ تھیں جو رسول اللہ کے ساتھ لڑائیوں
میں شریک ہو کر مجاہدین کے اسباب کی نگرانی کرتی تھیں کھانا پکاتی تھیں
مریخیوں کا علاج اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔

حضرت وفیدہؓ نے مسجد نبویؐ میں ایک خیمہ قائم کر رکھا تھا جو لوگ
زخمی ہو کر آتے تھے وہ اس خیمہ میں ان کا علاج کرتی تھیں۔

حضرت ریح بنت معوذہؓ کا بیان ہے کہ ہم سب غزوات میں شریک
ہو کر مجاہدین کو پانی پلاتے تھے اُن کی خدمت کرتے تھے اور مدینہ تک زخمیوں
اور لاشوں کو اٹھا اٹھا کے لاتے تھے۔ شہداء کی لاشیں آتی تھیں تو بچے
اور عورتیں قبر کھود کر اُن کو دفن کرتے تھے

غزوہ احد میں خود حضرت عائشہؓ شریک تھیں اور حضرت ام سلمہؓ
اپنی پیٹھ پر مشک لاد لاد کر لاتی تھیں اور لوگوں کو پانی پلاتی تھیں۔

جنگ خیبرؓ میں بنی صحابہ عورتیں بھی شامل لشکر تھیں

جو بیماریوں اور زخمیوں کی خیر گیری اور تیار داری کے لئے ہمراہ تھیں۔

جنگ احد میں سیدہ فاطمہؓ نے عملاً حصہ لیا مدینہ میں یہ خبر

مشہور ہوئی کہ نبی کریم ﷺ شہید ہو گئے سیدہ میدان جنگ میں پہنچ گئیں
 اُس وقت حضور غار سے باہر نکل آئے تھے سیدہ نے باپ کے زخموں
 کو دھویا اور حیب دیکھا کہ خون نہیں کھتا تو کھجور کی صف جلا کر اس کی لکھ
 زخموں پر رکھی جس کے بعد خون بند ہو گیا۔

اسی غزوہ احد میں حضرت عائشہؓ ام سلمہؓ اور ام سلیمانؓ کے علاوہ
 ام عمارؓ بھی آنحضرتؐ کے پاس پہنچی تھیں اور اپنا سینہ سپر کر دیا تھا جب
 کفار آپؐ پر بڑھتے تھے تو تیر اور تلوار سے روکتی تھیں ابن عمرؓ جب
 آنحضرتؐ کے پاس پہنچ گیا تو ام عمارؓ نے بڑھ کر روکا چنانچہ شانہ پر زخم
 آیا اور غار پڑ گیا۔ انہوں نے بھی تلوار ماری لیکن وہ دوسری زخم پہنچے
 تھا اس لئے کارگر نہ ہوئی۔

انصار میں سے ایک عقیفہ کے باپ بھائی شوہر سب شہید ہو گئے
 تھے اس نے پاس آکر چہرہ مبارک رسول اللہؐ دیکھا اور بے اختیار پکار
 اٹھی: "میرے ہوتے ہوئے سب مصیبتیں پہنچ گئیں"

عند ہجری میں ایک انصاری عورت مدینہ کی بازار میں ایک یہودی کی
 دوکان پر آئی یہودیوں نے اُس کی بے حرمتی کی ایک مسلمان غیرت کے مارے
 بیتاب ہو گیا اور یہودی کو مار ڈالا یہودیوں نے مسلمان کو قتل کر دیا مجبور
 ہو کر لڑائی چھوٹی پندرہ دن تک یہودی محصور رہے پھر جلا وطن کئے
 گئے۔

حضرت عائشہؓ جس قلعہ میں پناہ گزیں تھیں سعد بن معاذؓ کی ماں

بھی وہیں ان کے ساتھ تھیں حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ میں قلعہ سے
 نکل کر باہر پھر رہی تھی عقب سے پاؤں کی آہٹ معلوم ہوئی مڑ کر دیکھا
 تو سعدؓ ہاتھ میں حربہ لئے جویش کی حالت میں بڑی تیزی سے بڑھے جا رہے
 ہیں اور یہ شعر زبان پر ہے: "ذرا ٹھہر جانا کہ لڑائی میں ایک اور شخص ہونے
 جائے یہ وقت جب آگیا تو موت سے بچاؤ رہا" سعد کی ماں نے سنا
 تو پکاریں بٹیا دوڑ کر جاؤ نے دیر لگا دی سعد کی زہ اس قدر چھوٹی تھی
 کہ ان کے دونوں ہاتھ باہر تھے حضرت عائشہؓ نے کہا کاش سعد کی زہ
 لمبی ہوتی۔

سیدہ جہری میں عام طور پر یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمانؓ جو مسلم کی
 کشتی کے لئے مکہ بھیجے گئے تھے شہید کر دیئے گئے یہ خبر آنحضرتؐ کو پہونچا تو
 آپؐ نے فرمایا کہ عثمانؓ کے خون کا قصاص لینا فرض ہے یہ کہہ کر آپؐ نے ایک
 بول کے درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ سے جانشاری کی بیعت لی تمام صحابہ جن
 میں زن و مرد دونوں شامل تھے انہوں نے ولولہ انگیز جوش کے ساتھ دست
 مبارک پر جانشاری کا عہد کیا اسی کو بیعت رضواں کہتے ہیں۔

ذی قرد کی چراگاہ پر جو آنحضرتؐ کے اونٹوں کی چراگاہ تھی غطفان
 (یہودی) کے قبیلہ کے چند آدمیوں نے بہ سرداری عبدالرحمن بن عیینہ چھاپہ
 مارا اور بیٹی اونٹنیاں پکڑ کر لے گئے حضرت ابوذرؓ کے صاحبزادے کو جو
 اونٹوں کی حفاظت پر متعین تھے شہید کر دیا اور ان کی بیوی کو گرفتار
 کر لے گئے۔

آنحضرتؐ مدنیہ سے محرم یا جمادی الاول ۳۳ھ ہجری میں سیاح بن
عرفہ غفاریؓ کو مدنیہ کا افسر مقرر کر کے روانہ ہوئے ازوانح مطہرات میں سے
حضرت ام سلمہؓ ساتھ تھیں۔

غزوہ خیبر میں خاص علم نبویؐ جس کا پیر یہ حضرت عائشہؓ کی چادر سے
طیار ہوا تھا جناب امیر علیہ السلام کو مرحمت ہوا تھا اس غزوہ میں خواتین بھی
فتح کے ساتھ ہوئی تھیں رسول اللہؐ نے دریافت کیا تو ان خاتونوں نے
کہا: ”یا رسول اللہؐ ہم چہ خدکات کر کچھ پیدا کریں گے اور اس کام میں مدد
دیں گے پھر سے پاس زخمیوں کے لئے دوائیں بھی ہیں اس کے علاوہ ہم
تیرا ٹھاکر لائیں گے آنحضرتؐ نے فتح کے بعد جب مال غنیمت تقسیم کیا تو ان
خاتونوں کا بھی حصہ لگایا۔

قریش نے ابوسفیانؓ کو سفیر بنا کر بھیجا کہ حدیبیہ کے معاہدہ کی تجدید
کر لائیں۔ ابوسفیانؓ نے مدنیہ آکر آنحضرتؐ کی خدمت میں درخواست
کی بارگاہ نبوت سے کچھ جواب نہ ملا ابوسفیانؓ نے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو بیچ
میں ڈالنا چاہا لیکن سب نے کانوں پر ہاتھ رکھا ہر طرف سے مجبور ہو کر جناب
فاطمہؓ زہراؓ کے پاس آیا امام حسنؓ پانچ برس کے بچے تھے ابوسفیانؓ نے ان کی طرف
اشارہ کر کے کہا ”اگر یہ بچہ اتنا زبان سے کہے کہ میں نے دونوں فریقوں
میں بیچ بیچاؤ کر دیا تو آج سے عرب کا سردار پکارا جائے گا“ جناب سیدہ
نے فرمایا ”بچوں کو ان معاملات میں کیا دخل“

جنگ احد کے موقع پر جب مجاہدین اسلام کے پاؤں اکٹھے گئے حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا پر مشکینہ کے لاد لاد کر لاتی تھیں اور لڑ بچوں کو باپنی پلائی تھیں حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس حال میں ان کو پانی پینا کھانا دینا دیر کر آتے جاتے میں نے دیکھا ان کی پیڈلیوں کا شعلہ جھلکا ہوا تھا۔ ایک دوسری خاتون ام سلیطہ رضی اللہ عنہا کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود رسول اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جنگ احد میں داعی اور بائیں جدھر میں دیکھتا تھا ام سلیطہ رضی اللہ عنہا میری حفاظت کے لئے جان لڑاتی ہوئی نظر آتی تھی اسی جنگ میں یہ بیعت بنی ہوئی اور ان کے ساتھ خواتین کی ایک جماعت زخمیوں کی مرہم پٹی میں مشغول تھی اور یہ ہی عورتیں مجروحین کو اکٹھا اٹھا کر مدینہ لے جا رہی تھیں۔

جنگ حنین میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا ایک خبروات میں لے گئے پھر وہی تھیں حضور نے پوچھا یہ کس لئے ہے کہنے لگیں کہ اگر کوئی مشرک میرے قریب آیا تو اس کا پیٹ بھاڑ دوں گی۔

ام عطیہ رضی اللہ عنہا سات لڑائیوں میں شریک ہوئیں کیمپ کی حفاظت سپاہیوں کے لئے کھانا پکانا زخمیوں اور بیماروں کی تیمارداری کرنا ان کے سپرد تھا حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ جو خواتین اس قسم کی جنگی خدمات انجام دیتی تھیں ان کو اموال غنیمت میں سے انعام دیا جاتا تھا۔

غزوہ خیبر میں آنحضرت نے ایک صحابیہ کو خود دستہ بہار کے سے ایک بار پہنایا تھا وہ اس کی اس درجہ قدر کرتی تھیں کہ عمر بھر گھٹے سے جدا نہیں کیا اور جب انتقال کرنے لگیں تو وصیت کی کہ ان کے ساتھ وہ بھی

دفن کروایا جائے۔

غزوہ خندق میں رسول اللہ نے سب یہودیوں کو ایک قلعہ میں بند کر دیا تھا ایک یہودی آیا اور قلعہ کے گرد چکر لگانے لگا حضرت صفیہؓ نے دیکھا تو حضرت حسانؓ سے کہا یہ جاسوس معلوم ہوتا ہے جاؤ اور اس کو قتل کر دو بولے تمہیں تو یہ معلوم ہے کہ میں اس میدان کا مرد نہیں اب حضرت صفیہؓ خود اتریں اور خیمہ کی ایک میخ اکھاڑ کر اس کو ایسا مارا کہ وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔

صفیہؓ امیر حمزہؓ کی حقیقی بہن تھیں انھوں نے جنگ خندق میں اپنی شجاعت کا اظہار کیا اور ایک یہودی کو قتل کیا تھا رسول اللہ نے ان کو مال غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا تھا انھوں نے اپنی قوت ایمانیہ کے کمال کا ثبوت جنگ احد میں دیا تھا امیر حمزہؓ جیسے بھائی کو خاک و خون میں دیکھا ان کی لاش کو بے حرمت پایا پھر بھی نہ روئیں نہ چلائیں بلکہ دعا کر کے چلی آئیں۔

سرور کائنات غزوہ احد سے واپس تشریف لائے تو صحابیات اپنے اعزاء و اقربا کا حال دریافت کرنے حاضر ہوئیں ان میں حمہ بنت جحشؓ بھی تھیں ان سے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ حمہؓ اپنے بھائی عبداللہ بن جحشؓ کو صبر کرو انھوں نے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھا اور دعائے مغفرت کی پھر فرمایا کہ اپنے ماموں حمزہ بن عبدالمطلب کو بھی صبر کرو انھوں نے اس پر بھی اِنَّا لِلّٰہِ پڑھا دعائے مغفرت کی اور خاموش ہو رہیں۔

مروی ہے کہ ایک ملزم گرفتار ہو کر آیا اس کو حضرت عائشہؓ کے
 حجرے میں بند کر دیا گیا حضرت عائشہؓ اور طرف باتوں میں مصروف
 رہیں اور وہ قیدی لوگوں کو غافل پا کر مفرور ہو گیا۔

حضرت ام ہانیؓ نے فتح مکہ کے موقع پر اپنے گھر میں اپنے دو مشرک
 دیوروں کو پناہ دی تھی وہ کہتی ہیں کہ میں رسول اللہؐ کی خدمت میں گئی
 حضورؐ کو غسل کرتے پایا اور آپ کی صاحبزادی فاطمہؓ پر وہ کئے ہوئے
 تھیں میں نے سلام عرض کیا فرمایا کون عورت ہے میں نے عرض کی ابوطالبؓ
 کی بیٹی ام ہانیؓ فرمایا ام ہانیؓ آؤ بیٹھو جب حضورؐ غسل سے فارغ ہوئے
 تو ایک کپڑے میں لپیٹ کر آٹھ رکعت نماز نفل پڑھی پھر میں نے عرض کی
 کہ میں نے جو ابن عبسیرہ کو پناہ دی ہے اس کو میرے ماں جائے بھائی
 علیؓ کا خیال قتل کرنے کا ہے حضورؐ نے فرمایا ام ہانیؓ جسے تو نے پناہ
 دی وہ ہماری پناہ میں ہے۔ یاد رہے کہ ہر مسلمان مرد و عورت کو پناہ
 دینے کا حق ہے اور سپہ سالار کو لازم ہے کہ وہ اس کو رد نہ کرے۔
 غزوہ حنین میں فادموں اور عورتوں کے علاوہ بارہ ہزار مجاہد
 آنحضرتؐ کے ساتھ تھے غزوات میں صحابہؓ کی تعداد کا پتہ لگانا اس
 لئے صحیح نہیں ہوتا کہ ان میں عورتیں شامل نہیں ہوتی ہیں حالانکہ ان کی
 کافی تعداد ہر غزوہ میں ہوتی تھی۔

احکام قرآنی کے مطالعہ سے واضح ہو چکا کہ حق تعالیٰ نے
 نماز باجماعت کے لئے مسجد کی حاضری لازم قرار دی ہے

اس فرض کی ادائیگی میں مرد و زن میں کوئی تفریق نہیں فرمائی ہے یہ بات
 پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ آنحضرتؐ کے عہد مبارک میں عورتیں
 شریک جماعت ہوا کرتی تھیں مردوں کی صفیں آگے اور عورتوں کی
 پیچھے ہوتی تھیں رسول اللہ کا حکم تھا کہ ”اللہ کی لونڈیوں (عورتوں)
 کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکا کرو“ یہ حکم عین مطابق حکم قرآن کے
 تھا لہذا اسی کی مطابقت و موافقت میں احادیث و روایات پر نظر
 ڈالنی چاہئے۔

مسجد نبویؐ میں ام حنن نامی ایک خاتون جھاڑو دیا کرتی تھیں۔
 ایک مرتبہ آنحضرتؐ مسجد کی دیوار پر دیبہ دیکھ کر ناخوش ہوئے
 اس دیبہ کو ایک انصاری خاتون نے مٹایا اور اس جگہ پر خوشبو لگا دی
 حضورؐ اس سے بہت خوش ہوئے اور اس کی تعریف کی۔
 سرور کائناتؐ نے ایک دفعہ ملکئہؑ کی دعوت قبول فرمائی کھانے
 سے فارغ ہو کر نماز پڑھائی تو حضرت انسؓ اور قتیمؓ رسول اللہؐ کے پیچھے
 اور ملکئہؑ ان کے پیچھے کھڑی ہوئیں دوسرے موقع پر حضرت انسؓ اور
 قتیمؓ آنحضرتؐ کے پیچھے اور ان کے پیچھے انسؓ کی والدہ ام سلمہؓ کھڑی ہوئی
 حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ ایک مرتبہ منار
 کے واسطے کھڑے ہوئے تو میں حضورؐ کے برابر کھڑا ہوا اور حضرت عائشہؓ
 پیچھے کھڑی ہوئیں۔

مروی ہے کہ رسول اللہؐ کیوں اور عورتوں کو حتیٰ کہ ایام والی

عورتوں کو بھی عیدین میں لیجاتے تھے جو عورتیں شرکت نماز کے قابل نہیں ہوتی تھیں وہ علیحدہ رہتی تھیں لیکن دعائیں وہ بھی شریک ہوا کرتی تھیں۔

عائکہ بنت زید جو حضرت عمرؓ کی بیوی تھیں وہ ہمیشہ مسجد میں نماز پڑھا کرتی تھیں عید نبویؐ میں عورتوں کی حاضری اس کثرت سے مسجد میں ہوا کرتی تھی کہ ان کی دو دو صفیں ہو جاتی تھیں۔

یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ حضرت عمرؓ کی بیوی عشاء و فجر کی نماز باجماعت ہمیشہ مسجد نبویؐ میں ادا فرماتی تھیں۔

ابن عباس سے یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ سرور کائناتؐ اپنی بیٹیوں اور بیویوں کو عیدین میں لے جاتے تھے۔

ام ورقہ بن نوفل نے رسول اللہؐ کے حکم سے عورتوں کی امامت کی اور حضرت عائشہؓ نے درمیان صف میں کھڑے ہو کر جماعت مستورات کی امامت کی۔

حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ جو شریک نماز تھیں بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہؐ خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور اس میں عذاب قبر کو بیان فرمایا جس میں انسان کی آزمائش ہوگی تو یہ سن کر تمام حاضرین چیخ اٹھے۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ”عورتوں کو رات کے وقت مسجدوں میں آنے دو“

کتاب حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ نماز پڑھانے کے بعد سرور کائناتؐ اور دیگر مرد نماز ہی بیٹھے رہتے تھے تاکہ عورتیں پہلے چلی جائیں اس کے بعد حضورؐ اور سب لوگ کھڑے ہوتے تھے۔

حضرت قیلہ بنیوہ ہو گئیں تو بچوں کو ان کے چھانے لے لیا اب وہ تمام
دنیوی جھگڑوں سے آزاد ہو کر ایک صحابی کے ساتھ خدمت مبارک میں حاضر
ہوئیں اور حضور کی تعلیمات و تلقینات سے عمر بھر فائدہ اٹھایا۔

حضرت محمد بن حنفیہ کا یہ دستور ہو گیا تھا کہ متواتر نماز پڑھتی رہتی
تھیں ستون مسجد میں ایک رستی باندھ لی تھی کہ جب تنگ جاتیں تو اس سے ٹک
جاتی تھیں آنحضرتؐ نے رستی کو دیکھا تو اس کو کھوا کر پھینکوا دیا اور فرمایا کہ
اسی قدر نماز پڑھنا چاہئے جو احاطہ طاقت میں ہو اگر تنگ جائیں تو بیٹھ جانا
چاہئے۔

حضرت مدیبہؓ نے ایک مرتبہ سردار دو عالمؐ کو مسجد میں اکروں بیٹھے
ہوئے دیکھا ان پر حضورؐ کے اس خشوع و خضوع کی حالت کا ایسا اثر ہوا کہ کانپنے لگیں۔
ایک موقع پر حضورؐ نے دیکھا کہ ایک صحابیہ سامنے کنکری یا گٹھلی رکھ کر تسبیح
پڑھ رہی تھیں ارشاد فرمایا کہ اس کی کیا ضرورت تھی اس کے بعد ایک دعا بتا دی۔
حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ ایک میت کی نماز جنازہ میں ایک
عورت شریک تھی حضرت عمرؓ نے اس کو روکا رسول اللہؐ بھی شریک تھے آپ
نے فرمایا ”اے عمرؓ اسے چھوڑ دے“

رسول اللہؐ کی نماز جنازہ پہلے کنبہ والوں نے پھر ہاجرین پھر انصار مردوں
نے اور عورتوں نے پھر بچوں نے ادا کی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے روزے بھی عورتوں پر اُسی طرح فرض
کئے ہیں جیسے مردوں پر اور اس فرض کو مسلمان عورتوں نے بڑی

روزہ

خوشی سے ادا کیا ہے۔

ایک صحابیہ نے خدمت بنوی میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میری ماں پر روزے فرض تھے اس کا انتقال ہو گیا کیا میں روزے پورے کر دوں حضرت نے فرمایا "ہاں" عہد مبارک میں اکثر صحابیات نفل کے روزے رکھتی تھیں ان کے شوہروں نے روکا تو صحابیات خدمت بنوی میں حاضر ہوئیں اور شکایت کی آنحضرت نے ہدایت فرمائی کہ بغیر اجازت شوہر کوئی عورت نفل کا روزہ نہیں رکھ سکتی۔ ایک دن رمضان کے چہینہ میں حضرت صرمہ بنت قیسؓ نے بی بی سے کھانا مانگا سو اتفاق سے گھر میں کچھ نہ تھا وہ باہر گئیں کہ کھانے پینے کی کوئی چیز تلاش کر کے لائیں۔

اس فرض کے احکام ربانی عورتوں اور مردوں کیلئے

ساوی ہیں عورتوں نے اس فرض کو جس ذوق و شوق

حج و عمرہ

سے ادا کیا اس کی چند مثالیں غور طلب ہیں۔

ایک صحابیہ نے خانہ کعبہ تک پیادہ جانے کی نذر ربانی تھی آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی تو حضور انورؐ نے فرمایا "پیدل بھی چلو اور سوار بھی ہو لو"

حجۃ الوداع کے موقع پر سرور کائناتؐ نے اعلان حج فرمایا تو حضرت اسار بنت عمیشؓ اگرچہ حاملہ تھیں تاہم شریک سفر ہوئیں ایک عورت لپک کر ہودجہ سے اپنے بچہ کو لال لالی اور دریافت کیا کہ "اس کا بھی حج ہو سکتا ہے؟" آنحضرتؐ نے فرمایا "ہاں تمہیں اس کا ثواب ملے گا"

اسی زمانہ حجۃ الوداع میں ایک صحابیہ نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی

کہ میرے باپ پر حج فرض ہو گیا ہے لیکن وہ ضعیف ہونے کی وجہ سے سواری پر نہیں بیٹھ سکتے کیا میں ان کی طرف سے حج ادا کر سکتی ہوں؟ حضور نے ان کو اجازت عطا فرمائی۔

جب اسما بنت عمیشؓ کے محمد بن ابی بکرؓ پیدا ہوئے تو حضورؐ نے حکم فرمایا کہ حالت نفاس میں غسل کر کے حج و عمرہ ہیں بکیر کہیں۔
 سرور کائناتؐ جب امن و امان آئندہ کی بشارت دیکر فرمایا کرتے تھے کہ ایک وقت وہ آئے گا کہ مقام قادسیہ سے اکیلی عورت تنہا سفر کر سکے گی اور مکہ کا حج کرے گی اور سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کا اس کو خوف نہ ہوگا تو لوگ تعجب کیا کرتے تھے لیکن ایسا ہوا اور ہو کر رہا۔
 احرام حج میں محرم کا لباس صرف دو کپڑے ہیں یعنی چادر اور تہ بند جو بغیر سے ہوئے ہوں مگر عورتوں کو سیلا ہوا کپڑا پہننا بھی جائز ہے احرام باندھنے کے بعد مرد کو سیلا ہوا کپڑا پہننا سر ڈھکنا خوشبو لگانا جون مارنا شکار کرنا سرسندھ وانا ناخن یا بال ترش وانا میاں بی بی کا ہم بستر ہونا زعفران وغیرہ یا کسی خوشبو دار چیز کا رنگا ہوا کپڑا پہننا منع ہے عورت کو سر ڈھکنا درست ہے مگر مندر نقاب ڈالنا منع ہے۔

زکوٰۃ و خیرات زکوٰۃ بھی مرد و عورت پر کیاں فرض ہے صدقہ و خیرات کے احکام ہر دو جنس کے لئے ساوی ہیں۔
 مستورات نے صدقہ و خیرات میں جو حصہ لیا اس کی چند مثالیں قابل مطالعہ ہیں۔
 زیور عورتوں کو سب سے زیادہ عزیز ہوتے ہیں لیکن صحابیات کو خدا

کی مرضی ان سے زیادہ عزیز تھی ایک بار بنی کریم کی خدمت میں ایک صحابہ اپنی لڑکی کو لے کر حاضر ہوئیں لڑکی کے ہاتھ میں سونے کے کنگن تھے آپ نے کنگن دیکھ کر فرمایا کیا تم اس کی زکوٰۃ دیتی ہو بولیں نہیں فرمایا کیا تمہیں یہ اچھا معلوم ہے تاسی کہ خدا قیامت کے دن اس کے بدلے اُس کے ہاتھ میں آگ کے کنگن پہنائے انہوں نے فوراً کنگن آپ کے سامنے ڈال دیئے کہ یہ خدا اور خدا کے رسول کے ہیں۔ ایک مرتبہ حضور نے خطبہ عید میں صدقہ کی ترغیب دی عورتوں کا مجمع تھا حضرت بلالؓ کو امن پھیلائے ہوئے تھے اور عورتیں اپنے کان کی بالیاں گلے کے ہار اور انگلیوں کے پھلے تک پہنکتی جاتی تھیں۔

ایک مرتبہ رسول اللہؐ نے صدقہ و خیرات کی ترغیب دی تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بی بی زینبؓ نے اُن سے کہا کہ تم نادار آدمی ہو آپ کے پاس جاؤ اگر آپ اجازت دیں تو میں جو صدقہ کرنا چاہتی ہوں کہہیں پر کروں لیکن حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا تمہیں جاؤ وہ آئیں تو آستانہ مبارک پر اسی غرض کے لئے ایک دوسری بی بی موجود تھیں دونوں بیبیوں نے حضرت بلالؓ کے ذریعہ سے پوچھوایا کہ دو عورتیں اپنے شوہروں پر اور چند یتیموں پر جو انہیں کی کفالت میں ہیں صدقہ کرنا چاہتی ہیں کیا یہ جائز ہے حضورؐ نے فرمایا ان کو دوسرا ثواب ملے گا ایک قرابت کا دوسرا صدقہ کا۔

نسائی نے ثوبانؓ سے ایک حدیث روایت کی ہے کہ ایک بار رسول اللہؐ حضرت فاطمہؓ کے گھر گئے وہ سونے کا ہار اپنے گلے سے اتار کر منہ بہ منہ کو دکھا رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ علیؓ نے لا کر دیا ہے۔

بنی کریمؐ نے یہ ہار بیٹی کے ہاتھ میں دیکھا اور واپس چلے آئے حضرت فاطمہؑ
 سمجھ گئیں انھوں نے ہار کو فروخت کر دیا اور ایک غلام خریدا اور اسے
 راہ خدا میں آزاد کر دیا بنی کریمؐ کو اطلاع ہوئی تو خوش ہوئے اور اللہ شکر فرمایا
 انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے

زیارت قہور

ایک عورت کو قبر کے پاس روتے پڑے دیکھا تو اس
 کو منع نہ فرمایا بلکہ صرف "الحق اللہ واصحابہ و" فرمادیا

حضرت عائشہؓ اپنے بھائی حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کی قبر پر تشریف
 لے گئی تھیں اور راتوں کو اچھ کر قبرستان کو جایا کرتی تھیں۔

گھروں میں جائی کی اجازت
 احکام قرآن کے مطابق بغیر اجازت
 لئے اور سلام علیک کئے گھروں میں

جانے کی ممانعت فرمائی گئی ہے اس کی تائید میں چند احادیث کا ذکر کافی ہوگا
 یہ دستور اخلاقی اکثر اقوام و مذاہب میں رائج ہے۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے ابدان میں سے جھانکا اس پر رسول اللہؐ نے
 فرمایا "اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تو جھانک رہا ہے تو میں تیری آنکھ میں کوئی چیز
 چھو دیتا" اس کے بعد آپؐ نے اعلان فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی کے گھر
 میں بلا اجازت دیکھے تو گھر والوں کو حق ہے کہ اس کی آنکھ پھوڑ دیں۔

سن رسیدہ عورتوں کے ساتھ خلوت میں بیٹھنا جائز ہے اور ان کو چھونا
 بھی ممنوع نہیں۔

یہ بھی نصیحت کی گئی ہے کہ کسی کے گھر جاؤ تو اجازت سے پہلے پردہ

اٹھا کر اس کے گھر کے اندر نہ جھانکو کہ اس سے اہل خانہ کی بے ستری ہو۔
ہدایت کی گئی ہے کہ گھر کے دروازہ پر پردہ پڑا رہے اگر کسی کے گھر
کا دروازہ بند نہ ہو یا اس پر پردہ نہ پڑا ہو اور کوئی اندر گھس گیا تو اس کی
وسہ داری خود گھر والوں پر ہے۔

بیار کے بیٹے عطار کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ سے پوچھا
کیا میں اپنی ماں کے پاس جاتے ہوئے بھی اجازت لے کر جاؤں آپ نے فرمایا
بیشک اس شخص نے عرض کیا حضرت میں اپنی ماں کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہتا
ہوں فرمایا ہاں ماں کے پاس جاتے ہوئے داخل ہونے کی اجازت مانگ لیا تو
اس بات کو پسند کر لیا کہ ماں کو ننگا دیکھ جائے عرض کیا ”نہیں“ فرمایا ”تو میں
اس کے پاس بھی اجازت لے کر جا“

مواقع اور اختیار حاصل ہوتے ہوئے گناہ و فواحش
سے محترز رہنا اصل اسلام ہے اس کی چند مثالیں

احترام احکام

قابل غور ہیں۔

وہ لوگ جو بعد ہجرت مکہ میں رہ گئے تھے اور مسلمان تھے ان کو مدینہ
تک پہنچا کر مرشد بن مرشد الفنویؒ کے سپرد تھا ایک شب کو وہ اس کام کے
لئے مخفی طور پر مکہ میں آئے وہاں زمانہ جاہلیت کی ان کی قدیم آشنا ایک طوائف
تھی جس کا نام عناق تھا وہ بھی اسی شب کو نکلی تو مرشد کی پرچائیں دیکھ کر
پہچان لیا نہایت تپاک سے ملی اور کہا کہ ”آج میرے گھر میں شب باشی کر دو“ لیکن
انہوں نے عذر خواہی کی کہ زنا اب حرام ہو گیا ہے اس پر طوائف نے شور کیا

مرشد بھاگ کر پہاڑ میں جا چھپے کفار نے وہاں تک ان کا تعاقب کیا مگر خدا نے ان کو محفوظ رکھا۔

ایک صحابیہ تھیں جن کی اخلاقی حالت زمانہ جاہلیت میں اچھی نہ تھی ان کو ایک شخص نے اپنی طرف مائل کرنا چاہا تو بولیں ”جاؤ اب وہ زمانہ گیا اور اسلام آگیا“
 مسیکہ ایک لونڈی تھی اُس نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر یہ شکایت کی کہ میرا آقا مجھ کو زنا کرنے پر مجبور کرتا ہے اس پر یہ حکم نازل ہوا ”اپنی لونڈیوں کو زنا پر مجبور نہ کرو“

لہو و خوشی بعض موقعوں پر عورتوں کو لہو و خوشی کی بھی اجازت ہے
 ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے والد ابو بکر رضی اللہ عنہ عید الفصحی اور ایام تشریق کے دنوں میں کہ انہیں کو ایام مناسکتے ہیں میرے پاس آئے تو انصار کی دولت کیوں میرے پاس بیٹھی دف بجارہی تھیں اور گارہی تھیں اور دوسری روایت میں ہے کہ معرکہ بعاث میں جو رجز یہ اشعار انصار نے کہے تھے وہ گارہی تھیں اور حضور رسالت کاٹ کپڑا اور ٹپے لیٹے تھے ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ڈانٹا اس دھمکی کی آواز سے آنحضرت نے اپنا چہرہ مبارک کھول دیا اور فرمایا ابو بکر رضی اللہ عنہ! اسٹھیں چھوڑ دو اور ملامت نہ کرو کیونکہ ایام مناعید کے دن ہیں ان دنوں میں کھانا پینا اور مسرت و شادی کرنا مباح ہے اگرچہ دف بجانے اور گانے کے ساتھ ہو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ پیغمبر صاحب نے فرمایا ابو بکر رضی اللہ عنہ ہر قوم کے لئے عید ہے اور یہ دن ہمارا عید کا ہے۔

غزوہ تبوک (سلسلہ ہجری) سے جب سرور کائناتؐ کو ایسے آئے
اور مدینہ کے قریب پہنچے تو عالم شوق میں لوگ استقبال کو نکل آئے
اہل حرم بھی آئیں اور لڑکیاں یہ اشعار گاتی ہوئی نکلیں: "وداعہ کی
گھاٹیوں سے ہم پر چاند طلوع ہوا" جب تک دنیا میں خدا کا پکارنے
والا کوئی باقی ہے ہم پر خدا کا شکر واجب ہے۔"

معمول تھا کہ عید کے دن لڑکے لڑکیاں رسول اللہؐ کی خدمت
میں حاضر ہو کر باجے بجاتے تھے اور مسرت کے گیت گاتے تھے آخر
زمانہ میں جب اس کاروانہ جاتا رہا تو حضرت قیس بن سعدؓ نے فرمایا
کہ رسول اللہؐ کے زمانہ کی سب چیزیں نظر آتی ہیں بجز اس کے کہ میں عید
کے دن بچوں کو گاتے بجاتے نہیں دیکھتا۔

بریدہ کہتے ہیں کہ جناب رسالتؐ کسی جہاد سے واپس تشریف
لائے تو ایک عورت آپؐ کے پاس آکر کہنے لگی کہ میں نے منت مانی تھی
کہ خدا آپؐ کو صحیح و سلامت واپس لائے گا تو میں آپؐ کے آگے منہ بجاؤنگی
اور گیت گاؤنگی حضورؐ نے فرمایا کہ واقعی تیرے منت مانی ہے تو بجالے
چنانچہ اس عورت نے دف بجانا شروع کر دیا۔

سعد کے بیٹے عامر کہتے ہیں کہ میں کعبہ کے بیٹے قرظہ اور ابو سہل
انصاری کے پاس ایک وہیمہ کی تقریب میں گیا دیکھا کہ چند لڑکیاں گاہی
ہیں مجھے تعجب ہوا اور میں نے کہا "اے رسول خداؐ کے یارو اور معرکہ بدر
میں شریک ہو بیٹا! تمہارے پاس گانا گایا جاتا ہے اور تم بیٹے سن

رہے ہوان دونوں نے جواب دیا کہ اگر تم چاہو بیٹھ جاؤ اور جس طرح ہم
سن رہے ہیں تم بھی سنو اور چاہو تو چلے جاؤ کیونکہ ولیمہ کی تقریب میں
ہو کی اجازت دی گئی ہے۔

مسودہ کی بیٹی اور عفرات کی پوتی رجبہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ تشریف
لائے اور میرے پاس اس وقت آئے جب کہ میں اپنے شوہر کے گھر حفت
کی گئی تو حضور میرے بچھونے پر اس طرح آ بیٹھے جیسے تم پیٹھے ہو درخت کا
خطاب اس شخص کی طرف ہے جو ان سے حدیث روایت کرتا ہے (میں ہماری
لڑکیاں دفن بجا کر میرے باپ اور ان چچاؤں کے اوصاف گلے لگیں
جو معرکہ بدر میں شہید ہوئے تھے دفعۃً ان میں سے ایک لڑکی گلے لگی اور
ہم میں ایسا بنی سے جو کل ہونے والی بات سے واقف ہے "یہ سن کر پیغمبر
صاحب نے فرمایا کہ اس بات کو چھوڑ دے اور جو پہلے کہہ رہی تھی وہی
کہہ جا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک انصاری لڑکی کی پرورش کی تھی اس کی
شادی ہونے لگی تو اس تقریب کو سادگی کے ساتھ انجام فرمانے لگیں
رسول اللہ باہر سے تشریف لائے تو استفسار فرمایا "عائشہ! کیت اور
راگ تو ہے نہیں؟"

ایک مرتبہ حضور ایک لونڈی کو لئے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس
تشریف لائے اور پوچھا تم اس کو پہچانتی ہو عرض کیا نہیں فرمایا کہ فلاں
شخص کی لونڈی ہے تم اس کا گانا سننا چاہتی ہو اکھڑوں نے اپنی مرضی ظاہر

ظاہر کی تو وہ تھوڑی دیر تک گاتی رہی۔

ایک بار عید کی خوشی میں حبشی لوگ نیزے ہلا ہلا کر پہوانی کے کرتب دکھا رہے تھے حضرت عائشہؓ نے یہ تماشا دیکھنا چاہا تو آنحضرتؐ آگے کھڑے ہو گئے اور وہ پیچھے اور جب تک حضرت عائشہؓ خود متحک کر نہ پہنٹ گئیں آپؐ برابر کھڑے رہے۔

ایک غزوہ میں حضرت عائشہؓ رسول اللہؐ کے ساتھ شہر یک سفر تھیں حضورؐ نے سب صحابہ کو آگے بڑھ جانے کا حکم دیا حضرت عائشہؓ سے فرمایا "اؤ وڑیں دیکھیں کون آگے نکل جاتا ہے حضرت عائشہؓ دہلی پتلی تھیں آگے نکل گئیں کئی سال کے بعد اسی قسم کا پھر موقعہ پیش آیا اب حضرت عائشہؓ بھاری بھر کم ہو گئی تھیں چنانچہ اس مرتبہ حضورؐ آگے نکل گئے اور فرمایا "عائشہؓ یہ اُس کا جواب ہے"

ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں جناب نبی کریمؐ کے پاس گڑلوں سے کھیلا کرتی تھی اور میری کئی ہم جو لیاں بھی تھیں جو میرے ساتھ کھیلا کرتی تھیں جب پیغمبر صاحب تشریف لاتے تو سہیلیاں چلی جالی تھیں مگر پیغمبر صاحب انھیں میرے پاس بیکھرتے تھے اور وہ میرے ساتھ کھیلنے لگتی تھیں۔

ابتداءً اسلام میں کل قبیلہ قریش میں صرف سترہ آدمی لکھ چڑھ سکتے تھے جن میں ایک خاتون لڑکیوں کی تعلیم شہار بننت عبد اللہؓ و یہ تھیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر مسلمان داور
دوسری روایت میں ہے کہ ہر مسلمان مرد و عورت پر طلب علم فرض ہے۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ جو شخص تین لڑکیوں
یا تین بہنوں کے خرچے پات اور ان کی ضروریات کا کفیل ہوگا پھر انھیں ادب
اعلم اوسے گا ان پر مہربانی کرے گا یہاں تک کہ خدا انھیں بے نیاز کر دے تو
خدا تعالیٰ اس کے لئے جنت واجب کر دے گا ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ
اور دو لڑکیوں یا دو بہنوں کے لئے ایسا کرنے والا فرمایا اس کا بھی یہی حکم ہے
حتیٰ کہ اگر لوگ ایک لڑکی یا ایک بہن کا حال دریافت کرتے تو آپؐ ضرور فرماتے کہ
ایک کے ساتھ سلوک کرنے والے کا بھی یہی حال ہے۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس کے ہاں بیٹی ہو اور اس نے
نہ تو اسے زندہ درگور کیا نہ ولت کی حالت میں رکھا نہ اولاد کو رکھ کر اس پر ترجیح
دی تو خدا تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔

سمرہ کے بیٹے جابرؓ کہتے ہیں کہ پیغمبر خداؐ نے فرمایا کہ آدمی کو اپنی اولاد
کو ادب (علم) دینا ایک صلہ خیرات کرنے سے بہتر ہے۔

الیوب ابن موسیٰ اپنے باپ اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں
کہ جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ کسی کے والدین نے اپنی اولاد کو نیک ادب (علم)
سے افضل کوئی عطیہ عطا نہیں کیا۔

حضرت عروہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی ایک کو بھی معافی قرآن
اور احکام حلال و حرام اور اشعار عرب اور علم الانساب میں عائشہؓ سے سیکھا

نہیں پایا ان کی یہ خصوصیت تھی کہ جب کوئی نہایت مشکل اور پیچیدہ مسئلہ
صحابہ میں اُٹھتا تو وہ صدیقہ رضی کی طرف رجوع کرتے تھے اور ان کے پاس
اس کے متعلق ضرور علم پایا جاتا تھا۔

جس شخص کے پاس کوئی لونڈی ہو اور وہ اس کو خوب تعلیم دے اور
تہذیب و شائستگی سکھائے پھر اس کو آزاد کر کے اُس سے شادی کرے اس
کے لئے دوسرا اجر ہے۔

عربی و لباس و عسرت
اللہ تبارک و تعالیٰ نے لباس اتارا جو
انسان کی ستر پوشی کرتا ہے اور باعث

نہایت ہوتا ہے اس حکم کی تائید میں احادیث و روایات قابل ذکر ہیں۔
حدیث میں آیا ہے کہ حضرت مسور بن محترمہؓ ایک پتھر اٹھائے ہوئے
آ رہے تھے راستہ میں تہ بند کھل کر گر پڑا اور وہ اُسی حال میں پتھر اٹھائے چلے
آئے آنحضرتؐ نے دیکھا تو فرمایا ”جاؤ پہلے اپنا جسم ڈھانکو اور شکے نہ پھرا کرو“
ایک مرتبہ آنحضرتؐ زکوٰۃ کے اونٹوں کی چراگاہ میں تشریف لے گئے
تو دیکھا کہ ان کا چراوا جنگل میں تنگا لٹا ہے آپؐ نے اُسی وقت اُسے معزول کر دیا
اور فرمایا ”جو شخص بے شرم ہو وہ ہمارے کسی کام کا نہیں“

دامن کا اتنا بڑا رکھنا کہ زمین پر گھسٹتا چلے ایک عرب یہی فخر و تکبر کی
علامت سمجھتی تھی آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو شخص غرور سے اپنا دامن گھسٹتا
کر چلے گا اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا حضرت عائشہؓ
نے عرض کی ”عورتوں کے متعلق کیا حکم ہے“ فرمایا ایک بالشت نیچے تنکا لیں۔“

”بولیں کہ اتنے میں پنڈ لیاں کھلی رہیں گی فرمایا تو ”ایک بات“

زمانہ جاہلیت میں عرب عورتیں جو دوپٹہ اوڑھتی تھیں اُس سے سینہ وغیرہ کھلا رہتا تھا یہودیوں کی چھتر بھاڑ اور تکلیف دہی کی بنا پر جب یہ حکم صادر ہوا کہ عورتیں اپنا کھوڑی چادر نیچے لٹکا لیا کریں تاکہ پہچان ہو جائے اور ستائی نہ جائیں تو اس کا یہ اثر ہوا کہ عورتوں نے اپنے ہتھ بند بھاڑ بھاڑ کر دوپٹے بنا سکے اور اپنے آپ کو سیاہ چادروں سے اس طرح ڈھانپ لیا کہ بقول حضرت عائشہؓ ان کے سر کوؤں کے آشیانے بن گئے۔

حضرت سعد بن عبادہؓ بیمار ہوئے تو رسول اللہؐ نے فرمایا تم میں کون ان کی عیادت کرتا ہے باوجودیکہ عزبت و افلاس سے صحابہ کرامؓ کے پاؤں میں جوتے نہ تھے موزے نہ تھے سر پر ٹوپی نہ تھی بدن پر کپڑا نہ تھا بایں چہ و س پندرہ بزرگ پتھر ملی زمین پر شنگے پاؤں اور کھلے سر لگے اور ان کی عیادت کی۔

ایک صحابی نے ایک عورت سے شادی کرنی چاہی تو رسول اللہؐ نے فرمایا کچھ فہر کے لئے بھی سے بوسے صرف یہ ہتھ بند ہے آپ نے فرمایا ”اگر تم نے یہ ہتھ بند اس کو دیدیا تو پھر تمہارا پردہ پوشی کیونکر ہوگی کچھ اور تلاش کرو واپس آئے تو کچھ نہیں ملا فرمایا کچھ نہیں تو لاسہ کی ایک انگلی بھی ہی کہیں سے لاؤ بوسے وہ بھی نہیں ملتی۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ غزوہ احد میں شہید ہوئے تو کفن تک مسیر نہ تھا بدن پر صرف ایک بندہ تھا اسی کا کفن بنایا گیا لیکن وہ اس قدر مختصر تھا

کہ سر ڈھکتے تھے تو پاؤں کھل جاتے تھے اور پاؤں چھپاتے تھے تو سر پر کچھ نہیں رہتا تھا بالآخر آپ نے فرمایا کہ کپڑے سے سر کو اور پاؤں کو گھاس سے چھپا دو لیکن اور شہداء احد کو یہ بھی نصیب نہ تھا اس لئے ایک چادر میں مقد و صحابہ دفن کئے گئے۔

ابو بکرؓ اسلام میں صحابہ کرامؓ کو کپڑوں کی نہایت تکلیف تھی حضرت عتبہؓ ابن غزوہؓ ان کا بیان ہے کہ میں ساتواں مسلمان ہوں اُس وقت یہ حالت تھی کہ میں نے ایک چادر پائی تو اس کو تقسیم کر کے آدمی خود لی اور آدمی سیدہ کو دی۔

اکثر صحابہ کے پاس ایک تہہ بند ہوتا تھا جس کو گلے سے باندھ لیتے تھے کہ تہہ بند اور کر تا دونوں کا کام دے۔

ایک صحابی نے رسول اللہؐ سے دریافت کیا کہ ایک کپڑے میں نماز جائز ہے یا نہیں؟ ارشاد ہوا کہ کیا تم میں ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں؟ عورتوں کو زیادہ ستر پوشی کی ضرورت ہوتی ہے لیکن حضرت فاطمہؓ کی چادر اتنی چھوٹی تھی کہ ایک بار ادب و حیا سے کل جسم کو چھپانا چاہا تو ناکام رہا ہوئی آپؐ نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا کوئی ہرج نہیں یہاں تو صرف تمہارا باپ اور تمہارا غلام ہے۔

بعض عورتوں کو چادر بھی میسر نہیں ہوتی تھی رسول اللہؐ نے عورتوں کو عید گاہ میں جانے کی اجازت دی تو ایک صحابیہ نے کہا کہ اگر کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ ارشاد ہوا کہ اس کو دوسری عورت چادر

اور ڈھالے۔

اسی زمانہ میں دو لہن کو معمولی جوڑا بھی میسر نہیں ہوتا تھا حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ میرے پاس گارٹھے کی ایک کرتی تھی شادی بیاہ میں جب کوئی عورت سنواری جاتی تھی تو وہ مجھ سے اس کو مستعار منگوا لیتی تھی ابتدائے اسلام میں صحابہ کرامؓ کے گھروں میں میاں بی بی دونوں کے لئے ایک پھوننا ہوتا تھا اور وہ بھی کھجور کے پتوں سے بنایا جاتا تھا ایک صحابی کے گھر میں صرف ایک ٹاٹ اور ایک پیالہ تھا پیالہ سے پانی پیتے تھے اور ٹاٹ آدھا اور ڈھتے تھے اور آدھا بچھاتے تھے۔

صحابیات خانہ داری کے کاموں کو خود اپنے ہاتھ سے انجام دیتی تھیں اور اس میں سخت سے سخت تکلیفیں برداشت کرتی تھیں۔

حضرت فاطمہؓ زہراؓ رسول اللہؐ کی محبوب ترین صاحبزادی تھیں لیکن چکی پیستے پیستے ہاتھ میں جھالے پڑ گئے تھے مشکیزوں میں پانی لاتے لاتے سینہ داغدار ہو گیا تھا جھاڑو دیتے دیتے کپڑے چکیٹ ہو گئے تھے۔ حضرت اسماءؓ حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی تھیں ان کی شادی حضرت زبیرؓ سے ہوئی تھی وہ اس قدر مفلس تھے کہ ایک گھوڑے کے سوا گھر میں کچھ نہ تھا حضرت اسماءؓ خود باغوں میں جا جا کر گھوڑے کے لئے گھاس لاتی تھیں۔

رسول اللہؐ نے حضرت زبیرؓ کو ایک قطعہ زمین بطور جاگیر دیا تھا جو مدینہ سے تین فرسخ دور تھا حضرت اسماءؓ روز و رات جاتی تھیں اور

کھجور کی گٹھلیاں اپنے سر پہ لائیں اور ان کو کوٹ کر پانی کھینچنے والی اونٹنی کو کہلاتی ہیں خود پانی لائیں متک پھٹ جاتی تو سیتیں آٹا گوندھتی روٹی پکاتی بعض صحابیات کپڑے بنتی تھیں حضرت سودهؓ طائف کا ادیم بناتی تھیں اور اس کی وجہ سے ان کی حالت تمام ازواج مطہرات سے بہتر تھی۔
عام لباس رسول اللہؐ کا چادر قمیص اور تہ بند تھا پا جامہ کبھی استعمال نہیں فرمایا اونچی ٹوپی کبھی استعمال نہیں فرمائی۔

وہ ان کو سچا نا سنت قدیم ہے اور بہت احادیث سے ثابت ہے بلکہ کنواری لڑکیوں کو زیور و لباس سے آراستہ رکھنا کہ ان کی منگیاں اٹھیں یہ بھی سنت ہے۔

قرآن مجید میں لباس ستر پوشی کے لئے لازمی قرار دیا گیا ہے چنانچہ اسی کے مطابق احادیث نبوی ہیں کہ ”ملعون ہے وہ جو اپنے بھائی کے بستر پر نظر ڈالے“ و ”خیر دار کبھی برہنہ نہ رہو سوائے قضائے حاجت اور ہمارے“ و ”کوئی مرد کسی مرد کو اور کوئی عورت کسی عورت کو برہنہ نہ دیکھے“ و ”جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جائے تو بھی ستر کا لحاظ رکھے بالکل گدھوں کی طرح تنگ نہ ہو جائیں“ حضورؐ نے فرمایا ”میں آسمان سے پھینکا جاؤں اور میرے دو ٹکڑے ہو جائیں یہ بہتر ہے بجلے اس کے کہ میں کسی کے ستر کو دیکھوں یا کوئی میرا ستر دیکھے“ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو کبھی برہنہ نہیں دیکھا۔

مسجد نبویؐ تعمیر ہو چکی تو مسجد سے متصل ہی رسول اللہؐ نے ازواج مطہرات

کے لئے مکان بنوائے اس وقت تک حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہؓ
 اسلئے بھری عقد نکاح میں آچکی تھیں اس لئے دو ہی حجرے تھے جب اور ازواج
 آتی گئیں تو اور مکانات بنتے گئے یہ مکانات کچی اینٹوں کے تھے ان میں سے
 پانچ کھجور کی ٹیٹوں سے بنے تھے جو حجرے اینٹوں کے تھے ان کے اندرونی
 حجرے بھی ٹیٹوں کے تھے ترتیب یہ تھی کہ حضرت ام سلمہؓ ام حبیبہؓ
 زینبؓ جو یہ یہ مہمونہؓ زینب بنت جحشؓ کے مکانات شمالی جانب تھے
 اور حضرت عائشہؓ صفیہؓ سودہؓ کے مقابل یہ مکانات مسجد سے اس قدر
 متصل تھے کہ جب آپؐ مسجد میں اعتکاف میں ہوتے تو مسجد سے سر نکال دیتی
 اور ازواج مطہرات گھر میں بیٹھے بیٹھے آپؐ کے بال وضو دیتی تھیں یہ مکانات
 چھ سات سات ہاتھ چوڑے اور دس دس ہاتھ لمبے تھے چھت اتنی
 اونچی تھی کہ آدمی کھڑے ہو کر چھت کو چھو لیتا تھا دروازوں پر کبل کا پر
 پڑا رہتا تھا رات کو چراغ نہیں جلتے تھے۔

حضرت علیؓ نے جب درخواست کی تو رسول اللہؐ نے فاطمہؓ کی مرضی
 دریافت کی وہ چپ رہیں یہ ایک طرح کا اظہار رضا تھا صرف پانچ دہم
 (ایک روپیہ چار آنہ) کی زرہ کے سوا اور جو کچھ حضرت علیؓ کا سرمایہ تھا
 وہ ایک بھٹی کی کھال اور ایک بوسیدہ مینہ چادر تھی حضرت علیؓ نے یہ سب
 سرمایہ فاطمہؓ زہراؓ کی نذر کیا حضرت علیؓ اب تک آنحضرتؐ ہی کے پاس رہتے
 تھے شادی کے بعد ضرورت ہوئی کہ الگ گھریں چارہ بن لگانے اپنا
 مکان خالی کر دیا حضرت فاطمہؓ اس میں اٹھ گئیں چھریں بان کی چار پانی چھڑ

کاگدا جس میں کھجور کے پتے تھے ایک چھانگل، ایک مشک، دو چکیاں اور دو مٹی کے گھڑے تھے۔

حضرت عبدالمطلب بن ربیعہؓ اور حضرت فضل بن عباسؓ خاندانِ نبوت سے تھے لیکن نکاح کا کوئی سامان نہ تھا۔

حضرت سلمہ بن صححرؓ کو ایک بار کھارہ دینے کی ضرورت پیش آئی رسول اللہؐ نے ایک غلام آزاد کرنے کا حکم دیا بولے میں تو صرف اپنی ذات کا مالک ہوں پھر آپؐ نے ساٹھ مسکینوں کو صدقہ دینے کو کہا بولے راتِ فاقہ مستی کے ساتھ بسر کی ہے گھر میں ایک دانہ بھی نہیں۔

اسی طرح ایک اور صحابی کو صدقہ دینا پڑا ان کے پاس کچھ نہ تھا خود رسول اللہؐ نے کھجوریں عطا فرمائیں کہ جا کر فقرا کو دید و بولے کیا مجھ سے اور میرے اہل و عیال سے زیادہ بھی کوئی خیر ہے آپؐ نے فرمایا تو اس کو تمہیں لوگ کھا جاؤ۔

اصحابِ صفہ کے تمام فضائل و مناقب میں سب سے زیادہ نمایاں فضیلت ان کا فقر و فاقہ ہے ان کی یہ حالت تھی کہ جب رسول اللہؐ کے ساتھ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو صنعت سے گر پڑتے تھے بدو دیکھتے تو کہتے تھے یہ پاگل ہیں۔

حضرت عتبہ بن غزوہؓ کا بیان ہے کہ میں ساتواں مسلمان ہوں اسی وقت یہ حالت تھی کہ ہم لوگ درخت کے پتے کھا کھا کر گزارا کرتے تھے جس کا نتیجہ یہ تھا کہ ہمارے جاڑے پھٹ گئے تھے۔

تمام اہل مدینہ کی غذا کھجور اور جو تھی صحابہؓ کے گھروں میں چھلنی نہیں ہوتی تھی آٹا پیس کر سنہ سے پھونک دیتے تھے اڑنیکے بعد جو بیج رہتا تھا اس کو کھا لیتے تھے۔

صحابہ کرامؓ کے مکانات نہایت مختصر لیٹ اور کم حیثیت ہوتے تھے ان میں جائے ضرورت تک کا وجود نہ تھا دروازوں پر پردے نہ تھے راتوں کو گھروں میں چراغ تک نہیں جلائے جاتے تھے۔

ایک بار حضرت حمیفہؓ عرب کی ایک لطیف غذا کھا کر آئے اور رسول اللہؐ کے سامنے ڈکاری آپؐ نے فرمایا ”جن لوگوں کا پیٹ دنیا میں جس قدر زیادہ بھرے گا اسی قدر وہ قیامت کے دن بھوکے رہیں گے اس کے بعد انھوں نے کبھی پیٹ بھر کھا نا نہیں کھایا رات کو کھاتے تھے تو دن بھوکے رہتے تھے اور دن کو کھاتے تھے تو رات کو فاقہ کرتے تھے۔

ایک بار رسول اللہؐ معمول سے زیادہ فقر میں مبتلا ہو گئے حضرت علیؓ ایک یہودی کے باغ میں آئے اور سترہ ڈول پانی کے کھینچے ہر ڈول کا معاوضہ ایک کھجور قرار پایا تھا یہودی نے سترہ کھجوریں دیں ان کو لے کر خدمت مبارک میں حاضر ہوئے ایک اور صحابی اسی طرح دو صاع کھجور لائے اور آپؐ کی خدمت میں پیش کیں۔

بیہقی نے اس آؤ نہ بنت الی بکرؓ سے روایت کی ہے کہ سال فتح مکہ میں حضرت ابو بکرؓ کی ہمیشہ باہر نکلیں ادھر سے کچھ سوار آرہے تھے ان میں سے کسی نے آپؐ کی ہمیشہ کے گلے میں جو چاندی کا ہار تھا نکال لیا جب رسول اللہؐ

مسجد میں آکر تشریف فرما ہوئے تو حضرت ابو بکرؓ نے کھڑے ہو کر کہا کہ
 میں اللہ اور اس کے اسلام کا واسطہ دیکر اپنی بہن کا ہار مانگتا ہوں۔

حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کے انتقال کے بعد مشہور
 اردو اچھی آزادی صحابی حضرت عثمان بن مظعونؓ کی بیوی
 عاتکہ بنت حکیمؓ خدمت نبویؐ میں حاضر ہوئیں اور دوسرا نکاح کرنے کے
 واسطے عرض کیا چنانچہ رسول اللہؐ نے سہ نبوت میں ام المومنین حضرت
 سودہؓ کے ساتھ نکاح کر لیا۔

ایک مرتبہ حضرت محمد بن سلمہؓ نے ایک عورت سے نکاح کرنا چاہا
 اور ورختہ کی آڑ میں چھپ گئے کہ نکاح سے پہلے اس کو دیکھ لیں لوگوں
 نے ٹوکا کہ آپ رسول اللہؐ کے صحابی ہو کر ایسا کرتے ہیں بولے آپ ہی
 نے اس کی اجازت دی ہے۔

ایک بار مغیرہ بن نفیہؓ نے نکاح کرنا چاہا اور رسول اللہؐ سے
 مشورہ طلب کیا آپؐ نے فرمایا کہ پہلے عورت کو جا کر دیکھ لو
 حضرت فاطمہ بنت قیسؓ ایک صحابیہ تھیں ان سے ایک طرف تو
 حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ جو نہایت دولت مند صحابی تھے نکاح کرنا چاہتے
 دوسری طرف آپؐ نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کے متعلق ان سے گفتگو کی
 تھی جن کی فضیلت یہ تھی کہ آپؐ نے فرمایا تھا کہ ”جو مجھے دوست رکھتا
 ہے چاہیے کہ اسامہؓ کو بھی دوست رکھے“ لیکن حضرت فاطمہؓ بنت
 قیسؓ نے آپؐ کو اپنی قسمت کا مالک بنا دیا اور کہا کہ ”میرا معاملہ آپؐ کے

ساتھ میں ہے جس سے چاہتے نکاح کر دیجئے۔“

ایک دن آپ نے ایک انصاری سے فرمایا ”تم اپنی لڑکی میرے حوالہ کر دو“ وہ تو منتظر ہی تھے باغ باغ ہو گئے لیکن آپ نے فرمایا ”میں اپنے لئے نہیں بلکہ جلیب کے لئے یہ پیغام دیتا ہوں“ جلیب ایک ظریف الطبع صحابی تھے جو راستوں میں بھی ظرافت اور مذاق کی باتیں کیا کرتے تھے اس لئے صحابہؓ ان کو عموماً ناپسند کرتے تھے انھوں نے جلیب کا نام سنا تو بولے ”اس کی ماں سے مشورہ کر لوں“ ماں نے جلیب کا نام سنا تو انکار کیا لیکن لڑکی نے کہا ”رسول اللہ کی بات نامنظور نہیں کی جاسکتی مجھے آپ کے حوالہ کر دو خدا مجھے ضائع نہ کرے گا“

سہل بن سعد سے روایت ہے کہ ایک عورت حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا میں اپنے آپ کو آپ کے نکاح میں دینا چاہتی ہوں اس پر نبی کریمؐ نے نظر اٹھائی اور اس کو دیکھا

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں نبی کریمؐ کے پاس بیٹھا تھا ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے انصاری سے ایک عورت کے ساتھ نکاح کا ارادہ کیا ہے آنحضرتؐ نے دریافت فرمایا کیا تو نے اسے دیکھ لیا ہے اس نے کہا ”نہیں“ حضورؐ نے فرمایا ”جا اور اس کو دیکھ لے کیونکہ انصاری انھوں میں عموماً کچھ عیب ہوتا ہے“

جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ”جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے تو حتی الامکان

اُسے دیکھ لیتا چاہتا تھا کہ آیا اس میں کوئی ایسی چیز ہے جو اس کو اس عورت کے ساتھ نکاح کی طرف رغبت دلائے والی ہو۔

عہد بنوی میں ایک صحابی نے اپنی لڑکی کا نکاح اُس سے دریافت کئے بغیر کر دیا لڑکی نے بارگاہ بنوی میں استغاثہ کیا آپ نے باپ کو بلا کر چاہا کہ نکاح فسخ کر دیا جائے لڑکی نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اب نکاح قبول کئے لیتی ہوں میرا مقصد صرف یہ تھا کہ ہمارے بہنوں کے ذاتی حقوق کی توضیح ہو جائے۔

عام معاشرت
نبی غفارؐ اصحاب صفہ میں سے تھے اُن کا کہنا ہے کہ ایک دن رسول اللہؐ نے ہم لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ سب لوگ حضرت عائشہؓ کے گھر چلیں چنانچہ ہم سب جگڑے میں داخل ہوئے تو حضورؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ ہم سب کو کھانا کھلاؤ۔

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کے نکاح سے قبل رسول اللہؐ حضرت ابوبکرؓ کے مکان پر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ حضرت عائشہؓ رورہی تھیں حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ کی زوجہ ام رومانؓ سے کہا کہ تم نے میری بات کا خیال نہیں رکھا انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ لڑکی میری بات باپ سے لگا دیتی ہے۔

ایک مرتبہ رات کے وقت حضرت عائشہؓ کو یہ کہنے گھر میں تشریف لائیں سرور کائناتؐ نے دریافت فرمایا تو عرض کیا آپ کے اصحاب میں

سے ایک صاحب قرآن شریف پڑھ رہے ہیں میں نے ایسی قرأت نہیں
سنی تھی "آنحضرتؐ حضرت عائشہؓ کے ساتھ تشریف لے گئے اور بتایا
کہ یہ سالم مولیٰ ابی عذیفہؓ ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ میری امت
میں ایسے لوگ موجود ہیں۔"

نہرہ بن معیدؓ صحابی کو ان کی والدہ بچپن ہی میں آنحضرتؐ کی خدمت
میں لائیں اور حضورؐ سے عرض کیا کہ اس سے بیعت لیجئے حضورؐ نے فرمایا
ابھی بچہ ہے سر پہ ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔

سردار دو عالمؐ حضرت انسؓ کے گھر جب تشریف لاتے تھے تو ان
کی والدہ حضورؐ کے پسینہ کو سچوڑ کر ایک شیشی میں بھر لیتی تھیں یہ شیشی
حضرت انسؓ کے پاس محفوظ تھی۔

ایک دن آنحضرتؐ ام سلیمؓ کے گھر تشریف لے گئے گھر میں ایک
مشکیزہ لٹک رہا تھا آپؐ نے اس کا دھانہ اپنے منہ سے لگایا اور پانی پیا
حضرت ام سلیمؓ نے اس دھانہ کو کاٹ کر اپنے پاس بطور یادگار رکھ لیا۔
سرور کائناتؐ کبھی کبھی حضرت شفاء بنت عبد اللہؓ کے یہاں قیلولہ
فرمایا کرتے تھے انھوں نے حضورؐ کے لئے ایک خاص بستر اور ایک خاص
تہ بند بنوایا تھا جس کو پہن کر آپؐ آرام فرمایا کرتے تھے۔

حضرت میمونہؓ زوجہ محترمہ بنوی کے گھر میں ایک مرتبہ عبد اللہ بن
عباسؓ آنحضرتؐ کے دائیں جانب اور حضرت خالد بن ولیدؓ بائیں جانب
بیٹھے ہوئے تھے حضرت میمونہؓ وودھ کا چپالہ لائیں تو حضورؐ نے پی کر

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو بڑھا دیا اور فرمایا کہ حق تو تمہارا ہے بہ سبب سیدھی طرف بیٹھے ہونے کے لیکن اگر ایشیا کر دو تو خالدؓ کو دے سکتے ہو وہ بولے میں آپؓ کا جھوٹا کسی کو نہیں دے سکتا۔
ایک دفعہ آپؓ نے پانی یا دودھ پیا اور جو کچھ بچ گیا وہ ام ہانیؓ کو عنایت فرمایا وہ بولیں اگرچہ روزے سے ہوں لیکن آپؓ کا جھوٹا واپس کرنا پسند نہیں کرتی۔

حضرت ام شریکؓ نہایت دولت مند اور فیاض صحابیہ تھیں انہوں نے اپنے گھر کو جہان خانہ بنا دیا سقا رسول اللہؐ کے جو جہان باہر سے آتے تھے وہ اکثر انہیں کے یہاں ٹھہرتے تھے۔

رسول اللہؐ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور کہا کہ میرا شوہر میرے لڑکے کو لے لینا چاہتا ہے حالانکہ وہ مجھے فائدہ پہنچاتا ہے حضورؐ نے لڑکے کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا یہ تمہارے باپ ہیں اور یہ تمہاری ماں ہے جس کا چاہو ہر گز پکڑ لو لڑکے نے ماں کا ہاتھ پکڑ لیا ایک صحابی نے اپنی بی بی کو طلاق دی اور اس سے بچہ کو لے لینا چاہا وہ خدمت نبویؐ میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرا پیٹ اس کا طرف میری چھاتی اس کا مشکیزہ اور میری گود اس کا گھر وندا انتخاب اس کے باپ نے مجھ کو طلاق دیدی اور بچہ کو مجھ سے چھین لینا چاہتا ہے حضورؐ نے فرمایا جب تک نکاح نہ کر لو تم بچہ کی سب سے زیادہ مستحق ہو۔
حضرت عائشہؓ کی خدمت میں ایک عورت سبز و پیٹہ اور حد کر

آئی اور جسم کھول کر دکھایا کہ شوہر نے ایسا مارا ہے کہ نیل پڑ گئے آنحضرت
تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مسلمان عورتیں جو معیبت
برداشت کر رہی ہیں ہم نے ایسا نہیں دیکھا دیکھئے اس کا چہرہ اس کے
دوپٹے سے زیادہ سبز ہو گیا ہے۔

ایک موقع پر آنحضرت ایک صحابی کو دفن کر کے تشریف لائے
تھے دیکھا کہ راستہ میں حضرت فاطمہؓ جارہی تھیں دریافت فرمایا تو
عرض کیا اسی گھر میں عزاداری کے لئے گئی تھی۔

ایک سفر میں صحابہ نے آنحضرت سے پیاس کی شکایت کی
حضرت نے دو آدمی جستجو میں روانہ کئے ان کو ایک ناقہ سوار عورت
 ملی جس کے ساتھ پانی کی دو مشکیں تھیں ان دونوں بزرگوں نے اس
کو حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا آپؐ نے ایک برتن منگوایا اور اس میں
دونوں مشکوں میں سے تھوڑا پانی ڈال کر مشکوں کے دلہانے بند کر دیے
اور عام اعلان کے ذریعہ سب صحابہ آئے اور پانی پی کر سیراب ہوئے
لیکن مشکوں کے پانی میں کوئی کمی نہیں ہوئی عورت نے یہ معجزہ دیکھا تو اپنے
قبیلہ میں اگر بیان کیا کہ خدا کی قسم آسمان وزمین کے درمیان یہ شخص اعجاز
روزگار اور خدا کا سچا پیغمبر ہے۔

حضرت سائب بن زید کہتے ہیں کہ بیمار پڑا تو میری خالہ مجدہ کو
رسول اللہؐ کی خدمت میں لے گئیں حضورؐ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور
دعا کے برکت دی۔

ایک صحابیہ کا بچہ مر گیا وہ اس پر رو رہی تھیں آنحضرتؐ کا گذر ہوا تو فرمایا خدا سے ڈرو اور صبر کرو بولیں تمہیں میری مصیبت کی کیا پرواہ ہے حضورؐ چلے گئے تو لوگوں نے کہا کہ رسول اللہؐ تھے وہ دوڑی ہوئی آئیں اور عرض کی میں نے حضورؐ کو پہچانا نہیں تھا۔

ایک مرتبہ رسول اللہؐ کی خدمت میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ آئے اس وقت آپؐ گھر میں بیٹھے ہوئے تھے اور ران کھلی ہوئی تھی لیکن جب حضرت عثمانؓ آئے تو آپؐ نے اس کو ڈھانک لیا حضرت عائشہؓ نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ عثمانؓ شرمیلے آدمی ہیں اگر میں اسی حالت میں رہتا تو وہ اپنی حاجت پیش نہ کرتے۔

ایک سفر کے راستہ میں ایک عورت بچہ کو لیکر آنحضرتؐ کے سامنے آئی اور عرض کی یا رسول اللہؐ اس کو دن بھر میں کئی کئی دفعہ دورہ پڑتا ہے آپؐ نے بچہ کو کجاوہ کے سامنے رکھا اور تین بار فرمایا ”اے خدا کے دشمن نکل میں خدا کا رسولؐ ہوں“ پھر لڑکے کو عورت کو دیدیا سفر سے واپسی پر وہی عورت دو دنے لیکر حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہؐ میرا یہ بچہ قبول فرمائیے خدا کی قسم کچھ بچہ کے پاس وہ بلا نہیں آئی حضورؐ نے ایک دہنہ قبول فرمالیا اور دوسرا واپس کر دیا۔

حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرتؐ کی خدمت میں ایک عورت اپنا بچہ لیکر حاضر ہوئی اور عرض کی کہ یہ بولتا نہیں ہے حضورؐ نے پانی منگایا ہاتھ دھویا اور کھلی کی اور فرمایا کہ یہ پانی اس کو پلا دو اور کچھ پانی اس کے اوپر

چھڑک دو دوسرے سال وہ عورت آئی اور کہا لڑکا بالکل اچھا ہو گیا اور
بولنے لگا۔

رسول اللہ ایک دن ام حرامؓ کے گھر تشریف لے گئے انہوں نے
آپؐ کو کھانا کھلایا اس کے بعد آپؐ لیٹ گئے اسی حالت میں آپؐ کو نیند
آگئی پھر سنہتے ہوئے بیدار ہوئے تو ام حرامؓ نے ہنسی کی وجہ دریافت
کی حضورؐ نے فرمایا میری امت میں سے مجاہدین کا ایک گروہ میرے سامنے
پیش کیا گیا جو جہاد کے لئے دریا میں اس طرح سوار ہو کر چلے گئے جس طرح تخت
پر بادشاہ ام حرامؓ نے درخواست کی کہ خدا سے دعا فرمائیے کہ میں بھی انہیں
میں سے ہوں چنانچہ آنحضرتؐ نے دعا فرمائی امیر معاویہؓ کے زمانہ میں ان کو
بحری جنگ کی شرکت کا شرف حاصل ہوا اور دریا سے خشکی میں آئیں تو سواری
سے گر کر درجہ شہادت نصیب ہوا۔

ایک مرتبہ حضرت اسماءؓ رضی اللہ عنہا کی گٹھلیاں سر پر رکھے ہوئے آنحضرتؐ
کو راستہ میں ملیں آپؐ نے ان کو بلایا اور پیچھے اونٹ پر سوار ہونے کے لئے
کہا اُس وقت حضورؐ اونٹ پر سوار تھے اور چند صحابی آپؐ کے ہمراہ تھے
اسماءؓ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھے لوگوں کے سامنے یوں جانے میں شرم آئی اور
اپنے شوہر کا خیال آیا جن کی غیرت کی کوئی انتہا نہ تھی رسول اللہؐ سمجھ گئے کہ
مجھے شرم آئی ہے اور تشریف لے گئے۔

ان عساكر نے روایت کی ہے کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ کہتے ہیں کہ ایک
مرتبہ رسول اللہؐ نے ایک پیالہ گوشت کا دیکر حضرت عثمانؓ کے یہاں بھیجا

جب گھر میں گیا تو حضرت رقیہؓ بھی بیٹھی ہوئی تھیں میں کبھی حضرت رقیہؓ کے چہرے کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی حضرت عثمانؓ کی طرف تکتا تھا جب لوٹ کر آیا تو رسول اللہؐ نے فرمایا ”تم اندر گئے تھے“ میں نے کہا ہاں فرمایا ”تم نے کبھی ایسے خوبصورت میاں بی بی دیکھے ہیں“ میں نے عرض کیا ”نہیں“

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب پیغمبرؐ دن کو یا شایدرات کو بیت بنوت سے باہر نکلے اتفاقاً حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ دونوں سے آپؐ کی ملاقات ہوئی کہ یہ بھی اُسی وقت اپنے اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے تھے رسول اللہؐ نے فرمایا اس وقت تمہارے گھروں سے نکلنے کا سبب کیا ہے؟ عرض کیا ”بھوک“ فرمایا مجھے اُس مقدس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے مجھے بھی گھر سے اسی چیز نے نکالا ہے جس نے تم کو نکالا اچھا چلو چنانچہ دونوں صاحب آپ کے ساتھ چل نکلے پیغمبرؐ صاحب ایک انصاری کے مکان پر تشریف لے گئے مگر اتفاق سے وہ گھر میں نہیں تھے ان کی بی بی نے پیغمبرؐ صاحب کو دیکھ کر کہا اے آئے یہ مکان کسی غیر کا نہیں ہے آپ ہی کا ہے پیغمبرؐ صاحب نے انصاری کا نام لے کر پوچھا کہ تیرا شوہر کہاں ہے عورت نے جواب دیا کہ وہ بیمار ہے لئے میٹھا پانی لینے گیا ہے اسی اثنا میں انصاری آگئے اور اسٹوں سے کھجوریں اور بکری کا گوشت کھلایا۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ باشندگان مدینہ کی لونڈیوں میں سے کوئی

نزدی رسول اللہ کا ہاتھ پکڑ لیتی اور جہاں چاہتی آپ کو لے جا کر عرس
حال کرتی۔

وفد طارق بن عبد اللہ کے ساتھ ایک ہودج نشین (سردار قوم کی)
عورت بھی تھی وہ بولی کہ میں نے اس شخص (رسول اللہ) کا چہرہ دیکھا تھا
کہ چودھویں رات کے چاند کے روشن حصہ جیسا تھا اگر ایسا آدمی قیمت نہ
دے تو میں ادا کر دوں گی۔

ایک موقع پر رسول اللہ کی خدمت میں چند یہودی آئے اور بجلے
السلام علیک کے السلام علیک (تم کو موت آئے) کہا آنحضرت نے صرف
وعلیکم فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ضبط نہ ہو سکا بولیں علیکم السلام
واللعنة (تم پر موت اور لعنت) حضور نے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا چاہئے
اللہ تعالیٰ ہر بات میں نرمی پسند فرماتا ہے۔

جناب بنی کریم ۴ ایک دسترخوان بلکہ ایک ہی برتن میں حضرت عائشہ
کے ساتھ کھانا کھاتے تھے ایک موقع پر ایک ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ
حضرت عمرؓ گذرے ان کو بھی بلالیا اور تینوں صاحبوں نے ایک ساتھ کھایا۔
آنحضرتؐ کا ایک ایرانی پروسی تھا اس نے ایک مرتبہ آپ کی
دعوت کی حضور نے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا بھی ہونگی اس نے کہا ”نہیں“ ارشاد
فرمایا تو مجھ کو بھی منظور نہیں ایرانی دوبارہ آیا اور پھر یہی سوال و جواب
وہ واپس چلا گیا تیسری مرتبہ پھر آیا حضور نے پھر دریافت فرمایا کہ عائشہ
کی بھی دعوت ہے اس نے کہا ”ہاں“ تب آنحضرتؐ اور حضرت عائشہؓ دونوں

ایرانی کے ساتھ اس کے گھر گئے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مدینہ کے باہر کی آبادیوں سے لوگ گرد و غبار اور لہنیہ میں شرابور آیا کرتے تھے ایک مرتبہ ایک صاحب اسی طرح حضورؐ کے پاس آئے اور آپؐ میرے پاس بیٹھے تھے آپؐ نے فرمایا اگر اس دن (ایوم جمعہ) تم غسل کر لیا کرتے تو بہتر ہوتا۔

ایک مرتبہ رسول اللہؐ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی آپؐ نے اُسے حکم دیا کہ تو پھر آنا اُس نے عرض کی کہ اگر میں پھر آئی اور حضورؐ کو نہ پایا یعنی آپؐ کی وفات ہو گئی تب آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ پھر ابو بکرؓ کے پاس آنا۔

حضرت عائشہؓ نے باہر سے آئیں اور دروازہ کھٹکھٹاتی تھیں تو رسول اللہؐ نماز پڑھتے ہوئے عین اُسی حالت میں جا کر دروازہ کھول دیتے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر قربانی سے فارغ ہو کر آنحضرتؐ نے عمر بن عبد اللہؓ کو بلوایا اور سر کے بال منڈوائے فرط محبت سے کچھ بال خود اپنے دست مبارک سے ابو طلحہؓ رضی اللہ عنہ انصاری اور ابن کی بیوی ام سلمہؓ رضی اللہ عنہا اور بعض ان لوگوں کو جو قریب بیٹھے تھے عنایت فرمائے اور باقی ابو طلحہؓ نے اپنے ہاتھ سے تمام مسلمانوں میں ایک ایک دو دو کر کے تقسیم کر دیئے۔ سردارِ دو عالم جب راستے میں چلتے تو مرد و عورتیں بچے جو سامنے آتے ان کو سلام کرتے۔

ایک صحابی نے نکاح کیا سامانِ ولیمہ کے لئے گھر میں کچھ نہ تھا

رسول اللہ نے اُن سے فرمایا کہ عائشہؓ کے پاس جاؤ اور آٹے کی ٹوکری مانگ لاؤ وہ جا کر لے آئے حالانکہ کاشانہ نبوت میں اس کے سوا شام کے کھانے کو کچھ نہ تھا۔

ازواجِ مطہرات کے حق میں رسول اللہ نے فرمایا کہ ”حق تعالیٰ نے ضروریات کے لئے تمہارا گھر سے نکالنا جائز رکھا ہے“

ایک صحابہ اپنے کمپتوں میں چھندہ بویا کرتی تھیں جب جمعہ کا دن آتا تو ان کو پکاتی تھیں اور جمعہ کے بعد تمام صحابہ کو کھلاتی تھیں۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے خدمت نبوی میں حاضر ہونا چاہا آپؐ نے فرمایا ”آئے دو وہ اپنے خاندان میں بڑا ہے“ جب وہ آکر بیٹھا تو آپؐ نے اس سے نہایت توجہ اور لطف سے باتیں کیں حضرت عائشہؓ کو تعجب

ہوا جب وہ اٹھ کر چلا تو عرض کی ”یا رسول اللہ آپؐ تو اس کو اچھا نہیں جانتے تھے لیکن جب وہ آیا تو آپؐ نے اس لطف و محبت کے ساتھ گفتگو فرمائی“ ارشاد ہوا کہ ”عائشہؓ بدترین آدمی وہ ہے جس کی اخلاقی سے ڈر کر لوگ اس سے ملنا چھوڑ دیں۔“

حضرت زینبؓ سے جب نکاح ہوا اور دعوتِ ولیمہ کی تو کچھ لوگ کھا کر وہیں بیٹھے رہے اور حضرت زینبؓ بھی مجلس میں شریک تھیں آنحضرتؐ جانتے تھے کہ لوگ اُٹھ جائیں لیکن زبان سے کچھ نہیں فرماتے تھے لوگوں نے کچھ خیال نہیں کیا آپؐ اٹھ کر حضرت عائشہؓ کے حجرے تک گئے واپس آئے تو اسی طرح مجمع موجود تھا پھر واپس چلے گئے اور

دوبارہ تشریف لائے ۔

نجران کے نصاریٰ کو پیغمبر صاحب نے مسجد نبوی میں کھڑا کر خاطر داری کی اور وہ وہیں اپنے طور کی عبادت بھی کرتے تھے اُن کو پیغمبر صاحب نے بہت سمجھایا انہوں نے ایک نہ سنی اور مباہلہ کرنا چاہا تو آپ اپنی مہجراؤں جناب فاطمہ زہرا اور دونوں نواسوں اور اپنے چچا زاد بھائی و داماد حضرت علیؑ کو لے کر قسما قسمی کے لئے باہر تشریف لے گئے مگر نصاریٰ نجران بھاگ کھڑے ہوئے ۔

رسول اللہؐ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کے حسن کو دیکھ کر متاثر ہو تو اپنی بی بی کے پاس چلا جائے اس کے پاس بھی وہی ہے جو اُس کے پاس تھا ۔

گواہ کو گواہ پوچھتے یا گواہی دیتے وقت اور حاکم کو حکم کے وقت دیکھنا درست ہے

مرد اور عورت کو ایک حمام میں داخل ہونا درست ہے اگر بدوہ ہو اور ازار پہنے ہوں ۔

ایک نہایت صحیح حدیث یہ ہے کہ علی مرتضیٰؑ نے ایک روز ابن عبد الواحد سے فرمایا میں تجھ کو فاطمہ بنت رسول اللہ کی ایک سنانوں جو سارے کپڑے میں بنی صلعم کو بہت پیاری تھیں ابن الواحد نے کہا ”ہاں“ حضرت علیؑ نے کہا فاطمہؑ نے اتنی چکی پیسی کہ ہاتھوں میں نشان پڑ گئے پانی کے لئے مشک اٹھائی کہ گردن پر نشان پڑ گیا گھر میں جھاڑو دی

کہ سب کپڑے چمکٹ ہو گئے انھیں ایام میں رسول اللہ کے پاس کچھ
خدا م آئے میں نے فاطمہؓ سے کہا تم اپنے بابا جان کے پاس جاؤ اور ایک
خادم مانگو فاطمہؓ گئیں مگر وہاں بھوم تھا مل نہ سکیں اگلے روز بھوم معلوم
خود آئے اور وہ دریافت فرمایا کہ کیا ضرورت تھی فاطمہؓ چپ ہو گئیں
میں نے کہا کہ میں حضورؐ کو بتانا ہوں چکی پیستے پیستے ان کے ہاتھوں پر نشان
پڑ گئے اور مشک اٹھاتے اٹھاتے گردن پر میں نے دیکھا تھا کہ حضورؐ
کے پاس کچھ خادم آئے ہیں اور میں نے ہی ان سے کہا تھا کہ حضورؐ کے
پاس جائیں خادم مانگیں کہ اس تکلیف سے رہائی ہو رسول اللہؐ نے فرمایا
لے فاطمہؓ تقویٰ اختیار کرو و فراتھن الہی ادا کرو اپنے کینہ کے اعمال کو
اپنا دستور بناؤ اور جب بستر خواب پر لیٹو تب تسبیح بار سبحان اللہ اور
تسبیح بار الحمد للہ اور جو تسبیح بار اللہ اکبر پڑھو یہ پورا سو ہو گیا یہ
عمل تیرے لئے خادم سے بہتر ہے حضرت فاطمہؓ نے فرمایا میں خدا سے
اور رسول خدا سے اسی حال پر خوشنود ہوں حضرت علیؑ فرماتے ہیں
”وَلَمْ يَخْذُ مَعَهَا“ فاطمہؓ کو خادمہ نہ دی۔

حضرت عائشہؓ کی والدہ ام رومانؓ کو کنا بنہ تھیں من کا انتقال
رمضان سنہ ہجری میں ہوا رسول اللہؐ ان کی قبر میں خود اتارے تھے اور
یہ فرمایا تھا ”الہی تجھ سے پوشیدہ نہیں کہ ام رومانؓ نے تیرے لئے اور
تیرے رسولؐ کے لئے کیا کچھ برداشت کیا ہے“ نیز فرمایا کہ ”اگر کوئی شخص
عورتانِ جنت میں سے کسی عورت کا دیکھنا پسند کرتا ہو تو وہ ام رومانؓ کو

دیکھ لے

آنحضرتؐ نے سلسلہ ہجری میں حجتہ الوداع کے موقع پر راہ حرام کی
تاریخوں میں فرمایا: ”مسلمانو! ہر مسلمان کی جان و مال اور آب و اسی طرح
قابلِ حرمت ہے جس طرح اس محترم شہر میں اس احاطہ حرم کے اندر یہ
مقدس دن قابلِ حرمت ہے..... بدعورتوں کے بارے میں خدا سے
ڈرو کہ وہ تمہارے بس میں ہیں تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستر
کو کسی سے نہ روندوائیں جس کو تم ناپسند کرتے ہو اگر وہ ایسا کریں تو ان
کو اتنا مارو جو تکلیف دہ نہ ہو بدعورتوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے
کے بارے میں میری وصیت قبول کرو وہ تمہارے قبضہ میں ہیں تم کو
اس کے سوا ان پر کوئی اختیار نہیں مگر یہ کہ وہ کوئی کھلی بے حیائی کا
کام کریں تو اگر ایسا کریں تو ان کو زنا بگاہوں میں علیحدہ کر دو اور ان
کو اتنا ہی مارو جو تکلیف دہ نہ ہو تو اگر وہ تمہارا کہا مان لیں تو ان پر کوئی
راستہ نہ ڈھونڈو“

باب پنجم

بعد النبی

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حق رسی اور دریافت سائل کے لئے مستورات حاضر ہوتی رہیں اور نماز باجماعت میں شریک ہوتی تھیں۔ آپ کا زمانہ عین وصال نبوی کے بعد کا تھا۔ عورتوں کو وہی حقوق آزادی حاصل رہے جو ان کو رسول اللہ کے عہد میں حاصل تھے۔

ایک عورت کو جس کا نام زینب تھا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ بولی نہیں تھی آپ نے دریافت کیا تو لوگوں نے کہا کہ اس نے خاموشی کا حج مانا ہے آپ نے اس کو حکم فرمایا کہ خاموشی سے باز آ بات چیت کر کہ یہ جاہلیت کا فعل ہے اسلام میں ایسا کرنا جائز نہیں چنانچہ وہ بات چیت کرنے لگی۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو جب منصب خلافت قبول کرنا پڑا تو محلہ کی عورتوں نے جن کی بکریوں کا دودھ آپ کو دیا کرتے تھے کہا کہ اب وہ ہماری بکریاں کیوں دوسنے لگے لیکن آپ خلافت کے کام بھی انجام دیتے تھے اور محلہ والوں کی بکریاں بھی دوستے تھے۔

حضرت ابو بکرؓ نے ایک قیدیہ کی بوڑھی عورتوں سے مصافحہ بھی کیا تھا۔ آپ نے قیام مکہ کے زمانے میں ایک مسجد بنوائی تھی جس میں بلند آواز سے نماز پڑھا کرتے تھے جس کو سن کر محلہ کے نوجوان مرد اور عورتیں جمع ہو جاتی تھیں۔

حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ خلافت میں حضرت عائشہؓ کو منصب افتاء کو منصب افتاء کیا تھا حضرت عائشہؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں برابر فتوے صادر فرماتی رہیں اور یہ خلفائے راشدین حضرت عائشہؓ سے احادیث بھی دریافت فرمایا کرتے تھے۔

نماز کے فرض کی امامت خود خلیفہ کرتے تھے البتہ حضرت عمرؓ نے تراویح کی امامت کے لئے دو مستقل امام مقرر کر دیئے تھے جو لوگوں کو باجماعت تراویح پڑھاتے تھے عورتوں کی تراویح کے لئے جن صاحب کو امام مقرر فرمایا تھا ان کا نام سلیمان بن ابی حشمہ تھا۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے مردوں اور عورتوں کی مشترک جماعت قائم کی اور حضرت سلیمان بن ابی حشمہ کو دونوں کا امام مقرر فرمایا۔

حضرت عمرؓ کی بابت یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ جب آپ کو جماعت میں ذکر و اذان کے خلط ملط ہونے کا اندیشہ ہوا تو آپ نے مسجد میں عورتوں کے لئے ایک دروازہ مختص فرمادیا اور مردوں کو اس دروازے سے آنے جانے کی ممانعت فرمادی۔

حضرت عائشہؓ کا ایک غلام خزانہ مسمیٰ ذکوان تھا وہ امام ہوا

کرتا تھا سامنے قرآن رکھ کر پڑھتا تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہوتی تھیں یہ خاص اہتمام رمضان میں تراویح کا کیا کرتی تھیں۔

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے چاہا کہ مسجد میں ان کا جنازہ اُسے تاکہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی نماز جنازہ پڑھیں لوگوں نے اعتراض کیا تو فرمایا ”لوگ کس قدر جلد بات بھول جاتے ہیں آنحضرتؐ نے سہیل بن بیضا کے جنازے کی نماز مسجد ہی میں پڑھی تھی“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں دس شہید بھریا اتنا ہجوم تھا کہ لوگوں کا بیان ہے کہ اتنا مجمع کبھی نہیں دیکھا گیا بعض روایتوں میں ہے کہ عورتوں کا اثر و عام دیکھ کر روز عید کے ہجوم کا دھوکا ہوتا تھا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو بنو ہاشم نے الگ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے الگ انصار کی تمام آبادیوں میں اس کا اعلان کر دیا مرد اور عورتیں اس کثرت سے جمع ہوئیں کہ کوئی شخص تابوت کے پاس نہیں پہنچ سکتا تھا۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے صرف اتنے تعلق سے کہ رسول اللہؐ نے ان کی پرورش فرمائی تھی جب ان کے بیٹے کا بہ مرض طاعون بصرہ میں انتقال ہوا تو ایک عورت نے یکارا دراندہ بن ہندہ و ابن ربیع رسول اللہؐ یہ سن کر لوگوں نے اپنے مردوں کی تجہیز و تکفین چھوڑ دی اور ان کے جنازے میں شریک ہو گئے۔

ابوزرعہ سے روایت ہے کہ خلیفہ متوکل کے حکم سے اس رقبہ

آرامی کی پیمائش کی گئی جس پر مجمع ہو کر امام احمد بن حنبلؒ کی نماز جنازہ پڑھی گئی تھی اور پھر اس رقبہ سے تعداد نفوس کا اندازہ کیا گیا تو آٹھ لاکھ ساٹھ ہزار کی تعداد نکلی اس میں ساٹھ ہزار عورتیں تھیں آپ کی وفات ۲۴۱ ہجری میں بمقام بغداد شریف ہوئی تھی۔

امام احمد بن اسمعیل کو رانی رے سلطان مراد خاں والی روم کے عہد میں تھے آپ کی وفات بمقام قسطنطنیہ ۳۹۳ ہجری میں ہوئی سلطان یازید خاں نے امام موصوف کی وفات کے بعد پہلے ایک لاکھ اسی ہزار قرعہ آپ کا ادا کیا پھر نماز جنازہ کے لئے خود آیا اس نماز میں بھی کثرت سے زن و مرد شریک تھے۔

حضرت سیدہ فاطمہ زہراؓ کی وفات ۳۰ رمضان سالہ ہجری کو ہوئی اسکا بنت عمیس زوجہ ابو بکرؓ اور علی مرتضیٰؓ نے ان کو غسل دیا حضرت عباسؓ یا حضرت علیؓ نے نماز جنازہ پڑھائی یہ بھی روایت ہے کہ غسل میں سلمیٰ خادم رسولؐ و صفیہ بنت عبد المطلب بھی شامل تھیں۔

۳۲۰ ہجری میں جب حضرت عمرؓ امیر المومنین کی حیثیت سے حج تشریف لے گئے تو انداز مہرات کو بھی نہایت احترام کے ساتھ ہمراہ لے گئے حضرت عثمانؓ اور حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کو سواروں کے ساتھ کر دیا تھا یہ لوگ آگے پیچھے چلتے تھے اور کسی کو سواروں کے قریب نہیں آنے دیتے تھے ازواج مطہرات منسلک پر اتھرتی تھیں تو خود حضرت عمرؓ کے ساتھ قیام کرتی تھیں حضرت عثمانؓ اور حضرت

عبدالرحمن بن عوفؓ کسی کو قیام گاہ کے قریب آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت عمرؓ نے آخر حج اہل بیت المومنین کے ساتھ کیا تھا۔

حضرت عائشہؓ کا معمول تھا کہ ہر سال حج کو تشریف لے جاتی تھیں کہ حرا اور مرو کے درمیان آپ کا خیمہ نصب ہوتا تھا دور دراز ممالک کے لوگ گروہ در گروہ آکر آپ کے حلقہ درس میں شریک ہوتے اور مسائل پیش کرتے تھے بعض مسائل دریافت کرتے لوگ جہی کرتے تھے تو آپ ان کی تسکین فرماتی تھیں ایک صاحب پوچھتے ہوئے شرعاً تو آپ نے فرمایا ”جو تم اپنی ماں سے پوچھ سکتے تھے مجھ سے بھی پوچھ سکتے ہو“ یہ ہی واقعہ ایک دفعہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آیا ان کو بھی یہ ہی جواب دیا ”میں تمہاری ماں ہوں“

مصر سے جو مخالف مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کو سالانہ مواقع حج پر روانہ ہوا کرتے تھے ان کے جلو میں سوار بھی ہوتے تھے اور خلق کا ہجوم ہوتا تھا دونوں جانب گھنے درختوں سے پر پہاڑیوں پر عورتوں کی بھیڑ ہوتی تھی۔

ابن سعد نے اختلف بن قیس کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک روز ہم حضرت عمرؓ کے دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک عورت گزری لوگوں نے کہا یہ امیر المومنین کی لونڈی

عبدالرحمن بن عوفؓ

ہے آپ نے فرمایا باندی نہیں ہے نہ امیر المومنین کے لئے خدا کے مال میں سے باندی رکھنی حلال ہے۔

ایک موقع پر حضرت کعب بن سورؓ حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک عورت آئی اور کہا کہ میرے شوہر سے زیادہ افضل کون ہو سکتا ہے رات بھر نماز پڑھتا ہے اور دن کو روزے رکھتا ہے حضرت عمرؓ نے بھی اس کی تعریف کی وہ شرمناک چلی گئی لیکن حضرت کعبؓ نے کہا "امیر المومنین آپ نے عورت کا انصاف اس کے شوہر سے نہیں دلوایا وہ شکایت کرتی ہے کہ میرا شوہر مجھ سے راہ و رسم نہیں رکھتا" آپ نے فرمایا اب میں سمجھ گیا ان میں انصاف کرنا چاہئے کعبؓ نے کہا "امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے مرد کے لئے چار عورتیں تک حلال رکھی ہیں اس حساب سے چوتھا دن اور چوتھی رات عورت کے لئے مخصوص ہونی چاہئے حضرت عمرؓ نے کعبؓ کا فیصلہ بحال رکھا اور ان کو اسی وقت بھرہ کا قاضی مقرر کر کے بھیج دیا۔

حضرت عمرؓ گھروں پر جا کر وظائف خود تقسیم کر آتے تھے ہر شام کبھی کا بیان ہے کہ وہ بلاتہ میں رحبٹر لے لیتے تھے اور حضرت عمرؓ قبیہ خزامہ میں جا کر ہر باکرہ و شیبہ عورت کو اس کا وظیفہ خود اس کے بلاتہ میں دیتے تھے حضرت عثمانؓ نے بھی اس سنت کو قائم رکھا تھا۔

ابن جریرؒ سے روایت ہے کہ ایک رات حضرت عمرؓ گشت شب میں تھے ایک عورت کی آواز سُنی جو حید اشعار پڑھ رہی تھی آپ نے

فرمایا تجھے کیا ہو گیا اس نے کہا میرا شوہر عرصہ سے جنگ پر گیا ہوا ہے
 اس کے اشتیاق میں اشتعار پڑھ رہی ہوں آپ نے فرمایا بولنے برسے
 کام کا تو ارادہ نہیں کیا اُس نے کہا سعاد اللہ آپ نے صبح ہی سے قاصد
 بلائے کو روانہ کر دیا اور اپنی صاحبزادی حفصہؓ کے پاس تشریف لائے
 اور فرمایا کہ عورت کو اپنے شوہر کی کتنے دنوں تک ضرورت نہیں ہوتی
 حضرت حفصہؓ نے شرم سے سر نیچے کر لیا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حق
 بات میں شرم نہیں فرماتا حضرت حفصہؓ نے اشارہ سے بتایا کہ تین یا زیادہ
 سے زیادہ چار ماہ آپ نے حکم دیا کہ چار ماہ سے زیادہ میدان جنگ
 میں کوئی نہ روکا جائے۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے اپنی
 بیویوں کے طعنہ تنزی کی شکایت کی آپ نے فرمایا تم کیا شکایت کرتے
 ہو میں خود اس میں مبتلا ہوں حتیٰ کہ ضرورت سے باہر جاتا ہوں تو یہی
 مجھ سے کہا جاتا ہے کہ تم فلاں قبیلہ کی عورتوں کی دیدہ بازی کے لئے
 جاتے ہو عبد اللہ ابن مسعودؓ بھی بیٹھے تھے آپ نے کہا امیر المومنین
 حضرت ابراہیمؑ نے اپنے رب کے یہاں حضرت سارہؑ کی بد خلقی کی
 شکایت کی تو جواب ملا تھا کہ عورتیں بائیں پسلی سے پیدا کی گئی ہیں
 حتیٰ الامکان ان کو نہانا چاہئے تا وقتیکہ دین میں عزابی نہ دیکھی جائے
 حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ میں بازار کا انتظام ایک عورت کے
 سپرد کیا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے فتواءِ بنت عبد اللہ العدویہ کو بلا بھیجا وہ اس
 تو دیکھا کہ عاتکہ بنت اسید پیپے سے موجود ہیں کچھ دیر کے بعد حضرت عمرؓ نے دونوں
 کو ایک ایک چادر دی لیکن خنکار کی چادر کم درجہ کی تھی اس لئے انہوں نے کہا
 کہ میں عاتکہ سے زیادہ قدیم الاسلام اور آپ کی چچا زاد بہن ہوں آپ نے مجھے
 اسی غرض کے لئے بلایا تھا اور عاتکہ تو یونہی آگئی تھیں حضرت عمرؓ نے
 فرمایا یہ چادر تمہارے ہی دینے کے لئے رکھی تھی لیکن جب عاتکہ آگئیں تو مجھے
 رسول اللہ کی قرابت کا لحاظ کرنا پڑا۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے مدنیہ کی عورتوں میں چادریں تقسیم فرمائیں
 ایک عہدہ چادر رہ گئی تو کسی نے کہا کہ اپنی بی بی ام کلثومؓ کو دیدیجئے ام سلیطہؓ
 کی نسبت آپ نے فرمایا کہ وہ اس کی زیادہ مستحق ہیں کیونکہ غزوہ احد میں وہ مشک
 بھر بھر کے لاتی تھیں اور ہم سب کو پلاتی تھیں۔

ایک دفعہ مدنیہ منورہ میں ایک قافلہ آیا اور شہر کے باہر اترا اس مرتبہ
 حضرت عمرؓ اکیلے اس کی خبر گیری و نگہبانی کے لئے تشریف لے گئے پہرہ دے
 رہے تھے کہ ایک طرف سے رونے کی آواز آئی عمرؓ اس طرف متوجہ ہوئے
 تو دیکھا کہ ایک بچہ شیر خوار ایک عورت کی گود میں رہ رہا ہے آپ نے اس کو
 بہلانے اور چپ کرانے کی تاکید کی تھوڑی دیر کے بعد پھر رونے کی آواز
 آئی آپ نے پھر اس کو تاکید کی کہ کچھ عرصہ کے بعد پھر رونے کی آواز سن کر
 اس کے پاس گئے اور غصہ سے کہا کہ مد تو بڑی بے رحم ماں ہے اس کو کیوں
 چپ نہیں کراتی "عورت نے کہا تم مجھے کیوں بار بار دق کرتے ہو اصل وجہ

یہ ہے کہ بچہ بھوکا ہے اور میں اس کا دودھ چھڑانا چاہتی ہوں کیونکہ جب تک
بچے دودھ نہیں پھوڑتے عمر منان کا وظیفہ مقرر نہیں کرتا ہے عمر فاروق
یہ سن کر اٹھے اور صبح ہوتے ہی یہ حکم دیا کہ پیدا ہونے کے ساتھ ہی بچوں کا
وظیفہ مقرر کر دیا جائے۔

حضرت عمرؓ کے غلام اسلم کا بیان ہے کہ ایک روز عمر فاروقؓ
رات کے وقت مدینہ سے حرہ کی طرف گشت کرنے کو نکلے مقام ضرارہ میں پہنچ
کر دیکھا کہ آگ روشن ہے مجھے فرمایا آؤ جس طرف آگ روشن ہے اس طرف
چلیں جب ہم لوگ قریب گئے تو دیکھا کہ ایک عورت آگ پر لٹدی چڑہاٹے
بیٹھی ہے اور اس کے پاس دو تین بچے رو رہے ہیں عمر فاروقؓ نے کہا
السلام علیک یا اصحاب الصلوة عورت نے جواب دیا وعلیک السلام
پھر عمر فاروقؓ نے قریب جانے کی اجازت طلب کی اس نے اجازت دی
آپ قریب جا کر بیٹھ گئے حال دریافت کیا عورت نے کہا اندھیری رات ہے
اور سردی زور کی پڑ رہی ہے یہ لڑکے بھوک سے رو رہے ہیں میں نے ان
کی تسلی کو خالی لٹدی آگ پر چڑہا دی ہے روتے روتے یہ سو جائیں گے تب
کچھ انتظام کروں گی عمر فاروقؓ نے کہا کیا عمر منہ تمہاری خبر گیری نہیں کرتا ہے
نے کہا وہ ہمارا امیر تو ہو گیا ہے لیکن ہم سے غافل ہے عمر فاروقؓ نے یہ سن کر
اٹھے اور مدینہ میں پہنچ کر بیت المال کو کھول کر آٹا گوشت کھجوریں
وغیرہ نکالا اور اسلم سے کہا میری پیٹھ پر رکھ دے اسلم نے مکرر کہہ کر
کہا لائے میں پہنچاؤں فرمایا ہاں قیامت کے دن تو میرا بار نہ اٹھائے

غرض سب چیزیں آپ لا کر لائے اور عورت کے سامنے رکھ دیں تا آنکہ
کھانا تیار ہوا لڑکوں نے آسودہ ہو کر کھایا اور پھیلنے کو دینے لگے عورت نے
کہا اللہ تمہیں جزائے خیر دے تم امیر المومنین ہونے کے سزاوار ہو نہ کہ عمر
حضرت عمرؓ کو غریب عورتوں کے چوڑھوں میں آگ جلانے اور کھانا

پکانے میں بھی دریغ نہیں ہوتا تھا

حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ
حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کی زوجہ
محترمہ کے پاس آئے اور پوچھا کہ

حضرت عثمانؓ کو کس نے قتل کیا انہوں نے کہا دو آدمی اندر داخل ہوئے تھے جنہیں
میں نہیں پہچانتی ان کے ساتھ محمد بن ابوبکرؓ بھی تھے حضرت علیؓ نے محمد بن
ابوبکرؓ کو بلا کر دریافت کیا تو انہوں نے کہا واقعی یہ سچ کہتی ہیں میں اندر گھسا
تھا مگر جب انہوں نے میرے باپ کا ذکر کیا تو میں فوراً پیچھے ہٹ گیا اور
میں بارگاہ الہی میں توبہ کرتا ہوں واللہ میں نے ان کو قتل نہیں کیا حضرت
عثمانؓ کی حرم محترمہ نے فرمایا کہ یہ سچ کہتا ہے لیکن ان دو لوگوں کو اسی نے
داخل کیا۔

ابن سعدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے دوسرے روز
حضرات طلحہؓ و زبیرؓ حضرت عائشہؓ کو ہمراہ لے کر مکہ شریف ہوتے ہوئے
بصرہ پہنچے اور وہاں پہنچ کر حضرت عثمانؓ کے خون کا مطالبہ کیا۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ بعد ادا کے مناسک حج مدنیہ کو واپس
آ رہی تھیں راستہ میں مقام صرف پر عبید بن ابی سلمہ سے ملاقات ہو گئی

در بابت کیا مدینہ کا کیا حال ہے جو ابدا عثمانؓ شہید ہو گئے لوگوں نے حضرت علیؓ کی خلافت کی بیعت کر لی۔

اہل بیت المومنین جو حضرت عائشہؓ کے ہمراہ مکہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہونے والی تھیں بصرہ کا قصد سن کر ٹھہر گئیں ام المومنین حفصہؓ نے ہمراہی کا قصد کیا لیکن اپنے بھائی عبداللہ بن عمرؓ کے کہنے سے رک گئیں حضرت علیؓ نے عبداللہ بن عمرؓ سے ارشاد کیا کہ تم مجھے اس کا ممانہ دو کہ تم مدینہ سے میرے خلاف خروج نہ کرو گے ابن عمرؓ یہ کہہ کر کہہ کر واپس ایسا نہ ہو گا لوٹ آئے اس کے بعد ام کلثومؓ بنت حضرت علیؓ اور زوجہ عمر فاروقؓ رضی اللہ عنہا نے آکر اہل مدینہ کی خبریں جو کچھ سنی تھیں بیان کیں دوسرے دن یہ خبر ہوئی کہ ابن عمرؓ شام کو روانہ ہو گئے علی بن ابی طالبؓ نے یہ سنتے ہی ناکہ بندی کر لی ام کلثومؓ نے کہا "اے پدر بزرگوار ابن عمرؓ مکہ کو اداۓ عمرہ کے لئے جاتے ہیں نہ کہ آپ کی مخالفت کو وہ آپ کے مطیع ہیں حضرت علیؓ کو یقین ہو گیا اور اپنے خیال سے باز آئے۔

حضرت عثمانؓ کے واقعہ کے متعلق روانگی فوج کی سمت معین کرنے کے لئے حضرت عائشہؓ کی قیام گاہ پر مشاورت ہوئی مختصر مباحثہ کے بعد بصرہ کی جانب پیش قدمی مناسب منظور ہوئی حضرت عائشہؓ قافلہ کے ساتھ بصرہ کی طرف روانہ ہوئیں اہل بیت المومنین اور عام مسلمانوں نے دور تک مشابعت کی۔

حضرت عائشہؓ نے بصرہ کے قریب پہنچ کر چند اشخاص کو بنا بر اطلاع

بصرہ کو روانہ کیا شہر کے معززین کو خطوط لکھے بعض معززین کے گھر گئیں قبیلہ کا
ایک سردار آوارہ نہ تھا اس کو خود جا کر بچھایا حضرت علیؓ کی طرف سے عثمان
بن حنیف والی بصرہ نے عمرانؓ اور ابوالاسودؓ کو حضرت عائشہؓ کے پاس بھیجا
اور سبب آمد کا دریافت کر لیا حضرت عائشہؓ نے جواب میں یہ تقریر کی:۔۔۔
”خدا کی قسم میرے رتبے کے اشتخاص کسی بات کو چھپا کر گھر سے نہیں
نکل سکتے اور نہ کوئی ماں اصل حقیقت اپنے بیٹوں سے چھپا سکتی ہے (یہ واقعہ
۳۶ ہجری کا ہے اس وقت حضرت عائشہؓ کی عمر ۳۳ سال کی تھی) واقعہ یہ ہے
کہ آوارہ گردوں نے مدینہ منورہ پر جو حرم محترم تھا حملہ کیا وہاں فتنے برپا کئے
اور فتنہ پرانوں کو نپاہ دے رکھی ہے اس بنا پر وہ خدا اور رسولؐ کی
اعتنا کے مستحق ہیں علاوہ بریں انھوں نے بیگناہ خلیفہ اسلام کو قتل کیا
معلوم خون کو حلال جان کر بہا یا جس کا مال لینا ان کو جائز نہ تھا وہ کوٹا حرم
محترم نبویؐ کی بے حرمتی کی ماہ مقدس کی توہین کی لوگوں کی آبروریزی کی
مسلمانوں کی بیگناہ ماریبیٹ کی ان لوگوں کے گھروں میں اتر پڑے جو ان کے
رکھنے کے روادار نہ تھے نقصان وہ رسے نفع رساں نہیں نیک دل مسلمانوں
کو نہ ان سے بچنے کی طاقت ہے نہ ان سے محفوظ ہیں میں مسلمانوں کو لے کر
اس لئے نکلی ہوں کہ لوگوں کو بتاؤں کہ عام مسلمان جن کو میں پیچھے چھوڑ آئی
ہوں ان سے کیا نقصان پہنچ رہا ہے اور یہ کن کن جرائم کے مرتکب ہیں ہم
اصلاح کی دعوت لے کر کھڑے ہوئے ہیں جس کا خدا اور رسولؐ نے ہرگز سے
چھوڑے اور زن و مرد کو حکم دیا ہے یہ ہے ہمارا مقصد جس کی نیکی پر ہم تمہیں

آواز کر رہے ہیں اور جس کی بُرائی سے تمہیں روکنا چاہتے ہیں“

دوسرے موقع پر حضرت علامہؒ اور حضرت زبیرؓ نے تقریریں کیں جن سے مخالفت اور موافقت کا شور ہو گیا یہ دیکھ کر حضرت عائشہؓ نے پر جلال اور بلند آواز میں حمد و نعت کے بعد یہ تقریر کی:-

”لوگ عثمانؓ پر اعتراض کیا کرتے تھے اُن کے عہدہ داروں کی برائیاں بیان کرتے تھے مدنیہؓ اکرم سے صلاح و مشورہ پوچھتے تھے ہم ان کو صلوات و آشتی کی جو رائے دیتے تھے وہ اس کو سمجھتے تھے عثمانؓ کی نسبت ان کو جو شکایتیں تھیں اُن پر جب غور کرتے تھے تو ہم عثمانؓ کو بیگناہ پر ہیر گار راست گفتار اور ان شور و غل کرنے والوں کو گنہگارِ غدار اور دروغ گو پاتے تھے ان کے دل میں کچھ تھا اور زبان پر کچھ ان کی تعداد جب بڑھ گئی تو بے وقور اور بلا سبب عثمانؓ کے گھر میں گھس گئے اور جس کا خون بہانا جائز نہ تھا اس کو بھایا جس مال کا لینا درست نہ تھا اس کو لوٹا جس سرزمین کا احترام ان پر فرض تھا اُس کی بے حرمتی کی ہاں ہوشیار! وہ کام جو اب کرنا ہے اور جس کے خلاف کرنا ناسزاوار ہے وہ عثمانؓ کے قاتلوں کی گرفتاری اور کلامِ الہی کے احکام کا مضبوطی سے اجرا ہے۔ خدا نے فرمایا ہے ”کیا ان کو نہیں دیکھتے جن کو کتابِ الہی کا ایک حصہ دیا گیا کہ کتابِ الہی کی طرف ان کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ فیصلہ کرے پھر یہ حال ہے کہ ایک فرقہ معترضانہ اس سے منحرف ہو رہا ہے“

یہ سن کر لوگوں پر ایسا سا ناچھا گیا گویا منہ میں زبان ہی نہ تھی حضرت عائشہؓ

نے تقریر اس طرح جاری رکھی:

”متم پر میرا داری حق ہے اور مجھے نصیحت کی عزت حاصل ہے سوا
 اُس کے جو اپنے رب کا فرمانبردار بندہ نہیں ہے محکوم کوئی الزام نہیں دے
 سکتا آنحضرتؐ نے میرے سینے پر سر رکھے ہوئے وفات پائی میں آپ کی
 چہیتی بیویوں میں سے پہلی خدا نے محکوم دوسروں سے ہر طرح محفوظ
 رکھا اور میری ذات سے مومن و منافق میں تمیز ہوئی (واقعہ انکس) اور
 میرے ہی سبب سے تم پر خدا نے عیم کا حکم نازل فرمایا پھر میرا باپ دنیا میں
 بتیرا مسلمان ہے اور غار حرا میں دو کا دوسرا تھا اور پہلا شخص تھا
 جو صدیق کے لقب سے مخاطب ہوا آنحضرتؐ نے وفات پائی تو اُس
 سے خوش ہو کر اور اُس کو خلافت کا طوق پہنا کر اس کے بعد جب مذہب
 اسلام کی رسی پٹنے ڈٹنے لگی تو میرا ہی باپ تھا جس نے اُس کے دونوں
 سرے تھام لئے جس نے نفاق کی باگ روک دی جس نے ارتداد کا
 سرچشمہ خشک کر دیا جس نے یہودیوں کی آتش افروزی سرد کر دی تم لوگ
 اُس وقت آنکھیں بند کئے غور اور فتنہ کے منتظر تھے اور شور و غوغا
 پر گوش برآواز تھے اُس نے شکاف کو برابر کیا بیکار کو درست کیا گرتوں
 کو سنبھالا دونوں کی مدفون بیماریوں کو دور کیا جو بانی سے سیراب ہو چکے
 تھے انہیں دوبارہ تہاں تک پہنچا دیا جو بیا سے تھے ان کو گھاٹ پر
 لے آیا اور جو ایک بار پانی پی چکے تھے انہیں دوبارہ پلا یا جب وہ نفاق
 کا سر کھل چکا اور اہل شرک کے لئے آتش جنگ مشتعل کر چکا اور تہاں سے

سامان کی کٹھری کو دور ہی سے باندھ چکا تو خدا نے اسے اٹھایا اپنے بعد
ایک ایسے شخص کو اپنا جانشین بنا لیا جس کی طرف اگر جھکے تو محفوظ بن جاتا
گمراہی سے اس قدر دور جیسی دور مدینہ کی دونوں پہاڑیاں دشمنوں
کی گوشمالی اور جابلوں سے درگزر کرتا اسلام کی نصرت میں راتوں
کو جاگا کرتا اپنے پیش رو کے قدم بہ قدم چلا فتنہ و فساد کا شیرازہ دہم
برہم کر دیا قرآن میں جو کچھ تھا اس کی ایک ایک چول بٹھا دی۔ ہاں !
میں بدھت سوال بن گئی ہوں کہ کیوں فوج لیکر نکلی میرا مقصد اس سے
گناہ کی تلاش اور رفتہ کی جستجو نہیں ہے جس کو میں پامال کرتا چاہتی ہوں
جو کچھ کہہ رہی ہوں سچائی اور انصاف کے ساتھ اتمام حجت اور تنبیہ
کے لئے خدا کے پاک سے دعا ہے کہ وہ اپنے پیغمبر محمد پر درود نازل
کرے اور اس کا جانشین پیغمبروں کی جانشینی کے ساتھ تم پر مقرر کر دے۔“
نہ کو رہ بالا تقریریں نہ سچے خواتین کے کلام اور فطری جوہر طبیعت کا
اوائل زمانہ اسلام میں بھی نہایت پر مغز اور مشہور خطیب گذری ہیں
احمد بن ابی طاہر (المتوفی سنہ ہجری) نے بلاغت النساء کے نام سے
ایک کتاب لکھی ہے جس میں مخصوص خواتین کے خطبے اور تقریریں قلمبند
کی ہیں اسی میں حضرت عائشہؓ کی تقریریں بھی مذکور ہیں۔

اسلام سے قبل شاعری عورتوں میں بھی داخل تھی اور اسلام کے
بعد بھی صدیوں تک سینکڑوں عورتیں شعر و سخن میں وہ کمال رکھتی تھیں
کہ اب تک ان کا کلام عرب کی شاعری کا طرہ فخر و امتیاز ہے اسی طرح علم و

ادب فقہ فلسفہ و منطق وغیرہ میں نہایت باکمال اور صرف و نحو میں کامل گذری ہیں جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے ان میں بہت سی ایسی تھیں جو درس و تدریس میں ماہر تھیں اور ان سے لوگ علم حاصل کرتے تھے دور دراز سے لوگ ان معلمہ خواتین کی خدمت میں حاضر ہوتے اور علمی فوائد حاصل کرتے۔

خود حضرت عائشہؓ کے حجرے میں لڑکے عورتیں اور اکثر مرد مجلس میں بیٹھتے تھے اور لوگ حجرے کے سامنے مسجد نبوی میں بیٹھتے تھے اور سوالات کا جواب حاصل کرتے تھے۔

حدیث میں حضرت عائشہؓ کی مرویات کی ایک خاص حیثیت ہے یعنی ان سے اکثر وہ حدیثیں مروی ہیں جو عقائد یا فقہ کے اہم مسائل ہیں۔

حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں بیت المال کے خزانچی ابو رافعؓ (آنحضرتؐ کے خادم) تھے اُن کی صاحبزادی کو حضرت علیؓ نے دیکھا کہ ایک موٹی سپینے میں جو بیت المال کا تھا پوچھا کہاں سے آیا یقیناً اس لڑکی کا ہاتھ کا لوظ لگا ابو رافعؓ نے عرض کی امیر المومنین بخدا میں نے خود یہ بیٹی اس کو دیا ہے ورنہ یہ کہاں سے لاسکتی تھی۔

عمرہ بنت عبد الرحمن ایک خاتون تھیں ان کو حضرت عائشہؓ نے اپنے آغوش تربیت میں پالا تھا وہ بڑی محدثہ اور عالم تھیں تمام علماء کا اتفاق ہے کہ حضرت عائشہؓ کی مرویات کا ان سے بڑھ کر کوئی

عالم نہ تھا۔

ایک بار حضرت عائشہؓ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے ناراض ہو گئیں اور عہد کر لیا کہ اب ان سے بات چیت نہ کریں گی لیکن جب عبداللہ بن زبیرؓ نے معافی مانگی اور دوسرے صحابہ نے بھی سفارش کی تو یہ وکر فرمایا "إني نذرت والنذر شديد" میں نے نذر مان لیا ہے اور نذر کا معاملہ نہایت سخت ہے، بالآخر اصرار و سفارش سے معاف کر دیا اور کفارہ قسم میں چالیش غلام آزاد کئے۔

حضرت عبدالرحمن بن ابوبکرؓ کا مقام حبش میں انتقال ہوا اور لاش مکہ میں دفن ہوئی تو حضرت عائشہؓ ان کی قبر تک آئیں اور ایک شہر مرثیہ کے اشعار پڑھے

حضرت عائشہ بنت طلحہؓ نے حضرت عائشہؓ کے دامن تربیت میں پرورش پائی تھی ان کا بیان ہے کہ لوگنا دور دور سے ان کے پاس حاضر ہوتے تھے اور بوڑھے بوڑھے لوگ بھی آتے تھے جو ان لوگ بھائی چارہ کرتے تھے اور اطراف ملک سے بچے اور خطوط بھیجا کرتے تھے۔

ترمذی میں ہے کہ صحابہ کے سامنے جب کوئی مشکل سوال پیش آجاتا تو اس کو حضرت عائشہؓ ہی حل کرتی تھیں ان کے شاگردوں کا بیان ہے کہ ہم نے اُن سے نہ یادہ خوش تقریر نہیں دیکھا تفسیر حدیث اسرار شریعت خطابت اور ادب و انساب میں ان کو کمال تھا اور شعرا کے بڑے بڑے قصیدے زبانی یاد رکھتے۔

موسم حج میں حضرت عائشہؓ کا خیمہ لاکھوں مسلمانوں کا مرکز بن جاتا عورتیں چاروں طرف سے گھیر لیتی ہیں اور وہ امام کی صورت میں آگے آگے اور تمام عورتیں ان کے پیچھے پیچھے چلتی ہیں۔

ایک مرتبہ موسم حج میں مقام منا پر خیمہ زن تھیں لوگ ملاقات کو آ رہے تھے چند لڑکھان بنتے ہوئے آئے حضرت عائشہؓ نے ہنسنے کی وجہ دریافت کی عرض کیا ایک صاحب خیمہ کی رسی میں الجھ کر ایسے گرے کہ آنکھیں اور گردن پکے ہی گئی ہم لوگوں کو یہ دیکھ کر ہنسی آگئی حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہنسنا نہیں چاہیے کسی مسلمان کے کاٹھا چیمہ جائے یا اس سے بھی معمولی تکلیف ہو پچھے تو خدا اس کا درجہ بڑھاتا ہے اور اس کا گناہ معاف کرتا ہے۔

ایک بار امیر معاویہؓ مدینہ منورہ آئے تو حضرت عائشہؓ سے ملنے گئے حضرت عائشہؓ نے فرمایا ”تم اس طرح بے خطر نہا میرے گھر آگئے ممکن تھا کہ میں کسی کو چھپا کر کھڑا کر دیتی کہ جیسے ہی تم آتے وہ تمہارا سر اٹھا دیتا“ امیر معاویہؓ نے کہا ”یہ دارالامان ہے یہاں آپ ایسا نہیں کر سکتی تھیں“

مرض الموت میں حضرت ابن عباسؓ نے آکر صحیح معنوں میں حضرت عائشہؓ کی تعریف کی سن کر فرمایا ”کاش میں پیدائش ہوئی ہوتی“ حضرت عائشہؓ نہایت دلیر اور شجاع تھیں رات کو اٹھ کر تنہا قبرستان چلی جاتی تھیں۔

امیر معاویہؓ شام میں کسی مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے سامنے سے
آپ کے جاہ و حشم کا سامان کینٹریں اور گاڑیاں گزر رہی تھیں تو آپ نے سرسار
ہو کر کہا ”ہم تو دنیا میں لت پت ہو گئے“

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کا مرتبہ نہایت بلند مانا گیا ہے آپ
فرماتی تھیں کہ بطور واقعہ کہتی ہوں نہ بطور فخر کہ خدا نے مجھ کو کئی شرف
و امتیاز عنایت فرمائے خواب میں آنحضرتؐ کے سامنے فرشتے نے
میری صورت پیش کی جب میں سات برس کی تھی تو آپؐ نے مجھ سے نکاح
کیا جب میرا سن نو برس کا ہوا تو رخصتی ہوئی میرے سوا کوئی اور کنواری
بیوی آپؐ کی خدمت میں نہ تھی آپؐ جب میرے بستر پر ہوتے تب ہی دُعا
آتی میں آپؐ کی محبوب ترین بیوی تھی میری شان میں قرآن میں آیتیں
اتر رہی تھیں جبریلؑ کو آنکھوں سے دیکھا آپؐ نے میری ہی آغوش میں
سردھے ہوئے وفات پائی۔

ایک مرتبہ حضرت منکدر بن عبد اللہؓ حضرت عائشہؓ کی خدمت
میں حاضر ہوئے دریافت فرمایا کہ ”مہتابہ سے کوئی لڑکا ہے انھوں نے
کہا نہیں فرمایا اگر میرے پاس دس ہزار درہم ہوتے تو میں تم کو دے
دیتی حسن اتفاق سے شام ہی کو امیر معاویہؓ نے ان کے پاس روپیہ بھیج
بولیں کہیں قدر جلد میری آزمائش ہوئی فوراً آدمی بھیج کر ان کو بلوایا
اور دس ہزار درہم دیدیے۔

ایک بار شام کی عورتیں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں آئیں وہاں

حمام میں جا کر عورتیں برہنہ غسل کرتی تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا
 ”تم بھی وہ عورتیں ہو جو حماموں میں جاتی ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ
 جو عورت اپنے گھر سے باہر کپڑے اتارتی ہے وہ اپنے میں اور خدا میں
 پر وہ دری کرتی ہے۔“

رسول اللہؐ کی ازواج مطہرات اور خصوصاً حضرت عائشہؓ نے
 صرف عورتوں کی بلکہ مردوں کی تعلیم سیکھیں اور بڑے بڑے صحابہ و
 تابعین ان سے حدیث تفسیر اور فقہ کی تعلیم حاصل کرتے تھے

رسول اللہؐ نے شوہر کے سوا اور اہل
 صحابیات و دیگر خواتین کے ماتم کے لئے صرف تین دن مقرر

فرمائے تھے صحابیات نے اس کی سخت پابندی کی جب زینب بنت
 جحشؓ کے بھائی کا انتقال ہوا تو چوتھے دن عورتیں ملنے آئیں انھوں نے
 ان سب کے سامنے خوشبو لگائی اور کہا ضرورت نہ تھی لیکن میں نے
 آپؐ سے ممبر پر سنا ہے کہ کسی مسلمان عورت کو شوہر کے علاوہ تین دن
 سے زیادہ کسی کا ماتم کرنا جائز نہیں۔

حضرت ام حبیبہؓ کے والد کا انتقال ہوا تو انھوں نے بھی تین روزہ
 کے بعد خوشبو لگائی اور کہا ”مجھے اس کی ضرورت نہ تھی صرف تعمیل حکم
 منظور ہے۔“

حضرت ام الدرداءؓ صحابہ شام میں رہنے لگی تھیں چنانچہ
 ایک مرتبہ حضرت سلمان فارسیؓ یا پیادہ مداین سے ان سے ملنے کے

لئے تشریف لے گئے

ال حلفہ میں سے ایک صحابی بیمار ہوئے تو حضرت امام الدرداءؒ اونٹ پر سوار ہو کر آئیں اور اُن کی عیادت کی۔

ایک شخص کی بی بی بیمار تھیں وہ ام الدرداءؒ کے پاس آئے انہوں نے حال پوچھا تو کہا ”بیمار ہے“ انہوں نے ان کو بٹھا کر کھانا کھلایا اور جب تک اُن کی بی بی بیمار رہیں حال پوچھتی رہیں اور کھانا کھلاتی رہیں۔

حضرت ابوذر غفاریؓ نے باویہ نشینی اختیار کر لی تھی مرتے وقت بی بی نے رو کر کہا کہ میرے پاس تو آپ کے کفن کے لئے کپڑا بھی نہیں ہے بولے ”وومت رسول اللہؐ نے فرمایا ہے تم میں سے ایک آدمی جب گلی میں مرے گا اور مسلمانوں کا ایک گروہ اس کے جنازے میں شریک ہوگا تم راہ دیکھو اور انتظار کرو حسن اتفاق سے ایک قافلہ آگیا اُس نے اُن کی بی بی سے پوچھا کیا حال ہے بولیں ایک مسلمان مرد ہے اس کو کفن اور ثواب لو۔

ایک صحابی نے مسجد قبا تک پیادہ جانے کی نذر مانی تھی ابھی نذر پوری نہ کرنے پائی تھیں کہ انتقال ہو گیا حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فتویٰ دیا کہ ان کی صاحبزادی نذر پوری کریں۔

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنے ایک دوست سے ملے آئے وہ موجود نہ تھے ان کی بی بی سے پانی مانگا اس نے لونڈی کو

ہمایہ کے گھر بچھا کہ درود مانگ لائے لوٹ گئی تو بی بی نے اس پر لعنت بھیجی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ گھر سے نکل آئے اتنے میں دوست آگئے اور کہا ”آپ سے کیا حجاب تھا گھر میں اگر بیٹھے ہوتے“ بولے ”سب کچھ کر لیا لیکن آپ کی بی بی نے فوراً پیر لعنت بھیجی اور رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ ”اگر لعنت بے محل ہوتی ہے تو خود لعنت بھیجنے والی پر لوٹ آتی ہے اس لئے مجھے خوف پیدا ہوا کہ شاید لوٹ ہی معذوری ہو اور وہ لعنت آپ کی بی بی پر لوٹ آئے اور میں اس کا سبب ہوں اس خیال سے گھر سے باہر نکل آیا۔“

حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ ایک بوڑھی عورت سے پاؤں دبوایا کرتے تھے۔

سکھ بھری میں ابن زبیرؓ بہادری کے ساتھ لڑتے لڑتے شہید ہوئے تھے آپ حرم میں قلعہ بند تھے خلیفہ عبدالملک نے حجاج بن یوسف ثقفی کو مقابلہ کے لئے بھیجا تھا حجاج نے مکہ کا محاصرہ کر کے سنگ باری شروع کر دی تھی شہید ہونے کے بعد حجاج نے لاش سولی پر لٹکانی کئی دن کے بعد حضرت اسماءؓ کا ادھر سے گزر رہا انہوں نے فرمایا ”ابھی یہ شہوار ساری سے نہیں اترتا عبدالملک کو خبر ہوئی تو اس نے حجاج کو کھینک لاش واپس دلوائی۔“

یحییٰ غسانی کہتے ہیں کہ عبدالملک بن مروانؓ خلیفہ بنی امیہ حضرت ام الدرداءؓ صحابیہ کے پاس بیٹھا کرتا تھا ایک دن ام الدرداءؓ نے فرمایا کہ اے امیر المومنین میں نے سنا ہے کہ تم اب عبادت گزار ہونے کے بعد شراب پینے لگے ہو انہوں نے کہا ہاں میں شراب پینے کے ساتھ خوشگوار بھی

ہو گیا ہوں“

عبید بن ابی اسحاق الغسانی کہتے ہیں کہ جب عبد الملک بن مروان خلیفہ ہو گئے تو ام الدرداءؓ نے اُن سے کہا کہ میں نے جسے تجھے دیکھا تھا جب ہی سے سمجھتی تھی کہ تو بادشاہ ہو جائیگا انہوں نے پوچھا کیسے فرمایا کہ تجھ سے بہتر نہ میں نے کوئی بات کرنے والا دیکھا نہ بات سننے والا۔

ابو عمرؓ کہتے ہیں کہ خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے پاس اُسامہ بن زیدؓ کی صاحبزادی آئیں آپ نے تعظیماً اُن کا استقبال کیا اور اُن کو اپنے ساتھ بٹھلایا اور جو کچھ انہوں نے طلب کیا ان کو عطا کیا۔

صوفی کہتے ہیں کہ ایک عورت ہمدانی خلیفہ بنی عباس کے پاس آئی اور کہا کہ اے رسول کے رشتہ دار میری حاجت بھی پوری کر اسے دس ہزار درہم دیجئے۔

ابن عتبہؓ کہتے ہیں کہ ایک روز خلیفہ مامون علماء کے ساتھ دربار عام میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت نے آکر بیان کیا کہ میرے بھائی نے انتقال کیا اور مجھے سو دینار چھوڑے مجھے صرف ایک دینار دیا جاتا ہے۔

شعبہ ہجری میں ولید اول کے زمانہ میں ترکوں سے مسلمانوں کی جنگ ہوئی اس میں ترک بڑی جانبازی سے لڑے اور اسلامی فوج کو پیپاکر کے لشکر گاہ تک پہنچا دیا یہ دیکھ کر مسلمان عورتوں نے للکارا اور گھوڑوں کو مار مار کر میدان جنگ کی طرف واپس کیا پھر مسلمانوں نے سینھل کر حملہ کیا اور ترکوں کو ڈھکیل کر دریا کے پار پہنچا دیا۔

شام کے زمانہ میں المند کی موت کے بعد اس کے بھائی ارطیاش نے اپنے نابالغ بھتیجیوں کی جاگیر پر قبضہ کر لیا المند کی لڑکی سارہ دونوں بھائیوں کو لے کر شام گئی اور شام سے چچا کے ظلم کی فریاد کی شام نے اسی وقت حکم لکھ دیا کہ ان کی جاگیر ارطیاش کے قبضہ سے نکال کر تینوں میں ان کی میراث کے مطابق تقسیم کر دی جائے شام سارہ کی شکل و صورت اور دانش سے بہت متاثر ہوا اور اس کی رضا مندی سے اس کا عقد علیسی بن مزاحم کے ساتھ کر دیا اس رشتہ سے اس خاندان کا تعلق عرب شرفاء سے قائم ہو گیا جس سے اس کو بڑا فائدہ پہنچا اور بعد کے تمام امراء و خلفاء اس کا لحاظ کرتے رہے عبدالرحمن الداخل خاص طور سے سارہ کی بڑی عزت کرتا تھا اس کے لئے ہر وقت دربار میں آنے کی عام اجازت تھی۔

۳۰۶ ہجری میں خلیفہ مقتدر کی خلافت اور لاہ و اہی سے سلطنت کا نظم و نسق حرم شاہی کے ہاتھ میں آ گیا حتیٰ کہ مقتدر کی ماں ہر جمعہ کو اجلاس کرنے لگی اور قاضیوں و اعیان سلطنت کی حاضری میں فرامین جاری کرنے لگی اس کو اس خدمت کے عوض میں بیت المال سے تنخواہ ملتی تھی۔

خو کہ بنت ازدر اپنے بھائی حضرت ضرار کو رومیوں کی قید سے رہا کرنے کے لئے لڑی تھی۔

ترکی میں دوران خلافت صوبہ جات میں دیہاتی عورتوں کو علاوہ نظام خانہ داری کے کھیتوں میں بھی کام کرنا پڑتا تھا۔

قسطنطینیہ میں بعض حمام ایسے بھی تھے جو ہر روز صبح سے شام کے سات

بجے تک مستورات کے استعمال میں رستہ تھے اور اس کے بعد مردوں کے کام میں لائے جاتے تھے مستورات سے بہت کم اجرت لی جاتی تھی مردوں کے بہ نسبت عورتیں زیادہ تر حمام کو جاتی تھیں اور جب عورتیں حمام کو جاتی تھیں تو وہاں تمام دن قیام کرتی تھیں اور ایسے موقعوں پر بیچارے شوہروں کو شام کا کھانا اچھی طرح نہیں ملتا تھا قسطنطنیہ میں تقریباً پچھتر حمام عوام کیلئے تھے۔ خلیفہ ماموں کی ماں ایک کنیز تھی جس کا نام مراجل تھا وہ ہرات کے شہر بادغیس میں پیدا ہوئی تھی علی بن عیسیٰ گورنر خراسان نے اس کو ہاروں رشیدی خدمت میں بھیجا تھا۔

علی بن عیسیٰ سپہ سالار فوج روانگی کے وقت زبیدہ خاتون سے رخصت ہونے گیا زبیدہ نے چاندی کی ایک زنجیر منگوائی اور علی بن عیسیٰ کو دے کر ماموں گرفتار ہو تو اس میں باندھ کر لانا کہ امین اگرچہ میرا تخت جگر ہے تاہم ماموں کا بھی مجھ پر حق ہے تم جانتے ہو کہ وہ کس کا بیٹا ہے اور کس کا بھائی ہے گرفتار ہو جاؤ تو پاس ادب ملحوظ رکھنا سخت کہے تو برداشت کرنا راہ میں رکاب تمام کر لینا کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔

مقررہ میمانے بکھلے کہ جب ماموں نے مصر کا دورہ شروع کیا تو ہر گاہ میں کم سے کم ایک رات دن ٹھہرتا تھا مقام طار النمل میں پہنچا تو خلافت معمول وہاں قیام نہیں کیا اور آگے بڑھ گیا اس گاؤں کی مالک ایک عورت تھی یہ خبر سن کر وہ ماموں کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی مجھ کو کیوں محروم کیا گیا چنانچہ ماموں اس کا لہجہ مان ہوا اس نے اپنی حیثیت کے مطابق دعوت

کاسا مان کیا اور رخصتہ کے وقت دس تھیلی اشرفیاں ایک ہی سن کے سکر
کی نذر میں پیش کیں ماموں حیرت زدہ رہ گیا۔

ایک دن ایک شکستہ حال عورت نے دربار میں آکر زبانی یہ شکایت کی
کہ ایک ظالم نے میری جائداد چھین لی ہے ماموں نے کہا وہ کون ہے اور کہاں ہے
اس نے اشارہ سے بتایا کہ آپ کے پلوں میں ماموں نے دیکھا تو خود اس کا بیٹا عباس
تھا وزیر اعظم کو حکم دیا کہ شہزادے کو عورت کے برابر لے جا کر کھڑا کر دے دونوں
کے اظہار سے بالآخر فیصلہ عورت کے حق میں دیا اور جائداد واپس دلادی۔
ملا محمد انصاری بر و سہ کے قاضی ہونے کے علاوہ مملکت عثمانیہ کے
مفتی بھی تھے جاہ و حشمت کا یہ حال تھا کہ سنیٹروں لونڈی غلام کے مالک تھے
چالیس لونڈیاں تو ایسی تھیں جو سونے کا تاج پہنا کرتی تھیں یا نیرید بلیرم سلطان
روم کے زمانہ میں جاہ رجب سنہ ۸۳۴ ہجری وفات پائی ان کے جنازے پر جس کثرت
کے ساتھ زن و مرد و اطفال تھے اور جس شدت سے عام و خاص پھوٹ پھوٹے
کر رہے تھے وہ ایک خاص واقعہ تھا۔

حضرت بشر عافیؒ اور المتوفیؒ سیدہ ہجری) کبار صالحین سے تھے۔ آپ
ایک روز معافی بن عمران سے ملنے گئے دستک دی آواز آئی کون کہا بشر عافی
ایک لڑکی نکلی اور بولی کاش تم بائچہ آہ میں جوتہ خرید لیتے تو عافی نہ کہلاتے
آپ کی تین بہنیں تھیں مسند محنت اور زبیرہ تینوں غابہ زاہرہ متورہ
تھیں۔ امام احمد بن حنبلؒ کے فرزند ابن عبد اللہ کہتے ہیں کہ ایک
عورت والدہ بزرگوار کے پاس آئی اور کہا جناب میں رات کو کبھی تو چراغ

کی روشنی میں اور کبھی چاندنی میں کاتا کرتی ہوں کیا فروخت کے وقت مجھ کو
تہلا دینا چاہئے کہ چاندنی میں کاتا ہوا کون سا ہے اور چراغ کی روشنی میں
کون سا فرمایا اگر تو دونوں میں کچھ تفاوت خیال کرتی ہے تو تہلا دیا کر عورت
نے پھر دریافت کیا کہ کیا بیمار کا کرنا بھی شکایت میں داخل ہے فرمایا نہیں
شکایت میں داخل نہیں ہے وہ چلی گئی تو والد بزرگوار نے فرمایا کہ ایسے
سوال کرتے ہوئے میں نے کسی کو نہیں دیکھا عبد اللہ تم اس کے پیچھے پیچھے جاؤ
اور خبر لاؤ کہ یہ کون ہے میں اس کے پیچھے پیچھے چلا وہ بشرم کے گھر میں داخل
ہو گئی میں نے سمجھا ان کی بہن ہے واپس آکر والد بزرگوار سے ذکر کیا فرمایا
بخدا محال ہے کہ بشرم کی بہن کے سوا یہ اور کوئی ہو۔

عبد اللہ سے روایت ہے کہ مخدوم بشرم کی دوسری بہن والد بزرگوار
کے پاس آئی کہا ابو عبد اللہ میرا سرمایہ کل دو درہم ہیں ان کی روٹی خرید لیتی
ہوں اور سوت کات کر نصف درہم نفع پر بیچتی ہوں اور سوت میں ایک درہم پر
گزران کرتی ہوں میں رات کو کات رہی تھی کچھ لوگ مشعل لئے ہوئے میرے پاس
سے گزرے میں نے اس کی روشنی میں دو آئی سوت کات لیا لیکن یہ خیال آیا
کہ اللہ تعالیٰ ضرور اس بارہ میں مجھ سے مواخذہ فرمائے گا کہ کیوں بلا اجازت
دوسرے کی روشنی سے فائدہ اٹھایا مجھے صورت نجات بتائیے خدا تعالیٰ تم کو
بھی نجات عطا فرمائے امام نے فرمایا اپنے کل سرمایہ کو خیرات کر دے اور بالکل
بے سرمایہ ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ اس سے بہتر کچھ عنایت فرمائے وہ چلی گئی تو میں
نے والد بزرگوار سے عرض کیا کہ کاش آپ فرمادیتے کہ وہ اسی قدر سوت نکال

دینی فرمایا لڑکے جس درجہ کا یہ سوال ہے اُس کی کوئی تاویل نہ ہو سکتی تھی تم
یہ بتاؤ کہ یہ کون تھی میں نے کہا حقہ بشر حافی کی بہن فرمایا تب ہی ایسے
سوال کرتی ہے۔

بشر حافی کہا کرتے تھے کہ میں نے درع اپنی بہن سے سیکھا ہے جس کی
کوشش ہمیشہ یہی ہوتی تھی کہ جو کھانا وہ کھائے اس میں کسی مخلوق کا احسان
نہ ہو۔

ملک شاہ سلجوقی کا باپ الپ ارسلان تھا ہمدانی لکھتا ہے کہ رُسے میں
ایک مغنیہ نہایت حسین و جمیلہ تھی بادشاہ نے اُسے راگ سُنانے کے لئے بلایا
صورت دیکھتے ہی مفتوں ہو گیا جب اپنا ارادہ اُس پر ظاہر کیا تو کہا حضور مجھے
غیرت آتی ہے کہ خدا نے مجھے ایسی شکل و صورت عطا فرمائی اور میں اس کو
جہنم کا انیدھن بناؤں حضور جانتے ہیں کہ حلال و حرام میں صرف ایک کلمہ
کا فرق ہے اور جب حلال ایسی آسانی سے میسر ہو سکتا ہو تو حرام سے
پرہیز کرنا ضروری ہے بادشاہ نے کہا سچ کہتی ہو اسی وقت قاضی کو بلوا کر
نکاح پڑھا لیا۔ یہ بادشاہ ۵۸۵ھ تک بھری میں فوت ہوا۔

شیخ سعدی جیسے ثقہ اور محدث خود اپنا ایک لطیفہ لکھتے ہیں کہ بازار
خوش ہم پہلو بودم۔ خواجہ کے کرماتی آمد۔ در زورِ گفتم کیستی۔ گفت منم۔
گفتم بازارِ خوش ہم سختم۔ زخمِ برآشت کہ مردک چہ میگوید۔ گفتم آخرِ تنازع
ہستم۔ بہر تو قافیہ گذارم۔

قاضی یعقوب نام اور ابو یوسف کنیت ۳۱۷ھ ہجری میں پیدا ہوئے

جب پوش سنبھالا تو ماں نے ایک ٹھٹھیرے کی دکان پر ظروف سی کا بنانا سیکھنے کے لئے بٹھا دیا قریب ہی امام اعظم ابو حنیفہؒ کا درس تھا یہ دکان سے اٹھکر درس میں جا بیٹھتے تھے ماں کو جب معلوم ہوتا تو حلقہ درس سے اٹھا کر ان کو لے جاتی امام نے چند بار اس طرح ملاحظہ فرمایا اور ابو یوسفؒ بھی چند روز تک درس سے غیر حاضر رہے حتیٰ کہ امام نے خود ان کو طلب فرمایا کہا ماں کی اطاعت اور رعاش کی ضرورت مجھے غیر حاضر رہنے پر مجبور کرتی ہے امام صاحب نے سورہ پیمہ دیکھے اور فرمایا درس میں آیا کرو جب روپیہ ختم ہو جاتے امام صاحب خود بخود اور دسے دیتے ابو یوسفؒ خود بھی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میری ماں مجھے حلقہ درس سے اٹھانے کے واسطے آئی اور جھجلا کر امام صاحب سے کہنے لگی کہ لڑکے کو تو خراب کرتا ہے میں کہتی ہوں کہ یہ بے پردہ بچہ دو آنہ کار و زر کار سیکھ لے تو اچھا ہے اور تو اسے کتابوں میں لگا لیتا ہے امام صاحب نے فرمایا کہ یہ علم پڑھ کر روغنِ پستہ کے ساتھ فالودہ کھا یا کرے گا بڑھیا غصہ میں باہر نکلی گی اور گلی میں جا کر کہے گا کہ یہ پورھا سٹھیا گیا جو ایسی باتیں کرتا ہے۔

ہاروں رشید نے امام ابو یوسفؒ کو بلوایا خود امام ابو یوسفؒ کا بیان ہے کہ جب میں ایوان کے دروازہ میں داخل ہوا تو ایک کمرہ میں ایک عیینہ نے جو ان قید تھا اس نے میرے سامنے گڑ گڑاتے ہوئے ہر کہتے پھیلائے مگر میں اس کا مدعا کچھ نہ سمجھا۔ اندر گیا تو خلیفہ نے پوچھا بادشاہ کسی زانی پر اپنے ذاتی سامانہ پر حد شرعی جاری کر سکتا ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ خلیفہ نے سنتے ہی سجدہ کیا۔

پھر دریافت کیا تم کہاں سے کہتے ہو میں نے کہا رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ جب شبہ ہو جائے تو ملزم پر سزا شرعی جاری نہ کرو، ہاروں رشید نے پوچھا کہ معائنہ کے بعد کیا شبہ رہ سکتا ہے میں نے کہا معائنہ بھی ایک قسم کا علم ہے اور کوئی شخص اپنے علم سے مجرم کو سزا نہیں دے سکتا خلیفہ نے مکرر سجدہ کیا مجھ کو انعام دیا اور اس نوجوان کو آزاد کر دیا۔

ہشیم بن عدی خلفاء منصور مہدی اور ہاروں رشید کا مصاحب شاعر اور ادیب تھا ایک دفعہ مہدی نے کہا کہ میں عرب کی تواضع و سخاوت اور کج خلقی و سخیل کے متعلق متضاد حکایتیں سنتا رہا ہوں ہشیم تمہاری کیا رائے ہے کہا حضور میں ہشیم دید عرض کروں گا میں ایک دوست کی ملاقات کی غرض سے سفر کو چلا نا قہ پر سوار تھا دن بھر کی مسافت کے بعد مجھے جنگل ہی میں رات ہو گئی میں نے ادھر ادھر نظر ڈالی تو ایک خیمہ نظر آیا میں وہاں چلا گیا خیمہ میں ایک عورت تھی اس نے پوچھا تو کون ہے میں نے کہا مہمان بولی مہمان کا یہاں کیا کام تمام جنگل موجود ہے اس کے بعد خود کھاپی کر بیٹھ رہی میری بات تک نہ پوچھی تھوڑی دیر بعد اس کا شوہر تازے دودھ کا بھرا ہوا برتن لئے آ پہنچا سلام کیا اور پوچھا کون میں نے کہا مہمان کہا مہمان خوب تشریف لائے پھر بیوی سے پوچھا کہ مہمان کو بھی کھانا کھلایا بولی نہیں اس پر مرد دودھ کا بھرا ہوا گلاس میرے لئے لے آیا پھر عورت سے لپٹنے لگا کہ تو نے خود روٹی کھالی اور مہمان کو بھوکا رکھا اور مرد نے عورت کو مارا پیٹا پھر اندر سے چھرا لے کر نکلا اور میری سواری کے ناقہ کو ذبح کر ڈالا پس

نرمی سے کہا بھائی صاحب آپ نے یہ کیا کیا کہا بخدا یہ نہیں ہو سکتا کہ
میرے گھر میں آکر مہمان بھوکا رہے غرض اس نے گوشت پکایا اور جب
ہم کھا چکے تو تھوڑے سے کباب عورت کے پاس لے گیا جب صبح ہوئی
تو چپکے سے اٹھ کر چل دیا میں حیران تھا کہ اب سواری کے بغیر کیا ہوگا
تھوڑا دن چڑھا تھا کہ ایک تیز رفتار اونٹ لے کر وہی شخص آگیا اور
کہا ناقہ کے عیوض یہ اونٹ قبول فرمائیے پھر مجھے سوار کر دیا اور کچھ گوشت
زاور راہ کے لئے میرے ساتھ کر دیا چلتے چلتے پھر رات جنگل ہی میں
ہو گئی مجھے ایک خیمہ نظر پڑا جس میں ایک عورت بیٹھی تھی اُس نے پوچھا کون
ہیں نے کہا مہمان بولی مرحبا تشریف لائیے پھر اُس نے روٹی پکائی اور
دودھ کا برتن سامنے لا کر رکھا اور عذر بھی کیا اتنے میں ایک مرد اعرابی
آیا سلام علیک کے بعد مجھ سے پوچھا تم کون ہیں نے کہا مہمان جواب
دیا کہ ہمارے ہاں مہمان کا کیا کام ہے پھر عورت کے پاس گیا روٹی مانگی
وہ بولی میں نے تمہان کو کھلا دی مرد نہایت خفا ہوا پس میں خوب جھگڑا
ہوتا رہا مجھ کو ہنسی آرہی تھی مرد نے مجھ سے ہنسنے کی وجہ پوچھی اور قسم دی
میں نے کہا کل ایک باد یہ نشین کے خیمہ میں مہمان ہوا تھا وہاں مرد متواضع
تھا یہاں عورت مہمان تو اتنے ہے۔ کہا میری عورت اُس مرد کی بہن ہے اور
اُس کی عورت میری بہن ہے۔

ہشیم بن عدی نے ایک اور حکایت یہ بیان کی کہ ایک شخص مرغ کا
گوشت کھا رہا تھا سائل آیا تو اُس نے سختی اور بد مزاجی کے ساتھ محروم

کر دیا کچھ عرصہ کے بعد بیوی کو چھوڑ دیا عورت نے اور جگہ شادی کر لی
ایک روز اُس کے بیاں سائل آیا یہ شخص مرغ کا گوشت کھا رہا تھا عورت
سے کہا سائل کو دے عورت روٹی دینے لگی تو اُس نے سائل کو پہچان
لیا کہ اس کا پہلا شوہر ہے۔ خاوند سے آکر تاسفانہ لہجہ میں ذکر کیا۔ یہ دوسرا
شوہر پولا کہ میں وہی سائل ہوں جسے اس شخص نے مدت ہوئی سختی کے
ساتھ محروم کر دیا تھا۔

عثمان خان اول (۱۷۸۸ء تا ۱۸۳۷ء) اپنی نو عمری کے زمانہ
میں ایک بزرگ کی خدمت میں اکثر حاضر ہوتا رہتا تھا۔ ان خدایہ سیدہ عالم
کا نام ادہ بالی تھا جو اثیریونی گاؤں میں رہا کرتے تھے ان کی ایک لڑکی
نہایت حسین تھی جس کا نام مال خاتون تھا عثمان اس کو دیکھ کر فریفتہ ہو گیا
اور نکاح کا پیغام دیا ادہ بالی نے فرق مراتب کا خیال کر کے قبول نہیں
کیا دو سال تک عشق و محبت کا سلسلہ قائم رہا عثمان نے ایک خواب دیکھا
جو ادہ بالی سے بیان کیا اُس نے عثمان کی شاندار مستقبل کی تعبیر دیکھ کر مال خاتون
کو نکاح میں دے دیا ادہ بالی ہی کی تلقین سے عثمان اور اس کے قبیلہ
کے لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔

قدسیہ اور یرموق کے معرکہ الاراء غزوات میں مسلمان عورتوں
نے لڑائی کے زخمیوں کی بہترین تیمارداری کی تھی۔

حضرت عائشہ نے مشہور جنگ جمل کی بذات خاص شریک کی بذات
خود اپنی فوج کی سپہ سالاری کی۔

حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ نے تقرری خلیفہ کے مباحث
میں اکثر حصہ لیا۔

قتال کربلا کے بعد رسول اللہ کی نو اسی اور حضرت امام حسینؑ کی
بہن حضرت زینبؑ نے اپنے کم سن بھتیجے کو نبی امیہ سے محفوظ و مامون
رکھا۔ ممدوحہ کے غیر مفتوح جذبات نے ظالم ابن زیاد اور بے رحم یزید
کو مرعوب کر دیا تھا۔

حارث بن عوف کی نوجوان بیوی نے دو رقیب قبیلوں کی پرانی
رنجش و فساد کا تصفیہ کیا تھا۔

امیر عثمان کی ماں اور بہن نے قصر پر قاتلوں کی حملہ آوری کی مدافعت
میں متواتر حصہ لیا وہ اپنے آدمیوں کو بہت دلائی تھیں اُن کو کھانا پونجیلی
تھیں اسلحہ تقسیم کرتی تھیں اور بعض مواقع پر دشمنوں پر گولہ باری کرتی
تھیں۔

ہمدون رشید کے زمانہ میں شیخ الشہداء و فخر النساءؑ بغداد کی مسجد
میں ادب پر علانیہ خطبہ دیا کرتی تھیں۔

سیدہ نفیسہؑ حضرت امام شافعیؒ کی شاگرد رشید تھیں بلکہ امام صاحب
کی نماز جنازہ بھی انہوں نے پڑھی تھی۔

مختار ثانی کے زمانہ نابالغی میں اُن کی ماں نے اپنے وزراء اور
امراء کے ساتھ عدالت عالیہ اور ایوان شاہی کی صدارت کی۔

حضرت رابعہ بصریؒ مشہور و معروف صوفیائے کرام میں سے تھے۔

امر مسلمہ ہے کہ مسلمان عورتوں نے بادشاہت اور حکمرانی بھی
 کی نظام سلطنت قائم کیا اور جاگیردار و تعلقہ دار تو بکثرت ہوئے
 ان میں سلطانہ رضیہ اور نور جہاں عہد مغلیہ کی یادگار ہیں۔
 زینب اندلس کے ایک کتب فروش کی بیٹی تھیں شاعری میں اعلیٰ
 درجہ رکھتی تھیں۔ عالم تھیں اور علماء و فضلاء کی صحبت میں ان کا اعلیٰ درجہ تھار
 عبادتہ اندلس کی ادیب و شاعرہ تھیں۔ فی البدیہہ شعر کہنے میں شائق
 اور حاضر جواب تھیں۔

عروسیہ ابوالمعروف عبدالرحمن کی نادمہ صرف و نحو اور فقہ و
 عروض میں کمال رکھتی تھیں

اندلس کے بادشاہ عبدالرحمن ثالث (المتوفی ۳۵۰ھ ہجری) کے زمانہ
 میں صفیہ بنت عبداللہ راندی صاحب علم اور خوشنویس تھیں۔ شاعرہ
 ہونے کے علاوہ نہایت حسین و جمیل بھی تھیں۔ اسی عہد میں عائذہ شہر
 قرطبہ کی مشہور شاعرہ اور فاضلہ تھیں۔ حسن و جمال میں اور نہ بد و تقویٰ
 میں لیگانہ روزگار تھیں۔

۳۶۶ھ ہجری میں قذوفہ اندلس میں نامور عالم گذری ہیں ان کے
 کتب خانہ میں نایاب کتابیں تھیں۔

مورخ ابن عیان کا بیان ہے کہ قرطبہ کے ایک شخص احمد کی بیٹی
 عائشہ تھی۔ اس خاتون نے مدت العمر نکاح نہیں کیا۔ ۳۸۰ھ ہجری میں
 وفات پائی۔ مشہور عالم و فاضل تھیں۔ اندلس کے بادشاہوں سے بے پیر ٹھکر

گفتگو کرتے اور انعام حاصل کرتے تھیں۔ علماء سے مباحثہ و مناظرہ کرتے
تھیں خود شوقین تھیں اور شاہی کتب خانہ کی کتابیں ان کے ہاتھ کی لکھی
ہوئی تھیں۔

امام ابو حنیفہؒ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور دریافت
کیا کہ ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دینی چاہتا ہے کیونکہ وہ آپ نے اس
کو امام حماد کی خدمت میں جانے کی اور مسئلہ دریافت کرنے کی ہدایت
فرمائی۔

ایک دن ایک عورت امام ابو حنیفہؒ کے پاس ایک تھان فروخت
کرنے کے لئے لائی اور اس کی قیمت تنور و پیہ بتائی آپ نے فرمایا کہ یہ
قیمت کم ہے اس نے دو تنور و پیہ بتائے فرمایا یہ بیچنا پانچ سو سے کم کا نہیں
ہے اس نے تعجب سے کہا کہ آپ شاید ہنسی کرتے ہیں امام صاحب نے
پانچ سو میں تھان خود خرید لیا۔

ایک دن قاضی محمد بن عبدالرحمن معروف بہ ابن ابی لیلیٰ مجلس قضاء
سے اٹھے راہ میں ایک عورت کو ایک شخص سے جھگڑتے دیکھا عورت
نے اس شخص کو ”یا ابن الزانیین“ (اے زانی اور زانیہ کی بیٹی) کہا
چنانچہ عورت آپ کے حکم سے گرفتار کر کے مجلس قضاء میں لائی گئی اور اس
کو سزا کا حکم سنایا گیا۔

رضیہ بیگمؒ ۱۲۳۶ھ سے ۱۲۴۰ھ تک ہندوستان کی حکمران رہی
التمش کے بیٹے تھے مگر ناقابل تھے اسی لئے التمش نے اپنی بیٹی رضیہ کو تخت

وتاج سپرد کیا امراء و اراکین سلطنت نے عورت کی تخت نشینی نہیں
 کی اور آفتاب کے بیٹے رکن الدین کو تخت نشین کر دیا وہ نا اہل ثابت ہوا
 تو پھر رضیہ ہی کو سلطان بنایا۔ اس خاتون نے اپنی جرأت و لیاقت
 سے حالات پر قابو حاصل کر لیا اور ملک میں امن و امان قائم کر دیا۔ یہ
 نہایت سمجھ دار اور لائق عورت تھی انصاف پسند حکمران تھی مردانہ
 لباس میں زیبہ کرتی تھی۔ اُس نے امیر التونہ ترک سے شادی کر لی تھی
 عوام میں بے پردہ نکلتی تھی۔ ۱۲۹۰ء میں چند ہندوؤں نے رضیہ اور
 اُس کے شوہر التونہ کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔

چاند بی بی بیجا نگر کے خاندان نظام شاہی کی شہزادی تھی۔ اکبر کی
 فوج نے جب احمد نگر پر حملہ کیا تو ملکہ چاند بی بی نے بڑی جرأت و شجاعت
 سے مقلوں کا مقابلہ کیا اور انہیں پسپا کر دیا۔

نور جہاں بیگم کا نام ہر النساء تھا یہ پہلے علی قلی خاں معروف بہ شیر افغن
 کی منکوحہ تھی شیر افغن کی وفات کے بعد ۱۶۱۰ء میں مغل بادشاہ جہانگیر
 نے اس سے شادی کر لی۔ یہ خاتون بھی نہایت قابل اور معاملہ فہم
 تھی جہانگیر نے سلطنت کا سب کام اُسی پر چھوڑ دیا تھا اور سلطنت
 کی اصل مالک نور جہاں تھی سکوں اور فرامین پر اسی کا نام چلتا تھا فارسی
 زبان کی ماہر اور ادیبہ و شاعرہ تھی۔ جہانگیر کا بل کو جاتے ہوئے دریائے
 جہلم پر قیام پذیر ہوا کہ عہد بیت خاں نے گرفتار کر لیا۔ نور جہاں نے پہلے تو
 بادشاہ کو رہا کرانے کی کوشش کی اور جب ناکام رہی تو خود بھی بادشاہ

کے ساتھ قید میں شریک ہو گی اور مہارت خاں کو غافل پا کر معہ جہانگیر کے قید سے نکل گئی۔

شاہجہاں کی پاک و امن بیٹی جہاں آرا نے قید میں باپ کا بہت ساتھ دیا اور آخر وقت تک مصروف خدمت رہا یہ خاتون بھی بہت قابل و ذکی الطبع تھی۔ زہیب النساء کا شمار بھی نہایت قابل خواتین میں ہے وہ بلند پایہ ادیب و شاعرہ تھی۔

امام ابو حنیفہؒ کی والدہ معظمہ کو کوفہ میں عمرو بن ذر مشہور و عظمیٰ سے خاص عقیدت تھی کوئی مسئلہ پیش آتا تو امام صاحب کو حکم دیتیں کہ عمرو بن ذر سے پوچھ آؤ کبھی اصرار کرتیں کہ میں خود چل کر پوچھوں گی چھری سوار ہوتیں امام صاحب کو حکم دیتیں ساتھ ہوتے خود مسئلہ کی صورت بیان کرتیں اور جواب حاصل کرتیں تب تسکین ہوتی۔

خلیفہ منصور اور حرہ خاتون (منصور کی بیوی) میں کچھ شکر رنجی ہو گئی امام ابو حنیفہؒ کو طلب کیا گیا منصور نے پوچھا شرع کی رو سے مرد کتنے نکاح کر سکتا ہے امام صاحب نے کہا چار مگر یہ اجازت اس شخص کے لئے خاص ہے جو عدل پر قادر ہو ورنہ ایک سے زیادہ نکاح کرنا اچھا نہیں۔ منصور حجب ہو گیا۔ حرہ خاتون نے خادم کے ہاتھ پچاس نراہ درہم بھیجے یہ لکھ کر کہ ”آپ کی کنیز سلام کہتی ہے اور آپ کی حق گوئی کی نہایت مشکور ہے“ امام صاحب نے درہم واپس کر دیے اور کہا کہ یہ میرا فرض منصبی تھا۔

ایک مرتبہ خلیفہ ہارون الرشید رقتہ گیا اس زمانہ میں عبداللہ بن مبارک بھی رقتہ چھوٹے اُن کے کئے کی خبر مشہور ہوئی تو ہر طرف سے لوگ دوڑے اور اس قدر کش مکش ہوئی کہ لوگوں کی جوتیاں ٹوٹ گئیں ہزاروں آدمی ساکت ہوئے اور ہر طرف گرد چھا گئی ہارون رشید کی ایک حرم نے یہ تماشہ دیکھا تو حیرت زدہ ہو کر پوچھا یہ کیا حال ہے لوگوں نے کہا خراسان کا عالم آیا ہے بولی کہ حقیقت میں سلطنت اس کا نام ہے ہارون رشید کی حکومت بھی کوئی حکومت ہے کہ پولیس اور سپاہیوں کے بغیر ایک آدمی بھی حاضر نہیں ہو سکتا۔

۳۷۰ ہجری میں ملک صالح تخت نشین ہوا اسی کے عہد میں فرانس کے بادشاہ لوئی نہم نے دیباچہ پر حملہ کیا ملک صالح بیمار تھا مقابلہ کرتا رہا اُس کا انتقال ہو گیا تو اس کی بیوی شجرۃ الدرنے جو نہایت عاقلہ تھی اپنے بادشاہ کی موت کو مخفی رکھا اور اُس کی طرف سے خود فرامین پر دستخط کرتی رہی اُس کا بیٹا توران شاہ بلاد کرد میں تھا اُس کو اپنے پاس بلایا توران شاہ نے آکر دشمن کا مقابلہ کیا اور لوئی نہم کو گرفتار کر لیا بعد ازاں توران شاہ خود مارا گیا تو عنان سلطنت شجرۃ الدرنے اپنے ہاتھ میں لے لی اور فدیہ کی رقم خطیر کے بدلے لوئی نہم کو آزاد کر دیا۔

حضرت ابوالدرداء غفاریؓ کے بیشتر حصہ میں نماز میں مشغول رہتے تھے چنانچہ حضرت سلمان فارسیؓ نے اُن کی بی بی کی شکایت پر اس سے ان کو باصرار روکا۔

جسٹیس امیر علی نے تاریخ عرب میں لکھا ہے کہ عباسیہ خاندان کے
دسویں خلیفہ متوکل کے زمانہ تک مستورات غیر معمولی آزادی سے
بہرہ ور رہیں باپ اپنی تعلیم یافتہ اور حسین لڑکیوں کے نام سے مثلاً
ابوصفرہ۔ و ابولیلیٰ پکڑے جانے پر فخر کرتے تھے اور بھائی اور منگیت لڑائی
میں اپنی بہن یا منگیت کا نام لے کر سرگرمی سے کام کرتے تھے۔ اعلیٰ طبقہ کی
بیمات بلا تکلف اور بغیر کسی خیال فاسد کے مردوں سے گفتگو کرتی تھیں جیسا
کہ فردوسی نے لکھا ہے :

دولب پڑ زخده دورخ پر ز شرم بہ برفتار نیکو بہ گفتار گرم
عورتیں اپنے مہانوں کی میربانی بلا لحاظ کرتی تھیں چونکہ وہ اپنی
حالت کا پورا اندازہ رکھتی تھیں اس لئے تمام لوگ اُن کی عزت کرتے
تھے۔

ایک مصنف ابوطیب محمد المفضل الدبی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ
مکہ معظمہ سے واپس ہوتے ہوئے مدینہ منورہ کے قریب ٹھہر گئے سورج
کی طیش نے اُن کو مجبور کیا کہ وہ قریب ایک مکان میں جو باسلیقہ معلوم ہوتا
تھا پناہ حاصل کرنے کی استدعا کریں وہ صحن میں داخل ہوئے اور صاحب
خانہ سے پوچھا کہ آیا وہ اپنے اونٹ سے اتر آئیں۔ ایک عورت کی آواز
نے اُن کو اجازت مستدعیہ دیدی۔ ربت البیت یعنی مالکہ مکان نے
پکار کر کہا اتر آئیے۔ پھر انھوں نے مکان کے اندر جانے کی اجازت چاہی
اور اجازت پا کر مکان کے اندر داخل ہوئے جہاں انھوں نے ایک خاتون

کو دیکھا کہ سورج سے زیادہ حسین اپنے کارخانگی میں مشغول تھی۔ عورت نے اُن سے بیٹھنے کو کہا اور دونوں بات چیت کرنے لگی کہ الفاظ اُس خاتون کے ہونٹوں سے مثل موتی کے نکلتے تھے۔ دوران گفتگو اس کی دادی آئی اور دونوں کے قریب بیٹھ گئی اور یہ مذاق اچھے میں اجنبی کو متنبہ کیا کہ اس خوبصورت لڑکی کے جادو سے ہوشیار رہنا۔

مصنف موصوف کے والد نے ایک اور واقعہ بیان کیا ہے جس سے اُس زمانہ کے رسم و رواج پر مزید روشنی پڑتی ہے۔ وہ مکہ معظمہ کو جا رہے تھے راستہ میں ایک دوست کے مکان پر ٹھہرے دوست نے اُن سے پوچھا کہ آپ خرقہ سے تعارف حاصل کرنا پسند کریں گے۔ خرقہ وہ مشہور عورت تھی جس کی تعریف بنی امیہ کے زمانہ میں ایک مشہور شاعر نے کی تھی۔ ایسی خوبصورت عورت سے تعارف کی خواہش ظاہر کرنے پر وہ اس کے گھر لے جائے گئے جہاں ایک لڑکے قد والی انتہائی حسین و جوان العمر عورت نے ان کا استقبال کیا انھوں نے سلام کیا اور بیٹھنے کی اجازت چاہی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم دونوں دیر تک گفتگو کرتے رہے حتیٰ کہ عورت نے ہنس کر پوچھا کہ کیا آپ نے کبھی حج کیا ہے، انھوں نے جواب دیا ”کئی مرتبہ“ خرقہ نے کہا پھر مجھ تک آنے میں آپ کے لئے کیا وجہ مانع ہوئی۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ میں ایسی شے ہوں جس کے پاس زمانہ حج میں آنا چاہیے کیا آپ نے اپنے چچا کا ارشاد نہیں سنا کہ تکمیل حج کے لئے خرقہ کے گھر پر جب وہ بے نقاب ہو کارواں کو کھڑا کرنا چاہیے۔

حاکمیوں کے عہدِ اول میں سیدہ سکینہؓ و خیرام حسینؓ شہید کر بلا
اپنے زمانہ کی مستورات میں باعتبار نسب و حسن و عقل و عفت بیکتا
روزگار تھیں۔ ان کے کاشانہ پر شعراء فقہاء علماء اور دیگر جماعتوں کے
پرہیزگار لوگوں کا مجمع رہتا تھا۔ اُن کے مکان کی مجالس پر رونق اور پر
جوش ہوا کرتی تھیں جن میں خود سیدہ سکینہؓ کے فی البدیہہ عاقلانہ اور پر
مذاق جوابات سے جان پڑ جاتی تھی۔

ام البنین زوجہ ولید اول اور ہمیشہ عمر ثانی مشہور عورتوں میں
سے تھیں انھوں نے حجاج (گورنر) کو اپنے سامنے بلا کر وہ زبردست لیکچر
دیا تھا جو تاریخ میں مشہور ہے۔

عرب کی عورتیں شاعری اور شعر گوئی کی بے حد شائق تھیں۔ اکثر نے بڑے
مرتبہ کی تصانیف چھوڑی ہیں۔ مشہور و کید رابعہ بھی اُسی زمانہ میں گزری
ہیں وہ اپنے زمانہ کے صوفیا میں بڑا مرتبہ رکھتی تھیں۔

خلیفہ رشید کے زمانہ میں عورتیں گھوڑے پر سوار ہو کر گرنے جاتی تھیں
اور فوج پر کمانڈ کرتی تھیں۔ خلیفہ مقتدر کی والدہ عدالت العالیہ کی صدر
تھیں درخواستیں سماعت کرتی تھیں اور امراء اور غیر ملکی سفراء کو
شرف ملاقات عطا کرتی تھیں۔

خلفاء رشید و مامون کے زمانہ میں مستورات علم و ذہانت اور
شاعری میں حصہ دار تھیں اپنے علم و ادب سے مجالس کو زندگی بخشتی تھیں
شانہراوی نے بیدہ ایک ہنرمند خاتون اور کامل شاعرہ تھیں۔

بہا اوقات رشید کو نظم میں خط لکھتی تھیں وہ خط جو اکھنوں نے اپنے بیٹے امین کی وفات پر ماموں کو لکھا ہے اُس سے اُن کی اعلیٰ قابلیت اور ذہانت ظاہر ہو جاتی ہے۔

خلیفہ ماموں اور خلیفہ مستقیم کے زمانہ میں عبیدہ بنو زید گزری ہیں اُن کی بابت مصنف کتاب الاغانی نے لکھا ہے کہ نہایت حسین پارسا اور عالم تھیں اس کی تصدیق مشہور معنی اسحاق نے کی ہے وہ بہت خوش گلو تھیں اور مصنف بھی تھیں۔

خلیفہ متوکل کے محل میں شاعرہ فضل گزری ہیں جو اپنے ہم عصر شاعروں میں سب سے اعلیٰ درجہ رکھتی تھیں۔
شیخا شہدا جو چھٹی صدی ہجری میں گزری ہیں بغداد میں علم تاریخ پر لکچر دیا کرتی تھیں اور خوشنویسی میں مشہور تھیں۔

زینب ام الموبد بارہویں صدی عیسوی یا چھٹی صدی ہجری کے وسط میں گزری ہیں۔ اپنے زمانہ کی مشہور فقیہہ تھیں اُن کو مشہور فقہاء نے اسناد تکمیل تفویض کی تھیں۔ فقہ کی تعلیم دینے کی ان کو اجازت تھی۔
سلطان صلاح الدین کے عہد میں ابوالفراہج کی دختر تفتہ سنن پر لکچر دیا کرتی تھیں اور بڑے مرتبہ کی شاعرہ تھیں۔

عرب مستورات کس مرتبہ پر پہنچا ہوئی تھیں اس کی واضح تصویر امیر اسامہ نے کھینچی ہے۔

شاہزادیاں اور امیرزادیاں گانے کی محفلیں (نوبت الخاتون) کیا

کرتی تھیں۔ شاہزادی علانیہ ایک خوش عقیدہ اور پارسا خانوں کی
جوانی زمانہ کے گائیوالوں میں اعلیٰ درجہ رکھتی تھی اور اس کی تصنیفات کا
ذکر کتاب الاغانی کے مصنف نے بہت تعریف کے ساتھ کیا ہے۔

اسپین (اندلس) میں عرب خواتین ٹورنامنٹ اور کھیلوں میں بے
پردہ جاتی تھیں جس سے دارالسلطنت میں زندہ دلی ہو جاتی تھی۔ عام سیلو
میں عورتوں کی موجودگی مشعر میں تروتازہ کی پیدا کرتی تھی مرد و عورت
کے میل جول سے پاکیزہ خیال اور اعمال صالح رونما ہو گئے۔ یہی جن کافی
زمانہ اُن مسلمانوں کو جو متحد و ستان میں رہتے ہیں بہت کم احساس
ہو سکتا ہے۔

گر نیپڈا کی لڑکیاں علم و فن میں کچھ کم مشہور نہیں تھیں۔ نزد ہون۔
نہ نیب۔ ہمزہ۔ حفصہ۔ الکلاہیہ۔ صغیہ۔ ماریہ نے اپنے وطن میں بڑی
خوبیاں حاصل کی تھیں۔ نزد ہون ابو بکر الغسانی کی دختر نہایت فصیح
شاعرہ تھی جو ادب و تاریخ میں ماہر تھی۔ وہ اختتام عیسیٰ صدی ہجری
میں گزری ہے۔

نہ نیب اور ہمزہ زیادہ کی لڑکیاں تھیں جو کتب فروش تھا اور گریڈیا
کے قرب و جوار میں رہا کرتا تھا۔ ابن الاطہر نے اپنی کتاب تحفۃ القدر میں
لکھا ہے کہ دونوں بہت عمدہ شاعر ہیں۔ نیک و پارہ سا ہیں۔ جملہ شعبوں
میں کامل ہیں۔ دونوں حسین۔ امیر۔ نیک اور عفت آب ہیں۔ اُن کے
ذوق علم نے اُن کو ادباء کے زمرہ میں داخل کر دیا۔ جن سے وہ ہمہری

اور بے تکلفی کی شان سے ملا کرتی تھیں۔ اور کبھی کسی نے ان کو قواعدِ نائیٹ کی فروگزاشت پر ملزم نہیں ٹھہرایا۔

حفظہ اور کلاہیہ۔ گر نیٹڈا کی ساکن تھیں۔ صفیہ سیواٹل کی رہنے والی تھی۔ شاعری میں ممتاز ہونے کے علاوہ وہ سب سے بڑھ کر خوشنویس تھی۔ اس کی خوشنویسی ایسی مقبول ہوئی کہ بڑے بڑے ماہر کاتب اس کی تقلید کرتے تھے۔

مار یہ بنت ابو یعقوب الفعیلی بھی اپنے علم و فضل میں مشہور تھی۔ خلیفہ کے دارالسلطنت (اندلس) میں عورتوں کو اعلیٰ درجہ حاصل تھا۔ مردوں کی مجالس میں آزادی سے شریک ہوتی تھیں اور اپنی موجودگی سے کھیلوں اور ٹورنامنٹ میں زندگی پیدا کر دیتی تھیں وہ دلیرما اور وہ ولولہ شجاعت جس کے لئے گر نیٹڈا کے عرب مشہور ہوئے بلا شک خواتین کے شریفانہ اثر سے پیدا ہوا۔ جب خواتین رنگارنگ شالیں اوڑھے ہوئے مساجد میں آتی تھیں تو مثال دسی جاتی تھی کہ یہ خوبصورت سبزہ زار میں موسم بہار کے پھول ہیں۔

ہجرت کے دس برس بعد عرب کے طرز معاشرت میں بہت فرق ہو گیا تھا خصوصاً عورتوں کے لباس میں بڑی تبدیلی ہو گئی تھی۔ اس سے قبل مکانات میں جلسے تخلیہ نہیں ہوا کرتی تھی۔ اب یہ رواج ہو گیا تھا کہ عورتوں کے کمرے مخصوص کر دیئے گئے تھے۔

خلافت چہارم کے بعد بھی عرب مستوراتِ قطعی آزاد تھیں

اسلامی جمہوریت میں عورت آزادوی کے ساتھ عوام میں چلتی پھرتی
تھی خلفاء کے وعظ سنا کرتی تھی اور علی ابن عباس وغیرہ کی تقریروں
میں حاضر ہوتی تھی اسلام سے پہلے قدیم یہودیوں کی طرح عرب بھی غیر معین
تعداد ازدواج رکھتے تھے۔ اب یہ تعداد معین ہو گئی تھی۔

عورت کی پوشاک ایک ڈھیلی ڈھالی شلوار تھی قمیص گلے پر کھلی
ہوتی تھی اس پر موسم سرما میں بالخصوص ایک چست بندھی پہنی جاتی تھی
لیکن خاص لباس میں ایک لابی تھا ہوتی تھی جو کسی قدر انگریزی عورتوں
کے چغہ کے مشابہ ہوتی تھی باہر نکلنے پر اس کے اوپر ایک ڈھیللا ڈھالا لبادہ
ہوتا تھا جس کو چاروں طرف ڈال لیا جاتا تھا کہ جسم چھپا رہے اور کپڑے
بھی اور گردے محفوظ رہیں ایک رومال سر پر پیشانی کے گرد باندھ لیا جاتا
تھا۔ اسلام سے قبل عورتوں کی قمیص اور بندھی سینہ پر کھلی ہوئی پہنی
جاتی تھی۔ رسول اللہ نے باہر جانے کے لئے لابی قبا کا استعمال بتایا
تھا جس سے عباسیوں کے زمانہ مابعد تک جسم کو پورے طور پر ڈھانپ
لینے کا دستور تھا۔ یہ ہی رواج مصر و دیگر ممالک اسلامی میں رائج
ہو گیا۔ عرب عورت پہلے سے اور اب بھی پورے طور پر آزاد ہے تنہائی
میں رکھے جانے کا دستور نہیں ہے۔ وہ نقل و حرکت میں آزاد ہے وعظ
و خطبہ سنا کرتی ہے۔

عہد عباسیہ کے شروع میں عورتوں کی حالت بمقابلہ عہد نبویؐ
کسی طرح مختلف نہیں تھی۔ خلیفہ منصور کے زمانہ میں ان کی دو چچا زاد

شاہراہوں میں مردانہ لباس میں بیہوشی کی جنگ میں شریک تھیں۔

۳۵۳ ہجری میں یزید نے بہت بڑا لشکر

ظالم و بدعت

مردنیہ والوں کی طرف روانہ کیا شاہراہوں

شہید ہوئے مردنیہ شریف لوٹ لیا گیا بد بخت لشکریوں نے سنیکڑوں لڑکیوں

کی بکارت زائل کی واقعی نے عبداللہ بن حنظلہ الفدیجیل سے روایت

کی ہے کہ واقعہ ہم نے یزید پر اس وقت تک خروج نہیں کیا جب تک

ہمیں یہ یقین نہیں ہوا کہ اب آسمان سے پتھر برس پڑے سخت تعجب ہے

کہ لوگ ماؤں بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح کریں اور کھلم کھلا شراب

پیں اور نماز چھوڑ دیں۔

خلیفۃ المتوکل کی چار ہزار باندیاں تھیں جن سے یہ فائدہ اٹھا چکا تھا

۳۵۴ ہجری میں عاشورہ کے روز عزالدولہ نے بہ زمانہ خلیفۃ الملعون

اللہ بازار بند کروائے باورچیوں کو کھانا پکانے سے منع کرایا بازار میں ایک

دار لکڑی نصب کرا کر اس پر ایک موٹا کپڑا ڈلوا دیا عورتیں بال کھولے اور

اسنے منہ پر طمانچہ مارتی ہوئی حسین علیہ السلام کا ماتم کرتی شام عام پر

نکلیں یہ بدعت کئی برس تک جاری رہی۔

۳۵۵ ہجری میں اہل بغداد نے جب المسترشد باللہ ابو منصور خلیفہ

کے قید ہو جانے کا حال سنا تو لوگ سڑوں پر خاک ڈالتے ہوئے شور

کرتے ہوئے بازاروں میں نکلے اور عورتیں خلیفہ کے لئے سر کے بال

کھولے بیان کرتی ہوئی نکلیں۔

خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؓ کو ایک مرتبہ معلوم ہوا کہ خواتین جنارہ کے ساتھ بال کھولے نوحہ کرتی ہوئی نکلتی ہیں آپ نے حکم جاری کیا کہ اس نوحہ و ماتم پر قدغن بلیغ کیا جائے اور مسلمانوں کو لہو و لعب اور راگ باجے سے روکا جائے جو نہ مانے اُسے اعتدال کے ساتھ سزا دی جائے۔

اپی عجم کے اثر سے حماموں کا عام رواج ہو گیا تھا جن میں عورتیں اور مرد بے باکانہ غسل کرتے تھے اور شرم پوشیا کا کوئی لحاظ نہ رکھا جاتا تھا خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؓ نے عورتوں کو حمام میں جانے سے بالکل روک دیا اور مردوں کو حکم دیا کہ وہ بغیر تہہ نہ حمام میں غسل نہ کریں۔

خلیفہ سلیمانؓ کو عورتوں اور نکاح سے دلچسپی تھی اس لئے اُس کے زمانہ میں اس کا چرچا تھا اور لوگوں کا موضوع بحث شادی اور بوندیاں ہو گیا تھا۔

معتصم باللہ بن ہارون کی ماں ترک تھی۔ ترکوں کی تعداد فوج میں بڑھ گئی تھی یہ ترک سڑکوں پر بغداد میں بے ستھانہ گھوڑے دوڑاتے تھے جس سے اکثر عورتیں بچے زخمی ہو جاتے تھے (۲۱۵ھ تا ۲۲۷ھ) خلیفہ امین نے ایک عرض میں رنگ برنگ کی مچھلیاں ڈالوائی تھیں جن کی سونے کی نمقینوں میں بیش قیمت موتی پڑے تھے خوبصورت لوندیوں کے ساتھ ہمیشہ اُس کے کنارے شکار کھیلا کرتا تھا۔

خلیفہ ماموں نے ابراہیم کے لئے لاکھ درہم کا اشتہار گرفتاری دیا تھا ایک غلام نے ابراہیم کو چھپائے رکھا لیکن کوئی معاوضہ نہیں لیتا تھا۔ ابراہیم

نے خیال کیا کہ میرا میزبان میرے مصارف سے گرا بنا رہا جاتا ہے چپکے سے نکل کھڑا ہوا اور اخفائے حالی کے لئے زنانہ لباس پہن لیا تاہم راہ میں ایک فوجی سوار نے پہچان لیا اور چلا کر لپیٹ گیا ابراہیم نے اس کو ڈھکیں دیا وہ ایک گٹھے میں جا پڑا ابراہیم موقع پا کر اس پار جا پہنچا اور ایک عورت سے جو اپنے مکان کے دروازے پر کھڑی تھی۔ درخواست کی کہ میری جان بچالے اس نے نہایت خوشی سے استقبال کیا لیکن بد قسمتی سے یہ نیک دل عورت اُسی سوار کی جو روٹلی جس نے ابراہیم کا پردہ فاش کرنا چاہا تھا ذرا دیر کے بعد وہ بے رحم سوار آ پہنچا مکان میں گھسنے کے ساتھ ہی اُس کی نگاہ ابراہیم پر پڑی جو عورت کو الگ لیجا کر ساری داستان سنائی تاہم اُس فیاض عورت نے ابراہیم کو تسکین دی کہ جب تک میں ہوں آپ کو کوئی ضرر نہ پہنچے گا تین دن اُس کا مکان رہا چوتھے دن عورت نے کہا افسوس میں آپ کی حفاظت کا ذمہ نہیں اٹھا سکتی مجبوراً وہاں سے بھی نکلنا پڑا ابراہیم کو اپنی ایک کنیز یا دالی سیدھا اُس کے مکان پر گیا وہ دیکھ کر باہر نکل آئی اور روتی ہوئی آواز اور ریاپی آنسوؤں سے ابراہیم کا استقبال کیا پھر باہر چلی گئی۔ ابراہیم نے خیال کیا کہ دعوت کے اہتمام میں جاتی ہے کچھ عرصہ بعد وہ پولیس کے نوٹخوار سپاہی بازار سے لے آئی ابراہیم اُس وقت زنانہ لباس میں تھا۔

بغداد میں آکر ممالک کا طرز حکومت بالکل بدل گیا اس کو عام اطلاعات کا شوق سا ہو گیا تھا سترہ سو عجوزہ عورتیں مقرر تھیں جو تمام

دن شہر میں پھرتی تھیں اور شہر کا کچا چٹھا اس کو پونچاتی تھیں لیکن ماموں کے سوا اور کسی کو ان کے نام و نشان سے اطلاع نہ تھی۔

لنڈیوں کی عام اجازت نے عیاشی کے سبب جوئے پورے کر دیے تھے۔ نواسیہ اور بھی عباس میں ایک بھی خلیفہ آیا نہیں گذر جو اسی فن میں مناسب دستگاہ نہ رکھتا ہو بڑے بڑے مذہبی علماء بھی نغمہ و سرود کی چاٹ سے خالی نہ تھے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ سے زاہد خشک بھی فن نغمہ میں بہت سے سروں کے موجد ہیں۔

۔ مغنیوں کے علاوہ ایک اور طائفہ تھا یعنی روم و ایشیائے کوچک کی گل اندام ناز نہیں جو لڑائی کی لوٹ میں بکڑھی آئی تھیں دلال ان کو سستے داموں پر خرید لیتے تھے اور موسیقی شاعری ظرافت حاضر جوابی کی تعلیم دلاتے تھے پھر گراں قیمت پر بازار میں بگتی تھیں۔ ماموں کی شبستان عیش میں ان عورتوں کا بڑا جھرمٹ رہتا تھا۔

عرب ایک کنیز تھی لاکھ درہم اس کی خریداری میں صرف ہوئے تھے وہ ماموں کی محبوبہ خاص تھی۔ ماموں کی ایک دوسری کنیز بذل تھی اُس عہد میں تعلیم یافتہ کنیزیں عموماً امرا و خوشحال لوگوں کے حرم میں داخل تھیں اور چونکہ ان کے حقوق اور معاشرت عملی طور سے ہر خاندان میں اصلی اندراج کے برابر بلکہ بڑھکر تھے اس لئے عورتوں کی تعلیم اور آزادی کا مسئلہ بہت کچھ ان کی بدولت حل ہو گیا تھا۔

مستند علی اللہ قید کر لیا گیا تھا عید کا دن تھا اور شہر میں پہل پہل

تھی اتنے میں معتمد کی دو بیٹیاں اسنے باپ کو دیکھتے زندان میں آئیں یہ
 لڑکیاں گلی بازار میں لوگوں کو گیت گاتا کرتے ہوئے گنگ کر گزران کرتی
 تھیں زندان میں ایک عہدہ دار بھی موجود تھا۔ شہزادوں کو دیکھ کر
 اُس کا دل بھر آیا اور بے ساختہ شہر ٹپکا تو انہی بیٹیوں کو ایسی حالت
 میں دیکھ رہا ہے کہ پیٹ سے بھوک اور بدن سے ننگی ہیں لوگوں کے
 سامنے گیت گاتی ہیں اور کوڑی پاس نہیں ایک دن ابو ہاشم معتمد کا بیٹا
 زندان میں دیکھنے گیا باپ نے یہ اشتهار پڑھے ”لے قید کیا تو مجھے سلمان
 نہیں سمجھتی نادان یہ شعور نہیچے پر ہما رحم کر۔ اس بچہ کی بہنوں پر بھی
 رحم کر جن کو اس بچے کے ساتھ ہی لوتے غنفل و زہر کا گھونٹ پلا دیا
 ہے۔ لڑکیوں میں سے کوئی تو اس عمر کی ہے جو اس مصیبت کو سمجھ
 سکتی ہے سو وہ اشتهار دہی ہے کہ اس کے اندھا ہو جانے کا ڈر ہے
 کوئی لڑکی ایسی ہے جو کچھ بھی نہیں جانتی وہ صرف چھاتی چوسنے کیلئے
 منہ کا کھولنا جانتی ہے۔ معتمد چیل خانہ کے اندر مشاہدہ میں فوت ہوا۔

ابن تو مرث ہدی الہرعی مشہور ہے ہرما میں فوت ہوا۔ ایک مرتبہ
 مراکش میں چلا جاتا تھا کہ اس کی نگاہ پہاڑی لوگوں کی اور لاد پہنچا
 کہ پہاڑی تو ساندے اور گندیم گوں ہمیشہ چشم ہیں مگر ان کے بعض نے
 خوب شرح و سفید اور گرہ چشم ہیں ابن تو مرث نے جب بہرہ راہ پوچھا تو لوگوں
 نے بتلایا کہ شاہی عہدہ دار جو خراج لینے کے لئے آتے ہیں رات کو ہمارے
 گھروں میں رہتے ہیں اور عورتوں کو آلودہ کرتے ہیں اسی شب ہم کو گھروں

میں ٹھہرنے نہیں دیا جاتا یہ ساری خزانہ اس ظلم کی ہے۔ ابن تو مرثا کی رائے سے یہ سب تو یہ قرار پالی کہ سپاہی آئیں تو ان کی غور میں خوب شراب پلا دیں اس پر عمل کیا گیا اور سب سپاہی بدستی میں قتل کر دیئے گئے۔ کہتے ہیں کہ ابن تو مرثا کی بہن کات لیتی تھی اسی پر دونوں کا گذارا ہوتا تھا۔

ابو الطاهر محمد بن بقیہ اپنے عزالدولہ بن مختار بن معز لدولہ کا باورچی تھا پھر وزیر ہو گیا کہتے ہیں کہ ابن بقیہ نے بیس روزہ میں بیس ہزار خلعت لوگوں کو عطا کئے تھے۔ ابواسحق کا بیان ہے کہ ایک شب جلسہ میں میں موجود تھا۔ ابن بقیہ نے دوسو دفعہ پوشاک بدلی پہلی پوشاک اتار کر انعام میں دے دیا تھا۔ ایک گویا لونڈی یہ دیکھ کر بولی کہ حضور ان پوشاکوں میں شاید بہتر یہ ہوگی جو بدن پر کپڑے رہتے ہی نہیں دیتیں۔ ابن بقیہ ۳۶۷ھ ہجری میں فوت ہوا۔

خلیفہ ہارون رشید کو جعفر برہکی اور اپنی بہن عباسہ سے بہت محبت تھی ایک دن اُس نے جعفر سے کہا کہ میں چاہتا ہوں عباسہ کے ساتھ تیرا نکاح کر دوں مگر میرے بغیر تم دونوں کبھی ایک جگہ جمع نہ ہونا۔ موزنین کا اس بارہ میں اختلاف ہے کہ ہارون رشید کس بات پر جعفر سے ناراض ہوا تھا بعض کا خیال ہے کہ جعفر ہمیشہ عباسہ سے محترم رہا مگر عباسہ نے اپنی ساس کو کہلا بھیجا کہ کسی طرح مجھے میرے شوہر تک پہنچا دے ورنہ میں اپنے بھائی کو تم سے برکتہ کر دوں گی بڑھیلے مان لیا ایک شب جب جعفر نشہ میں چہرہ تھا عباسہ کو بلا کر اس کے پاس بھیج دیا عباسہ رات بھر وہاں رہی چلتے

وقت کہنے لگی وزیر صاحب شہزادیوں کے متکثر سے بھی دیکھے جعفر لہ لا
 شہزادی کون۔ کہا میں عباسہ امیر المومنین کی بہن ہوں۔ خدا کی قدرت
 عباسہ کے لڑکا پیدا ہوا۔ اختفائے راز کے لئے مکہ معظمہ بھیج دیا گیا اس اثناء
 میں سجی کی بیگمات سے بگڑ گئی یحییٰ ناظر حملات تھا شروع شام ہی سے
 آمد و رفت بند کر دیا تھا اور بیگمات ناراض ہوتی تھیں نہ بیدہ خاتون
 نے ہاروں رشید سے شکایت کی ہاروں رشید نے کہا کہ مجھے سجی کی نسبت
 بھی شک نہیں ہو سکتا۔ نہ بیدہ بولی اگر وہ ایسا معتبر ہے تو اس کا بیٹا جعفر
 کیا خاک اڑا رہا ہے۔ ہاروں رشید نے پوچھا کیا۔ کہا عباسہ نے بچہ ضا ہے
 رشید نے کہا ثبوت۔ بولی مکہ مکرمہ میں خود بچہ موجود ہے۔ رشید چھ ماہ
 کے بعد حج کے بہانہ مکہ مکرمہ کو روانہ ہوا عباسہ نے بچہ کو مین بھیج دیا مگر
 رشید کو یہ امر متحقق ہو گیا اور حج سے واپس آکر جعفر کو قتل کر دیا۔ ابن
 بدر دہلوی کہتا ہے کہ علیہ بنت جعفر نے ایک روز ہاروں رشید سے
 پوچھا کہ میں دیکھ رہی ہوں کہ جب سے برآمدہ تباہ کئے گئے حضور کامل خوش
 نظر نہیں آتے ان کے بگاڑ کی وجہ کیا تھی بولا عزیز از جان اگر میں سمجھ لوں کہ
 اس کی اصلیت میرے قہقہوں کو معلوم ہو گئی ہے تو اُسے بھی چاک
 کر ڈالوں۔

اتہمی کہتے ہیں کہ میں ایک دن یحییٰ برمکی کے پاس گیا پوچھا اتہمی تیری
 بیوی ہے میں نے کہا نہیں، کہا کنیز ک ہے۔ میں نے کہا نہیں ایک خادمہ
 ہے۔ یہ سن کر ایک نہایت حسین و ظریف لونڈی کو طلب کیا اور مجھے بخش دیا

میں نے شکریہ ادا کیا مگر لونڈی سٹ پٹائی کہا حضور مجھے ایسے کمرہ المنظر
بند کر شخص کو دیتے ہیں میرے حال پر رحم کریں یہ سچی لے مجھ سے کہا
اگر تم کو اس کے عیوض و نہر اور دنیا و دین دے جائیں تو تم خوش ہو سکتے ہو
میں نے کہا ہاں۔ لونڈی سے کہا اچھا جاؤ مجھ سے کہا میں اس کی ایک حرکت
سے ناراض ہو گیا تھا اور اُسے سزا دینا چاہتا تھا مگر اس کی گریہ و زاری
پر رحم آگیا اور معاف کر دیا میں نے کہا اگر حضور پہلے سے بتا دیتے تو کپڑے
بدل کر بالوں میں کٹکھی کر کے اور خوشبو لگا کر آتا یحییٰ اس پر سنس پڑا اور
مجھے ایک نہر اور دنیا اور عنایت کئے۔

محمد ابن عثمان کا کہنا ہے کہ میں نے ایک روز عید کے دن اپنی والدہ
کے پاس ایک بڑھیا دیکھی جس کی حالت بہت خراب تھی میں نے پوچھا اماں
جان یہ کون ہے کہا جعفر برکلی کی والدہ میں نے ادب سے سلام کیا پاس
گیا پوچھا مائی صاحبہ کوئی بات سناؤ کہا بیٹا ایک عید تو میں نے ایسی دیکھی
کہ چار سو بانڈیاں لونڈیاں خاص میری خدمت میں دست بستہ حاضر تھیں
باس ہمہ میں سمجھتی تھی کہ میرے بیٹے تالانق ہیں اور ایک عید آج بھی ہے کہ
بکیرے کی دو کھالیں ہیں میرے پاس ایک نیچے بچھا لیتی ہوں اور ایک کو
اورھ لیتی ہوں۔

نیز کہیں نے مصریوں سے سبیل چول بڑھانے کے لئے اُن کے رسم و
رواج یعنی اختیار کر لئے تھے وہ کبھی کبھی مصری لباس بھی پہنا کرتا تھا اس
نے نوجوان مصری عورتوں سے اپنے سپاہیوں کی شادی کرائی۔

اور خان (۳۲۶ھ لغایت ۳۵۹ھ) عثمان خاں اول کا چھوٹا بیٹا تھا جو تخت نشین ہوا اس کا نکاح کنٹاکوزین شاہنشاہ قسطنطنیہ کی لڑکی تھیوڈورا سے (۳۲۶ھ) میں ہوا اور خاں نے تھیوڈورا کو اس کے مذہب پر قائم رہنے دیا۔

بازید اول (۳۸۸ھ تا ۴۰۲ھ) کا نکاح سرویا کے بادشاہ اسٹیفن کی بہن ڈیسیپینیا شہزادی سے ہوا تھا جس کی ترغیب سے اُس نے شراب بھی شروع کر دی تھی اور ہمہ تن محل سرا کے عیش و نشاط میں محو ہو گیا۔ سرویا کے حجاب دین صلیب کے ساتھ ان کی طوائفیں بھی آئی تھیں جن سے فوجی کیمپ نشاط محل بن گیا تھا۔

سلیم اول (۵۱۲ھ لغایت ۵۶۲ھ) کے زمانہ میں فلسطین کے مسیحیوں کے ساتھ بحر روم سے کوئی جہاز مسلمان ملکوں کو روانہ نہیں ہو سکتا تھا قیچاق کریمیا اور روم کے مسلمان حج نہیں کر سکتے تھے۔ وینس کی بازار مسلمان عورتوں کی ناموس کی خرید و فروخت کی بڑی منڈی بن گئی تھی مسلمان قیدی مصر لاکر بیچ ڈالے جاتے تھے اور اگر لڑکیاں ہوتیں تو وہ اٹلی کے امرا کے عیش خانوں میں بھیج دی جاتی تھیں۔

مراد ثالث (۵۶۴ھ تا ۵۹۵ھ) پر حرم کی چار خاتونوں کا اثر خصوصیت کے ساتھ بہت زیادہ تھا۔ انصرام حکومت اکھنیا خواتین کی مذہب کے مطابق ہوتا تھا ایک سلطانہ نور بانو دوسری سلطانہ صفیہ خدیوہ کے مشہور خاندان بنو کی رئیس زادہ تھی تیسری ایک ہنگری کی خاتون تھی

اور جو کھتی خاتون جان فدا حرم سلطانی کی مہتمم خاص تھی۔ حرم کی مدخلت سے نظام سلطنت میں طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہو گئیں۔

ابراہیم (۱۶۴۸ء تا ۱۶۸۷ء) بھی عیش حرم میں پڑ گیا تھا اور عثمان سلطنت عورتوں کے ہاتھ میں تھی۔

محمد رابع (۱۶۴۸ء تا ۱۶۸۷ء) کے زمانہ میں حکومت حرم کے ہاتھ میں تھی اور خود حرم میں دو جماعتیں تھیں۔

سلطان ثانی (۱۶۸۷ء تا ۱۶۹۷ء) کے عہد میں فوج نے بغاوت کی اور صدر اعظم سیاوش پاشا کے محل پر بھی حملہ کیا اور اسے قتل کر کے حرم میں داخل ہو گئے اس کی بیوی جو سلطان محمد رابع کی بیٹی تھی نیز اس کی بہن اور دیگر خواتین کی بے حرشتی کی۔

عبدالحمید اول (۱۶۸۷ء تا ۱۷۰۳ء) کے عہد میں روسیوں نے تین دن تک اوکزاکوف کو فتح کرنے کے بعد بوڑھے مسلمانوں بچوں اور عورتوں کو قتل کیا۔ اوکزاکوف کے محاصرے میں اسٹین شاہزادہ پولٹکن کے ساتھ تھا وہ کہتا ہے کہ ”تقریباً چار سو ترک عورتیں اور بچے شہر سے نکال کر روسی فوج کے پڑاؤ پر لائے گئے رات میں سخت برف گر اٹھا اور ان غریبوں کو کپڑے نہ میسر ہونے کی وجہ سے نہایت تکلیف تھی اکثر شدید زخموں میں مبتلا تھے یہ سب بالکل خاموش تھے کوئی عورت نہ روتی تھی نہ چلاتی تھا حالانکہ کسی کا باپ کسی کا بچہ کسی کا شوہر قتل ہو چکا تھا میں نے جو سوال کئے ان کا جواب انہوں نے غیر مضطرب طور پر دیا مجھ کو حیرت تھی کہ

آیا یہ کیفیت تسلیم و رضا اُن کے مذہب کی تعلیم پر مبنی تھی میں آج تک اس کی وجہ نہیں معلوم کر سکا ایک عورت نہایت رنجیدہ اور چپ چاپ بیٹھی تھی میں نے اُس سے ازراہ تسلی و تشفی کہا کہ تم اور مصیبت زدہ عورتوں کی طرح یہ حیثیت مسلمان تکلیف کیوں نہیں برداشت کرتیں اور ہمت سے کیوں کام نہیں لیتی اُس نے یہ پر اثر جواب دیا کہ میں نے اپنے باپ اپنے شوہر اور اپنے بچوں کو قتل ہوتے چوڑے دیکھا ہے اب میرا ایک بچہ رہ گیا ہے میں نے نوراً دریافت کیا کہ وہ بچہ کہاں ہے اس نے ایک بچہ کی طرف جس کے قریب پڑا تھا اور اسی وقت دم توڑا تھا اشارہ کر کے سکوں کے ساتھ کہا کہ ”یہ ہے“ میں اور میرے ہمراہی بے اختیار رو پڑے لیکن وہ ذرا بھی نہ روئی۔ یہ لوگ بارہ دن میرے ساتھ رہے لیکن کسی نے نہ کبھی کوئی شکوہ کیا نہ اپنے صدمہ کو ظاہر ہونے دیا ہر عورت خواہ بوڑھی تھی یا جوان اپنی سرگذشت اس طرح بیان کرتی تھی گویا کسی غیر متعلق شخص کا قصہ کہہ رہی ہے نہ کوئی فریاد تھی نہ ٹھنڈی سانسیں اور نہ کوئی آنسو“

یزید بن عبد الملک نہایت عیش پسند و آرام طلب تھا۔ سلام اور حبابہ اس کی محبوب کنیز کہیں تھیں۔ حبابہ کا کسی معمولی عاوضہ سے انتقال ہو گیا تو یزید نے تین دن تک اس کی نعش کو اپنے محل میں ہی رکھا اور بار بار نعش کو بوسہ دیا اور پیار کرتا تھا۔

بقول خالدہ ادیب خانم (خاتون ترکی) دولت عثمانیہ کا سلطان سلیمان اعظم دراصل خود محکوم تھا اور اس پر اُس کی روسی بگم روکسائیں

کی حکومت مسلط تھی۔

سلاطین عثمانی شادی بیاہ کے معاملہ میں غیر محتاط رہے انہوں نے غیر مسلم عورتوں سے نکاح کرنے میں کوئی غلطی محسوس نہیں کی۔ اور خاں نے کنٹاکوزین کی لڑکی تھیوڈورا سے شادی کی اور اسے دین عیسوی پر قائم رہنے کی اجازت دی۔ اور خاں کے جانشین سلطان مراد اول نے بلغاریہ کے بادشاہ سیان کی لڑکی سے شادی کی سلطان بائیریدرمن نے سرویا کے بادشاہ کی بہن ڈیسنیا سے نکاح کیا۔ ان کے علاوہ غیر مسلم باندیاں اور کنیزیں کثیر تعداد میں داخل محل شاہی رہتی تھیں اس طرح نسل سلطانی میں بھی بہت زیادہ تغیر ہو گیا تھا سلیم ثانی کی ماں روسی تھی اس لئے وہ نصف روسی تھا محمد ثالث نصف اٹالوی تھا اور عثمان ثانی و مراد رابع و ابوالہجیم اول آدھے رومی تھے۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ عیسائی اور یہودی عورتوں کے ساتھ نکاح کر لینا اسلام میں جائز ہے لیکن ایسے تعلقات کے نتائج تباہ کن بھی ہو سکتے ہیں یہی وجہ ہو سکتی تھی کہ جب حضرت حذیفہؓ نے مدائن میں ایک یہودی خاتون سے نکاح کیا تو حضرت عمرؓ نے ان کو تباہ کیا کہ تم اس عورت کو چھوڑ دو۔ حذیفہؓ نے پوچھا کیا یہ فعل حرام ہے حضرت عمرؓ نے پھر جواب لکھا کہ نہیں تم کو قسم دیتا ہوں کہ تم میرے خط کو پڑھ کر اسے ہارت سے رکھنے کے قبل ہی اس خاتون سے قطع تعلق کر لو چکو اندیشہ ہے کہ کہیں مسلمان تمہاری پیروی کر کے ذمیوں کی عورتوں سے نکاح کرنا شروع نہ کر دیں کہ یہ بات

مسلمان عورتوں کے لئے ایک قتنہ سے کم نہ ہوگی، ”بالخصوص یہ فضیل
سلاطین و عمال حکومت کے لئے خراب نتائج کا پیش خیمہ منظور ہوتا
ہے نیز قرآن کریم کی اس آیت کے خلاف ہوتا ہے جس میں فرمایا گیا ہے
کہ ”مشرک عورت سے مشرک ہی نکاح کرتے ہیں“

ہندوستان کے اکثر مسلمان بادشاہوں نے عیش پرستی اختیار کی
اور قیام حرم کے ساتھ بہت سی عورتیں رکھنے لگے۔ بعض نے ہندو عورتوں
سے شادیاں کیں۔ طرفہ یہ کہ اُن کی اولاد جائز بھی منظور کی گئی۔

ترکی سلطنت کے زوال میں یہ بات بھی شامل ہے کہ سلیمان اعظم کو حرم
سلطانی نے اس پر بھی آماؤہ کر لیا کہ وہ شہزادوں کو محل میں بند رکھ کر تعلیم
و تربیت دلانے کا رواج ڈال دے اس رواج کا یہ اثر ہوا کہ تخت نشینی
کے وقت تک وہ قصر شاہی کے باہر قدم نہیں رکھ سکتے تھے اس نئے رواج
تفس خانہ سے وہ عیش و عشرت اور تن آسانی کے عادی ہو گئے اور ان
کی منظر نظر بگیاات سلطنت کے بڑے بڑے عہد سے فروخت کرنے
لگیں۔

عہد نبی امیہ میں ولید ثانی کے دور میں مشرقی طرز حرم اختیار
کیا گیا۔

متوکل نے جو عربی نیمروستھا رسومات و ضیافتوں سے عورتوں کو
علیٰ رکھنے کا فرمان جاری کیا۔

باب ششم

سرگزشت نسوان

اسلامی نقطہ نظر کے علاوہ دنیا میں عورتوں کے ساتھ کیا سلوک ہوا اس کا تذکرہ بھی ضروری ہے۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ خلقی طور پر عورت یقیناً مرد سے کمزور ہوتی ہے تاہم اس کی ساخت میں اہل مغرب نے کچھ خصوصیات بھی پائی ہیں۔

ساخت مغرب والوں نے تحقیقات سے ثابت کیا ہے کہ پانچ برس کی عمر تک لڑکے بمقابلہ لڑکیوں کے لائے رہتے ہیں سات سال کی عمر کو پہنچ کر دونوں برابر ہو جاتے ہیں نو سال کی عمر سے بارہ سال کی عمر تک لڑکے پھر بڑھ جاتے ہیں لیکن تیرہ اور پندرہ سال کی عمر کے درمیان لڑکیاں پھر لڑکوں کے برابر ہو جاتی ہیں پندرہ سال کے بعد ترقی جسم میں نسل ذکر اپنی برتری جاری رکھتی ہے۔

اوسط درجہ کی عورت کا دماغ بمقابلہ اوسط درجہ کے آدمی کے چھوٹا ہوتا ہے اس وجہ سے کہ عورت کا قدمرد کے قدم سے نسبتاً چھوٹا ہوتا ہے۔

نیختہ عمر کے مرد وزن کی جسمانی تنقیح سے جو بعد موت فوراً کی گئی یہ ظاہر ہوا کہ مرد میں پٹھوں اور چربی کا وزن بیا لیشین اور اٹھارہ کے

مناسب سے ہوتا ہے اور عورتوں میں چھتیس اور اٹھائیس کا ہوتا ہے
یعنی عورتوں میں بمقابلہ مردوں کے زیادہ چربی ہوتی ہے چنانچہ چالیس
سال کی عمر میں مرد اپنے انتہائی وزن کو پہنچ جاتا ہے جبہ جبکہ عورت
پچاس سال کی عمر میں پہنچتی ہے۔

بالعموم کسی مرد اور اس کی زوجہ کا جب وہ قریب قریب بیٹھے
ہوں مشاہدہ کیا جائے تو ان کے قدموں کوئی نمایاں فرق نہیں ہوگا لیکن
جب دونوں کھڑے ہو جائیں تو مرد بین طور پر لانا ہوگا اس کی وجہ
یہ ہے کہ لمبائی میں عورت کا دھڑ بمقابلہ مرد کے زیادہ لانا ہوتا ہے اگر
جسم کی پوری لمبائی ستو سے ظاہر کی جائے تو پورے بدن مرد کے دھڑ کی
لمبائی اندازاً تیس اعشاریہ پانچ اور پورے بدن عورت کی چوبیس
ہوگی۔

اگرچہ عورتوں کا دھڑ نسبتاً لانا ہوتا ہے لیکن مارتھ پیر جھوٹے
ہوتے ہیں۔ عورت کے چھوٹے بازو و سجا طور پر اس کو بمقابلہ مرد کے طفلانہ
حرکات کے قریب تر کر دیتے ہیں لیکن یہ امر واقعہ اس مرد کے لئے جو یہ
ثابت کرنا چاہے کہ عورتیں مردوں سے کم درجہ پر ہوتی ہیں کوئی بڑی
وقت نہیں رکھتا ہے کیونکہ عورت سجا طور پر جواب دے سکتی ہے اور
دیا بھی ہے کہ چونکہ ہر وحشی اور لنگور کا اگلا بازو عام طور پر لانا ہوتا
ہے لہذا مرد بمقابلہ عورت کے لنگور اور وحشی سے قریب تر ہوتا ہے۔
ایک اور امر واقعہ جو مردوں کو پریشان کرتا ہے وہ یہ ہے کہ

عورت کا جاڑہ مرد کے مقابلہ میں انائی اور نٹو کی نسبت سے ہوتا ہے اور بڑا جاڑہ ادنیٰ درجہ کے انسان یعنی لنگور کی خصوصیت ہوتی ہے اس سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ یقیناً عامہ کے برعکس مرد بمقابلہ عورتوں کے زیادہ بکواس کرنے والے ہوتے ہیں۔ مسلمہ طور پر عورت کا جاڑہ مرد سے چھوٹا ہوتا ہے۔

عورت کے شانے قطر میں اس کے گولوں سے چھوٹے ہوتے ہیں مرد کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ عورت کے گولے مرد کے گولوں سے بدرجہ اوسط چار اینچ بڑے ہوتے ہیں۔ بیٹل سال کی عمر پر پیمائش واقعی سے معلوم ہوا کہ عورت گولوں کے گرد مرد کے مقابلہ میں نصف اینچ کم تھی پھر جب اسی عمر کے برابر قد والے مرد اور عورتوں کو لیا گیا تو گولوں کی گولائی عورتوں میں بمقابلہ مردوں کے چھ اینچ زیادہ تھی۔ گزشتہ ایک سو برس کے اعداد و شمار سے ظاہر ہوا ہے کہ پانچ سے پندرہ سال کی عمر کے بچے قطعاً عضو بمقابلہ مردوں کے بہتر طور پر برقرار کرتے ہیں اور عورتیں مردوں کے مقابلہ میں زیادہ اچھی طرح برداشت کرتی ہیں قطعاً عضو کے اعداد سے ثابت ہو چکا ہے کہ ایک ہزار دوسو چالیس مردوں میں چار سو اکتالیس اموات واقع ہوئی یعنی پچیس اعشاریہ پانچ فیصدی اسی کے مقابلہ میں عورتوں کی دو سو چوبیس میں تیرائی سو گولوں کی یعنی اسی اعشاریہ تین فیصدی شرح تھی۔ اعداد و شمار سے ظاہر ہوا ہے کہ وہ عورتیں جن کی پیدائش

موسم بہار میں ہوتی ہو زیادہ عرصہ تک زندہ رہتی ہیں کیونکہ سال کے اس موسم میں پیدا ہونے والوں میں سب سے زیادہ قوت ہونا خیال کیا گیا ہے اور یہ پیدائش لازمی طور پر انات کی ہونا چاہیے کہ یہ ہی نصف نازک باوجود اپنی تمام کمزوریوں کے ثابت کر چکی ہے کہ وہ بمقابلہ مرد کے زیادہ قوت برداشت کی حامل ہوتی ہے۔

۱۹۳۶ء کے جرمنی اعداد سے یہ معلوم ہوا کہ وہ ۱۱ لاکھ مردوں ہیں دو سو دس اور وہ ۱۱ لاکھ عورتوں میں تین سو دس کی عمر ایک سو دس کی ہوتی ہے۔

ایک لاکھ اشخاص کو ریں سے جو ایک ہی دن پیدا ہو گئے ہوں چھاسٹھ سال گزرنے پر نصف سے زائد نہ مارے جائیں گے یہ ہی تناسب ایک لاکھ عورتوں کی بابت اڑتیسٹھ سال گزرنے پر صادق آئے گا۔ کل مردوں میں سے ایک تہائی سے زیادہ بتدریج سال تک زندہ رہتے ہیں اور کل عورتوں میں سے ایک تہائی پچیس سال تک زندہ رہتی ہیں۔ انگلستان میں ایک ہزار میں سے سات سو پچاس مرد چھاس سال کی عمر تک اور سنبھلہ ایک ہزار عورتوں کے ساتھ سو نوے عورتیں نصف صدی کی عمر حاصل کرتی ہیں۔ ایک صدی عمر پانچواںوں کے اعداد اور بھی تعجب خیز ہیں۔ یعنی ایک لاکھ مردوں میں سے پندرہ اور ایک لاکھ عورتوں میں تیریسٹھ۔ فرانسی میں ایک صدی عمر پانچواںوں میں سے ہر دس میں سات عورتیں یقیناً پورے ۱۱۱ میں سوڑ عورتیں بنتیں۔ ہر ایک

متحدہ امریکہ میں ۲۰ ہزار پانچ سو تراسی عورتیں بمقابلہ ایک ہزار تین سو اٹھانوے مردوں کے شوہروں کی عمر تک زندہ رہتے ہوئے پالی ہو گئی ہیں۔ بایں ہمہ وسط عمر عورت کے لئے بمقابلہ مرد کے زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔

عورتوں کی امید زیت بمقابلہ مردوں کے تین اعشاریہ تین برس زیادہ ہوتی ہے اس کے کئی وجوہ ہیں۔ عورتوں میں جسمانی برداشت کی زیادہ قوت بمقابلہ ہوتی ہے اُن کو کم پریشانیاں ہوتی ہیں اور اُن کی زندگی بالعموم بہت محفوظ رہتی ہے۔

کسی مرد کی مدت حیات میں جو معتدل زندگی بسر کرتا ہو اور جس کے اعضاء تندرست ہوں تینتالیس اور پچپن کی عمر کے درمیان بہترین زمانہ ہوا کرتا ہے اور عورت کا پچیس اور چالیس کی عمر کے درمیان

عرب قدیم
ریگستان گوبی۔ ترکستان۔ پرمی رینیا۔ جاوا۔ برنل
اسکینڈی نیویا۔ ہانڈورا۔ جنوبی افریقہ۔ کانگو۔

شمالی امریکہ حتیٰ کہ آرکٹک میں اصل گہوارہ تمدن کی جستجو کی جا چکی ہے ماہرین و مستندین حال نے جس مقام کے لئے سب سے زیادہ زور

دیا ہے وہ مالک عرب ہیں جہاں سب سے زیادہ قدیم آثارات پتھر کی عمارتوں کے پائے گئے ہیں۔ معین۔ سبا۔ شینا۔ بابل۔ یور۔ کش۔

نہر۔ یوروق یا اریق۔ نعاش۔ ادب۔ مالک عرب کے وہ شہر ہیں جہاں کھدائی کی مہات کی گئیں اور یہ شہر قدیم ترین تمدن کا نمونہ ثابت

ہوئے ہیں۔ دستیاب شدہ آثارات سے قدیم روایات عرب کی پوری طرح تصدیق ہوتی ہے اور بلاشبہ واضح ہوتا ہے کہ دنیا کے تمام رسم و رواج اور عقائد و اہام کا سرچشمہ یہی ممالک عرب تھے۔

ایک زمانہ وہ تھا کہ عرب کا ہر گھر سیکڑہ بنا رہتا تھا۔ گھر کی عورتیں ساتی بنا کرتی تھیں۔ معینہ عورتیں گاتی بجاتی تھیں اور اسی عالم جمجھوری میں بے شرمی کی باتیں ہوتی تھیں۔ شراب پر صدر ہا اشعار کہے جاتے تھے جیسا کہ قبیلہ تغلب کا ایک شاعر کہتا ہے کہ "اے عمرو کی ماں تو نے ہم سے پیالہ سٹالیا حالانکہ پیالے کا دور داہنی طرف تھا پھر تیرا وہ ہم نشین جس کو تو نہیں پلاتی تین میں سب سے بدتر نہیں"۔

عورتیں کاہنہ ہوا کرتی تھیں جو آئندہ کی پیش گوئی کرتی تھیں۔ اہل عرب کا خیال تھا کہ ہر شاہ کے ساتھ ایک شیطان رہتا ہے۔ وہی شاعر کو اشعار القا کرتا ہے اسی لئے مخمل شاعر کی شیطانہ عمرو کی بیٹی بھی جاتی تھی۔

سفر میں جاتے تو کسی درخت میں ڈورا پیٹ کر گرہ لگا دیتے اور واپس آکر دیکھتے اگر گرہ کھلی ہوتی تو سمجھتے کہ ان کی عورت نے بدکاری کی قمار بازی میں اپنی بیویوں کی بھی بازی لگاتے تھے۔

عرب میں عورتوں کو رہن رکھا جاتا تھا اگر مبیعا و معینہ کے اندر ان کو نہ چھڑایا جاتا تو مرتن مالک ہو جاتا تھا۔ ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کی عورتوں کو کپڑے بیچ ڈالتا تھا۔

دو آرتھ کے گرو عورتیں اور نوجوان لڑکیاں ظرافت کرتی تھیں۔
 امراء القیس نے کہا سچے کہ "ہزارے ساٹھ ہزاروں کا ایسا گرو جس کی ہر نیاں
 دو آرتھ (بیت) کی کنواری لڑکیاں معلوم ہوتی تھیں گویا بڑے بڑے دامنوں
 کی چادر پی اوڑھے تھیں۔

حیرہ کے عرب باہر شاہوں نے عیانی عورتیں بھی محل میں داخل
 کر لی تھیں۔

اہل یمن (مستلمہ تاملہ قبلی یمن) کے شرفاء خاندان کی لڑکیاں
 بدترین اخلاق کا نمونہ تھیں ان عورتوں نے نوجوان اسرائیل کے نوجوان سپاہیوں
 کو قابو میں لاکر سردار سے باغی کرادیا اور تیوں کے سامنے سجدہ کرایا اور ان
 پر قسریاں چڑھوائیں۔

اہل عرب لڑکیوں کی پیدائش سے ناغوش و ناراض ہوتے تھے اور
 ان کو ہلاک بھی کر دیتے تھے۔

عرب کے لوگ زنا کو جائز سمجھتے تھے فاحشہ عورتیں گھروں کے سامنے
 جھنڈیاں لگا کر بیٹھتی تھیں۔ اور صاحب الرایات کہلاتی تھیں ان کی اولاد
 جائز سمجھی جاتی تھی۔ رؤسا لونڈیوں کو حکم دیتے تھے کہ بدکاری کے ذریعہ
 سے کچھ کمالیں اور ان کی نذر کریں۔ کوئی دلیر و قوی شخص ہوتا تو اپنی عورت
 کو اس کے پاس بچھڑتے کہ اس سے ہم بستر ہو۔ اس طریقہ پر جو بچہ پیدا ہوتا تو
 یقین کر لیتے کہ اس میں بھی قوت و دلیری کے اوصاف ہوں گے۔ کچھ مرد جن
 کی تعداد ہر ایک وقت دس سے زیادہ نہیں ہوتی تھی کسی عورت کے پاس

جاتے اور سب اُس سے ہم بستر ہوتے عورت عالمہ ہو کر جب کچھ جنتی تو اُن
سب کو بلواتی اور اُن میں سے کسی ایک سے کہتی کہ یہ کچھ تمہارا ہے اُس
شخص کو ماننا پڑتا اور وہ بچہ اُسی مرد کا کہا جاتا اگر کسی غاصبہ عورت کے بچے پیدا
ہوتا تو وہ قحافہ شناس کو بلاتی وہ بچہ دیکھ کر کہتا کہ فلاں مرد کا بچہ ہے عورت
اُس مرد کو بنا کر کہتی کہ یہ کچھ تمہارا ہے۔

ایک دستور یہ تھا کہ عورت سے مدت معینہ کے لئے تعلق عہدہ کیلئے پانچ
مدت گذر جانے کے بعد عورت کی اجرت معینہ ادا کر کے اس کو الگ کر دیتے
اس کو ستعہ کہتے تھے۔

عورتوں کو اکثر گھوڑے کی دم سے باندھ کر گھوڑے کو سرنگ و دوڑا
دیتے جس سے اُن کے بدن کے ٹکڑے اڑ جاتے تھے سلاطین اور روسا
عرب بیشتر یہ سزا دیا کرتے تھے۔

عہدہ جہالت کے حج میں نہاروں آدمی برہنہ ہو کر کعبہ کا طواف کرتے
اور وہی حال عورتوں کا بھی ہوتا تھا۔ نہایت بڑے وقت پر وہ نہیں کرتے تھے
کھلے میدان میں نہتے ہو کر نہایت کھتے نہ پاخانہ پشیا ب کے وقت پر وہ کرتے
تھے۔ آپس میں ایک دوسرے سے اپنی عورتوں سے ہم صحبتی کے حالات
بیان کرتے تھے۔ سوتیلی ماں کو وراثت میں حاصل کر کے اس کو اپنی زوجیت
میں لے لیتے تھے۔

مشرکہ میں عورتوں کو کچھ نہیں دیتے تھے ان کا اصول تھا کہ تو کہ
اُسی کو ملنا چاہیے جو تمہارا چلائے۔

مفتوحہ قبیلہ کی عورتیں عین میدان جنگ میں فاختین کے تصرف میں لائی جاتیں۔ اگر صلح ہو کر عورتیں واپس کی جاتیں تو ان کو بدستور گھروں میں داخل کر لیا جاتا۔ فاختین اس تصرف پر ناز کرتے۔ بنو عتبہ نے جب بنو عامر پر فتح پائی تو ان کی عورتوں کو عین میدان جنگ میں رسوا کیا۔ فرزدق شاعر نے اس واقعہ کی طرف ذیل کے شعر میں اشارہ کیا ہے :-
 ”تو لوگ عورتوں پر متصرف ہو گئے اور اگر کوئی پردہ درمیان میں تھا تو صرف انہیں سے تھے“

طلاق کے لئے کوئی شرط اور عدت نہیں تھی جب تک شوہر چاہتا عورت شوہر سے علیحدہ رہتی اور کسی اور سے شادی بھی نہیں کر سکتی تھی نکاح کی کوئی تعداد نہیں تھی آٹھ آٹھ دس دس بیویاں رکھنا معمولی بات تھی۔ حقیقی بہنوں کے ساتھ بیک وقت نکاح جائز تھا۔ ایام کے نہ مانہ میں عورتوں کو علیحدہ کر دیتے اور ان کے ساتھ کھانا پینا چھوڑ دیتے تھے۔

عورت جب بیوہ ہو جاتی تو گھر سے باہر کسی تنگ کوٹھری میں اس کو رکھا جاتا اور خراب سے خراب کپڑے پہنے کو دیئے جاتے کسی قسم کی خوشبو استعمال نہ کر سکتی اس کیفیت میں جب ایک سال ہو جاتا تو ایک بکری یا گدھا لاتے اس سے وہ اپنا جسم سس کرتی پھر کوٹھری سے باہر نکال کر اس کے ہاتھ میں منگنی دی جاتی وہ اس کیلے کر پھینک دیتی تب سوگ سے نکلنے دی جاتی

عورت کا ہر باپ کو ملا کرتا تھا عورت کو ہر سے کوئی علاقہ

نہ ہوتا۔

گھر میں لڑکی پیدا ہوتی تو بڑا غم ہوتا اور باپ کو نہایت شرمندگی ہوئی اسی بناء پر دختر کشی رائج ہو گئی۔ لڑکی کو زمین کھود کر نہ کاڑ دیا جس کو عربی میں واؤ کہتے تھے۔

عورت بیوہ ہو کر شوہر کے ورثہ کی میراث ہو جاتی تھی ان میں جو کوئی اگر بیوہ پر چادر ڈال دیتا تو وہ اس کی جائز مدخلہ ہو جاتی۔ اجنہ مذکر اور مؤنث دونوں مانے جاتے تھے۔ مؤنث اجنہ کو سداۃ کہتے تھے۔ عمرو بن یعوہ ایک سربرآوردہ شخص تھا۔ اس نے بعللہ سے نکاح کیا اس سے اولاد ہوئی اور کہا گیا کہ بلقیس ملکہ یمن سداۃ ہی کے بطن سے تھی۔

متاخر زمانہ کے جو آثار و سیلاب عہد کے ہیں ان میں بیل کے سر کا نقش مرد یا عورت کی نقویر بھی بنی ہے بعض میں مقدس مذہبی درخت کی تصویر ہے جس کے سامنے اس کے پجاری موجود ہیں۔ بیل کے علاوہ سانپ وغیرہ کی برنجی صورتیں بھی ملی ہیں ال عرب سانپ کو نہیں مانتے تھے۔ بیل کے کندروں میں جو آثار ملے اور کتبات پڑھے گئے ان میں مذکر معبودوں کے علاوہ مؤنث دیویوں کے نام بھی ہیں۔ سن (چاند) شمش (سورج) اشتر (محبت و حسن کی دیوی) ہلیت (سین طاقت کی دیوی) کچھ نام پائے گئے ہیں۔

مسلمانوں کو دوسری یا تیسری صدی میں یمن کے ایک کتبہ میں یہ تحریر ملی تھی کہ ”شہر عیش بادشاہ نے یہ سورج وی کے لئے بنایا“
 صنعاؤ کے کلیسا میں کعبہ اور اس کی بی بی کے دو بت پوجے جاتے تھے۔ قبائل اوس و خزرج کی مخصوص دیہی متاعہ تھی۔ مقام نخلہ پر ایک دیوی تھی جس کا نام عززی تھا۔

تھم کے قبیلہ کبتوں میں سے ایک کتبہ کا اندراج بدین معنی ہے :-
 ”یہ قبرستان مکہ بنت وائلہ بنت حرم اور اس کی لڑکی کلیبہ نے اپنی اور اپنی اولاد کے لئے ماہ طیبہ میں عارث شاہ اثناط محب قوم کی بی بی سال جلوس میں بنوایا۔ ذوالشرعی اور رخیسی اور لات اور عمدہ اور منوات اس پر لعنت کریں گے جو اس قبرستان کو فروخت کرے گا یا مولے گا یا رہن رکھیں گے یا کوئی لاش نکالے گا۔ یا اس میں مکہ اور اس کی بی بی اور اس کی اولاد کے علاوہ کسی اور کو دفن کرے گا اگر کوئی اسی وصیت کے خلاف ورزی کرے تو ذوالشرعی۔ پہلی اور منوات اس پر پانچ لعنتیں بھیجیں اور کاہن اس پر جرمانہ کرے جس کی تعداد ایک ہزار درہم عاری ہو۔۔۔۔۔“
 ایک کتبہ کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ حضرت یوسفؑ کے زمانہ میں یمن میں ایک ملکہ تھی جس کا نام تاجہ تھا اور اس نے زمانہ مخط میں قاصد کو حضرت یوسفؑ کے پاس روانہ کیا تھا چنانچہ ابن ہشام دستار میں نے لکھا ہے کہ یمن میں ایک دفعہ سیلاب سے ایک قبر کھل گئی تو ایک عورت کی لاش پر آئی اس کے گلے میں موتیوں کے ساتھ لہر اور انگلیوں میں

مرصع انگوٹھیاں تھیں اس کے سر ہانے ایک لوح مکتی جس پر یہ کتبہ تحریر تھا:۔
 ”خیرے نام پر جو عمیر کا خدا ہے میں ذو شکر کی بٹی تاجہ ہوں میں نے
 اپنے قاصد کو یورسٹ کے پاس بھیجا تھا اس نے جب دیر لگائی تو میں نے جاندی
 پھر سونا بھیجا لیکن کچھ حاصل نہ ہوا پھر میں نے حکم دیا کہ میرے جواہرات پیس کر آنا
 بنایا جائے لیکن وہ بیکار رہا جو شخص میرا حال سنے اس کو میرے حال پر رحم کرنا
 چاہئے جو عورت میرے زور پہنچے گی وہ میری ہی موت مارے گی“۔

تدمر ملک شام (عرب) کا ایک مشہور مقام تھا یہاں کی ملکہ زباہ تھی
 جس کا نام اہل عرب میں مشہور اور ضرب المثل تھا

شمالی عرب میں عراق کے منقص آثارات قدیم سے تین چار حکمران عورتوں
 کے نام دستیاب ہو چکے ہیں ایک ملکہ عربہ کا نام شمسہ تھا۔

عراق کے کتبات میں قیدار کا ذکر آیا ہے اور بنی قیدار میں دو شہزادیوں
 کے نام ملے ہیں ایک زبیبی اور دوسری سمعی۔

ہیامہ کی زرقا کے متعلق مشہور ہے کہ وہ اس درجہ تیز نظر تھی کہ دشمن
 کی فوج کو تین یوم کی مسافت سے دیکھ لیتی تھی۔

تیسری صدی عیسوی میں طرب کی ملکہ ذنوبہ کی طاقت و سلطنت کا
 دار السلطنت تدمر تھا وہاں کے آثارات میں پچاس ستونوں کا خوبصورت
 سلسلہ برآمد ہوا ہے یہ عمارت سورنہ دیہی کے مندر کے لئے بنائی گئی تھی۔

خانہ کعبہ میں علاوہ بتوں کے رنگین نقوش ویرکھی تھیں انہیں بن حضرت
 مریم کی تصویر بھی تھی عرب میں عورتوں کا ایک فرقہ تھا جو بی بی مریم کو خدا

ان کو پرستش کرتا تھا۔

فرشتوں کے متعلق اہل عرب کا عقیدہ تھا کہ یہ اللہ کی بیٹیاں ہیں ان کے نزدیک خدائی کارخانہ عورتوں ہی کے ہاتھ میں تھا اسی لئے قرآن مجید کی سورۃ النسا میں اسی تعالیٰ کا ارشاد ہوا ہے کہ اللہ خدا کو چھوڑ کر یہ عورتوں کو پکارتے ہیں۔

بتوں کو بلند مقامات پر رکھتے تھے۔ ان پر قربانیاں چڑھاتے تھے اور بخور جلاتے تھے۔

مصر۔ یونان۔ روم۔ ہندوستان اور کائنات میں اولاد کو بتوں ایران و ہند قدیم اور وسطیٰ ہندوستان میں ذخیر کشی کی کثرت تھی۔

اسپارٹا اور روم میں بد صورت اولاد کو راستہ پر پھینک دیتے تھے۔ یونان میں ارسطو اور افلاطون جائز رکھتے تھے کہ منہیت اولاد ضائع کر دی جائے۔

ہندوستان کے ویدک عہد میں عورتوں کو محکومیت و غلامی کا درجہ دیا گیا۔ کسی اعلیٰ ذات کے مرد کا کسی کمتر ذات کی عورت سے زنا کرنا جرم نہیں تھا۔ لوگ بیویوں کو رہن رکھ کر قرض لیا کرتے تھے اور قمار بازی میں عورتوں کی بازی لگاتے تھے۔ بدہ راہیہ کی عصمت درسی کی سزا میں موت کچھ جرمانہ تھا۔

ایران میں مانی نے یہ تعلیم دی تھی کہ دنیا سے گوشہ گیری کر کے

اس کو ویران و برباد کر دیا جائے اور ترک ازواج سے نسل انسانی کو منقطع کر دیا جائے تاکہ بدی کا خاتمہ ہو جائے۔

ہندوستان کے جین مذہب والے ننگی عورت اور ننھے سادھوؤں کی پرستش کرتے تھے۔ گوتم بدھ جین لوگوں کے ننگا رہنے اور فاقہ کشی کر کے جان دینے کو برا خیال کرتے تھے۔

ہنود کے دیوتا مذکر و مؤنث دونوں ہوتے تھے۔ عرب سیاح جو سندھ اور دکن کے شہروں اور ساحلوں سے گزرے انہوں نے معبدوں میں بجا رسی عورتوں اور دیوداسیوں کی جو اخلاقی کیفیتیں لکھی ہیں وہ حدود درجہ شرمناک ہیں ایک عورت کے کئی شوہر ہوتے تھے وہ بیوہ ہو کر زندگی کی ہر لذت سے محروم رہتی تھی شوہر کے مرنے پر اس کی بیوہ کو زندہ نذر آتش کر دیا جاتا تھا۔ بعض فرقوں میں عورتیں مرد کو اور مرد عورتوں کو ننگا کر کے پوجتے تھے۔ شراب پی کر ایسے بدمست ہوتے تھے کہ کھیراں ہیں اپنی اور پرانی کی تمیز باقی نہیں رہتی تھی اور اس کو وہ لیلی کا کام سمجھتے تھے۔ راجاؤں اور امراء کی بیویوں کی تعداد مقرر نہ تھی عورتیں فروخت کی جاتی تھیں۔

مصریوں نے جب عورتوں کو بادشاہ بنانا شروع کیا تو شام کے بادشاہ ولید بن دوسع نے ان پر حملہ آور کیا اور مصریوں کو اس کی بادشاہی قبول کرنا پڑی۔ مصر میں کئی مشہور حکمران عورتیں گذری ہیں جن میں کلویطرا عاشق فیط۔ اور خطاری زیادہ نامور ہوئیں۔

ایران میں یاب کا بیٹی کر اور بھائی کا بہن کو زوجیت میں داخل کرنا
 معمولی بات تھی یا پنجویں صدی عیسوی کے وسط میں یزدجرد وہاں کا بادشاہ
 تھا اس نے اپنی بیٹی سے عقد کیا اور اس کے بعد بیٹی کو قتل کر دیا۔ عورتوں کو
 بد اخلاق اور بے وفا سمجھنا اور اُن پر کوئی اعتماد نہ کرنا ایران کے قدیم تمدن
 کا جزو اعلیٰ تھا۔ قباد اول کے زمانے میں ایک شخص مزدک گذرا۔ اس کی
 تلقین تھی کہ عورت اور دولت کسی ایک شخص کی ملکیت نہیں ہو سکتی ان کو
 کل جماعت میں مشترک رکھنا چاہیے۔ مزدک کے نزدیک کسی ایک مرد کی
 بیوی کسی دوسرے مرد کے ساتھ ہم بستر ہو سکتی تھی اس اصول کو عیش پرستی
 اور ہوس رانی کی خاطر امیر اور غریب دونوں نے بخوشی مان لیا تھا۔

۱۳۰ھ کی ایک روایت بیان کی گئی ہے کہ روم میں پادریوں کے ایک
 اسقف اعظم سنیٹ سرل کی ملاقاتی خاتون ہیشیا نامی تھی ایک اور درگاہ سے
 واپس آرہی تھی کہ راہبوں کے ایک گروہ نے اس پر حملہ کر کے گاڑی سے اتار لیا
 پھر اس کو ننگا کیا اور گھسیٹتے ہوئے تفریح گاہ میں لائے وہاں پادری پیر کے
 گہرے سے اُس کا خاتمہ کر دیا۔

ہندوستان کا ایک قدیم رواج یہ بھی ہے کہ لڑکیوں کی شادی کم سنی میں
 کی جاتی ہے۔ عورتیں جامد اور کی مالک نہیں ہو سکتیں۔ لڑکی کو مصیبت کی جبر اور
 لڑکے کو آسمانی روشنی کہا جاتا تھا۔ شاہزادیاں اپنے شوہر خود پسند کرتی تھیں
 جس کے لئے سو بھیر کا رواج تھا۔ عورتوں کو تعلیم سے محروم رکھا جاتا تھا برہمن
 لڑکی غیر برہمن سے شادی نہیں کر سکتی تھی۔ بیوہ کی شادی ناجائز تھی۔ نیچے طبقہ

کے لوگ بالکل برعکس رہتے تھے۔ عورتیں کم کر کے نیچے صرف ایک کم چوڑا کپڑا
 لپیٹ لیتی تھیں۔ تعلیم کے متعلق ان کا یہ کہنا تھا ”عورت کو تعلیم دینا الیسا
 ہے گویا بندر کے لڑکھوں میں چھری دیدی“ پر وہ بالکل مفقود سمجھ کر
 کے ایک منتر میں یہ کہا گیا ہے کہ ”یہ مبارک دہن ہے آؤ اس کو دیکھو“ دوسرے
 منتر میں یہ امید ظاہر کی گئی ہے کہ ”اے دہن تو شاد اور مطمئن رہ کر فام جلاو
 میں تقریر کرنے کی ہمت حاصل کر“ جب کسی حسین یا خوشنما شے کا تذکرہ کرنا ہوتا
 تو شاعران وید اس خوش پوشاک خاتون کا تخیل کرتے جو کسی کام کے لئے
 باہر جا رہی ہو اور یہ تشبیہ معنیہ معیار ہوتی تھی۔ ترقی معاشرت کے زمانہ
 میں لڑکے اور لڑکیاں ساتھ ساتھ بڑھتی لکھتی تھیں چنانچہ لڑکا اور لڑکی
 نے اتر پوسی کے پاس تعلیم حاصل کی تھی جس کی کٹی و الملکی میں کٹی۔ مالتی
 مادہ کے پڑھنے سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ کندہ کی نے مالتی اور مادہ کی
 شادی کرانے میں گہری دلچسپی لی تھی اس لئے کہ وہ اُن کے والدین کے
 ساتھ ہم کتب رہتی تھی۔ ویدوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اکثر عشقیہ
 شادیاں بھی ہو کر تھیں اور قبل سنا کھت عاشق و معشوق ایک دوسرے
 سے ملاقاتیں کرتے تھے اور ایک دوسرے کے ساتھ سیر کیا کرتے
 تھے۔ کہا مورتا میں عشقیہ شادیوں کی زیادہ تفصیلات مذکور ہیں جس سے
 واضح ہوتا ہے کہ ہندو قوم میں کسی قسم کا پردہ نہیں تھا۔ رزمیہ نظموں میں
 بھی پردے کا وجود نہیں پایا جاتا قمار خانہ میں درویدی کا سب کے سامنے
 آنا ثابت کرتا ہے کہ پردے کا کوئی سوال ہی نہ تھا۔ اسی طرح نہ تو کنڑی نہ

ہی گندہری پر وہ کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ اجمود ہیا کو واپس آنے کی ترغیب دینے کے لئے جب بھرت کے ساتھ کونڈیا۔ کیلنی اور سومترا چتر کوٹ جاتی ہیں تو کسی جگہ یہ بیان نہیں کیا گیا کہ وہ ڈیرے خیموں میں کسی پردے کے ساتھ گئی تھیں۔ ہندو ڈرامہ "سواپنا و سارنا" میں پرتی مہرین بے پردہ دکھائی گئی ہے۔

ہندو اپنی عورتیں اور لڑکیاں مندروں کے لئے بھی وقف کر دیا کرتے تھے۔

قدیم قانون روم میں باپ کو سب سے زیادہ اختیارات حاصل ہوتے تھے اُس کو اپنے افراد خاندان کے متعلق زندگی اور موت کا اختیار حاصل ہوتا تھا وہ ان کو فروخت بھی کر سکتا تھا روم کی نابالغ یا غیر شادی شدہ لڑکی یا عورت تاحیات پدر اپنے باپ کے اور بعد ممات پدر اپنے سب سے قریبی رشتہ دار ذکور کے قبضہ و اختیار میں رہتی تھی شادی ہو جانے پر وہ کلیتاً اپنے شوہر کے اختیار و تصرف میں آ جاتی تھی۔

سری رام چندر جی کے والد مہاراجہ دسرت کی تین بیویاں تھیں۔ سری کرشن جی کی سینیٹرول بیویاں تھیں آٹھ عام طور شیم کی گئی ہیں۔ راجہ پانڈو کے جد امجد کی دو بیویاں تھیں راجہ شنشنتن اور بہتراریج کی دو بیویاں تھیں۔

ہرش ور دھن جو ششہ سے ششہ تک حکمران تھا اُس کی بہن راجشوری کی شادی بارہ سال کی عمر میں ہوئی تھی ہرش کی ماں شوہر کے بعد

جل کر مر گئی تھی لیکن راجپوتوں نے اس وقت بچا لیا جب کہ وہ
جل کر مرنے کی تیاری کر رہی تھی۔

راجپوتوں کی عورتیں بہادر ہوا کرتی تھیں۔ ہندو میں اکثر حکمران عورتیں
بھی ہوتی ہیں۔ بارہویں صدی عیسوی کے آخر میں کاکتی خاندان کا راجہ گنپتی
ہوا۔ اُس کی وفات کے بعد اس کی بیٹی رودر مل نے بیس سال تک ملک
دکن میں حکومت کی۔

مورخ ابیرونی کے بقول ہندو مغربہ ہوتے تھے غیر ملکوں کے ساتھ بڑا
پر تاؤ کرتے تھے۔ ذات پات کی تفریق تھی۔ کم عمری کی شادی کا رواج تھا۔
ماں باپ شادی کا معاہدہ و انتظام کرتے تھے۔ طلاق کا ہمیشہ سے کبھی کوئی
نشان نہیں پایا گیا۔ بیوہ کی دوسری شادی نہیں ہوتی تھی۔

مہاراجہ رام سنگھ نے قوت ہوا۔ اس کے بعد اس کی رانی تارا بانی
مغلوں سے برسرِ پیکار رہی یہ رانی نہایت دانشمند اور بیدار مغز تھی۔
مغل بادشاہ اکبر نے سنی کی رسم ممنوع قرار دی۔ اس بادشاہ نے
کم سنی کی شادی کا بھی انسداد کیا تھا لیکن خود اس کی کئی بیویاں تھیں۔ صرم سرا
میں مسلمان بیگمات اور ہندو خواتین کی مساوی عزت ہوتی تھی۔

اورنگ زیب کے زمانہ میں ہندو نے ایک نئے فرقہ کی ایجاد کی تھی
یہ لوگ بھگتی اور مسنرات کے وعظ کہتے تھے۔ مرد و عورت و تیویا دکرشن بلی
کی پوجا کے لئے مندر میں جمع ہوتے تھے۔ ذات پات کی تقسیم کو مذموم کہتے
تھے۔

اٹلیہ میں کھوند قوم کے لوگ آدمیوں کی قربانی کرتے تھے۔ عورتوں کو فروخت کرتے تھے۔ کاٹھیاوار اور راجپوتانہ کے بعض حصوں میں دختر کشی کا رواج تھا۔ ۱۸۳۳ء کے قانون کی رو سے ان باتوں کا معہ ستی کے انسداد کیا گیا اور غلامی کو بھی ممنوع قرار دیا گیا۔

اول زمانہ عیاسیت میں کھریہ بت پرستی بھی خفیہ طور پر ہوتی تھی ایسے بت پرستوں کو جادوگر کہا جاتا تھا عیاسی گر جانے ایسے لوگوں پر جادوگر۔ شیطان اور کافر ہونے کا الزام لگایا تھا۔ سب سے پہلی ڈائن عورت ۱۷۲۷ء میں روم میں جلانی گئی۔ چھبیس اول (۱۶۰۳ء تا ۱۶۶۶ء) بادشاہ انگلستان کے عہد حکومت میں سینکڑوں عورتیں ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر اسی جرم میں بے گناہ مار ڈالی گئیں آخری ڈائن انگلستان میں ۱۷۸۸ء میں جلانی گئی۔

یہ بات بھی مانی ہوئی ہے کہ مالک یورپ میں عورتیں حکمراں ہوتی رہی

ہیں۔

لذکا کی قدیم چٹانوں میں مصوری کے آثارات دستیاب ہوئے ہیں جو پانچویں صدی قبل مسیح کے ہیں ان میں ایسی نوجوان عورتوں کی تصویریں ہیں جو نصف حصہ جسم تک بادلوں سے نکلتی ہوئی ہیں اور زمین پر پھول برسا رہی ہیں۔

جنوبی اطالیہ میں پانچویں صدی قبل مسیح کے آخر حصہ میں ایک نامور مصور گنڈراسے جو برہنہ عورتوں کی تصویر کشی میں مشہور تھا۔

آئی اور نیا کا بہترین معرور چوتھی صدی قبل مسیح میں اپیلیس تھا اس نے اپنی بہترین صنعت ”ایفرو ڈائٹ انا بوی“ نامی تصویر میں ظاہر کی ہے اس تصویر میں اس نے یونان کی ”حس کی دیوی“ کو دکھایا تھا جو سمندر میں پیدا ہو کر جب باہر نکلتی ہے تو اپنے بالوں سے پانی بخوڑ رہی ہوتی۔
 رومن لاکے جو جنب جو کئی یورپ کا سنگ بنیاد تھا عورتوں کے حقوق پہنچتے کہ وہ شادی کے بعد شوہر کی زیر خرید جائداد ہو جاتی تھی اس کا کل مال و متاع شوہر کا ہو جاتا تھا وہ جو کچھ زرو مال پیدا کرتی تھی سب شوہر کا مملوکہ ہوتا تھا۔ وہ کوئی عہدہ نہیں پاسکتی تھی۔ وہ کسی کی ضمانت نہیں دے سکتی تھی وہ کوئی وصیت بھی نہیں کر سکتی تھی۔

یورپ میں ایک جلسہ بد میں غرض منعقد ہوا تھا کہ آیا عورت میں روح ہوتی ہے یا نہیں۔ جلسہ نے بڑی فیاضی سے کام لے کر یہ طے کیا کہ عورت نوع انسان میں داخل ہے اس لئے ذی روح بھی ہے لیکن اس کے پیدا کرنے کی غرض صرف یہ ہے کہ مرد کی خدمت کرے۔

یہودیوں میں بھی نکاح در حقیقت عورت کا خرید لینا ہوتا تھا جس کی قیمت عورت کے باپ کو دی جاتی تھی۔

عسایہ یونی میں صرف اولاد اکبر کو جائداد غیر منقولہ کی وارثت پہنچتی ہے باقی رشتہ دار بالکل محروم رہتے ہیں۔ عرب قدیم کی طرح ہندو میں صرف اولاد و کور وارث ہوتی ہے اور قرابت دار اولاد کو کچھ نہیں ملتا۔

عرب میں ایک قاعدہ یہ بھی تھا کہ جب کوئی شخص مر جاتا تو اس کے بھائی زیر دستی اس کی بیوہ سے نکاح کر لیتے یا اس کو نکاح سے باز رکھتے اور حسب اس سے کچھ رقم وصول کر لیتے تبا شادی کی اجازت دیتے۔ ہنود کی اکثر ذاتوں میں یہ دستور آج تک رائج ہے۔

عیسائیوں میں صرف "زنا" کی بنا پر طلاق دی جاسکتی ہے ہندوؤں میں بھی اسی قسم کا قانون ہے یہودی بات بات پر طلاق دے سکتے ہیں کھانے میں نمک تیز ہو جائے یا اپنی بیوی سے زیادہ خوبصورت عورت راہ آجائے تو بے تکلف طلاق دی جاسکتی ہے۔

ترقی کا زمانہ
مالک عرب میں اکثر انبیاء کے ذریعہ تبلیغ و ہدایت ہوتی رہی علی ہذا ہندوستان میں بھی ویدوں میں وحدت الوجود کا سبق درج ہے اور کرشن جی سے بزرگ تبلیغ و ہدایت کرتے رہے۔ انبیاء کے زمانہ میں اخلاقی اور معاشرتی ترقی ہونے کے آثار پائے گئے ہیں۔ اور عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی مثالیں موجود پائی گئی ہیں۔

سب سے قدیم مجموعہ قوانین وہ ہے جو جمور آبی شاہ بابل نے ششہ قبل مسیح میں مرتب کیا تھا اس میں قانون ابراہیمی کا احادہ کیا گیا ہے۔ جمور آبی کے اس قانون کی کل تین ہزار چھ سو سطر ہیں جو منیار کے گرد منقوش ہیں۔ بابل کے اس چار ہزار سالہ مجموعہ قوانین کی ایک بہترین اور دلچسپ صورت عورتوں کے ساتھ وہ اعلیٰ سلوک ہے جو

اس میں نمایاں کیا گیا ہے یہ ازدواجی قانون اکثر معاملات میں اُن قوانین سے مطابقت ہے جو فی زمانہ مستمدن ممالک میں رائج ہیں اُس قانون کی رو سے عورتوں کو عملاً جملہ حقوق مثل شہری مردوں کے حاصل تھے اور وہ آزادی کے ساتھ تجارت اور علمی مشاغل میں حصہ لیتی تھیں۔ اس میں ایسے مسائل بھی شامل تھے جن سے بیوہ - یتیم اور غریب عورتوں کی حق رسی مقصود تھی۔ مینار کے بالائی حصہ پر عموریابی کا یہ اندراج ہے کہ اس کو یہ قانون سورج دیوتا سے عطا ہوا تھا۔ دراصل قانون مذکور کی حقیقت ہرگز الہامی نہیں ہے بلکہ وہ ایک باتر تئیب و مختصر بیان متعدد قوانین سابقہ ہے جو اس قانون سے کہیں زیادہ پرانے تھے۔ یہ مینار آسمان فیٹ بلند مردوک دیوتا کی معبد گاہ واقع بابل سے برآمد کی گئی ہے۔

بابل کی طرح مصر و یونان میں بھی عورتوں کو معاشرت میں اعلیٰ درجہ حاصل تھا مصری قانون قدیم کی رو سے جامداد میں وراثت مان کی طرف سے ملا کرتی تھی البتہ اُن کے قانون میں بھائی اور بہن کی سناکت جائز تھی بلکہ قابل تحسین تصور ہوتی تھی یہ اصول اس امر واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اس قسم کی شادیاں شاہی حلقوں میں بکثرت رائج تھیں۔ مصریوں کے منتشر کتبات سے پتہ چلتا ہے کہ اُن کا مجموعہ قانون پانچ ہزار سال پرانا ہے۔ اُن کے قانونی نظریے عاقلانہ اور منصفانہ ثابت ہوتے ہیں۔

جزیرہ کریٹ کا ایک قدیم شہر کورٹاکن تھا داران متعدد مہرابی کتبات دستیاب ہوئے ہیں جو سنہ ۱۷۵۰ اور سنہ ۱۷۵۰ قبل مسیح کے ہیں۔

نیز دیگر زمانہ کے وہ کتبات ہیں جو تقریباً ۱۵۰۰ قبل مسیح سے شروع ہوئے
 ہیں۔ گورٹمان قانون کی سب سے زیادہ تعجب خیز کیفیت یہ ہے کہ اس
 میں قدیم خیالات کے ساتھ ساتھ اکثر نہایت ترقی یافتہ اصول پائے جاتے
 ہیں، جو شادی بیاہ اور خاندانی جائداد سے متعلق ہیں اس قانون سے شادی
 شدہ عورتوں کے حقوق نامعاقبت اندیش شوہروں کے مقابلہ میں نہایت
 احتیاط سے محفوظ رکھے گئے اور جائداد میں لڑکوں کی طرح لڑکیاں بھی
 وراثت پاتی تھیں۔

ایک زمانہ میں ہندوؤں کی عورتیں آزادانہ چلتی پھرتی تھیں اور
 جلسوں میں شریک ہوتی تھیں کپڑا بنا جانتی تھیں شادی کے وقت لڑکی
 اپنے دولہا کے لئے خود کپڑا بنتی تھی بچوں کی شادی نہیں ہوتی تھی لوگ
 اپنی پسند سے شادی کرنے میں آزاد تھے ذات کی قید نہیں تھی برہمن بھی
 نجی ذات میں شادی کر سکتے تھے۔ عورتیں کافی آزاد تھیں اپنے شوہروں
 کے ساتھ یگیوں میں شریک ہوتی تھیں۔ لڑکیاں تعلیم یافتہ بھی ہوتی تھیں
 بعض عورتیں رشتوں کے رتبہ پر پہنچ گئیں اور انھوں نے ویدوں کے
 منتر تصنیف کئے۔

رومی جب زیادہ مہذب و مستدن ہوئے تو عورتوں پر حکمرانی کے
 خواہش رفتہ رفتہ نرم ہوتے گئے بالآخر عیسوی سن شروع ہونے تک رومی
 عورتیں ذاتیات اور جائداد دونوں میں بڑی حد تک خود مختار ہو گئیں
 روم کی خاتونیں ہندوستان کی مثل اس کثرت سے استعمال کرتی تھیں کہ

روم کا مورخ پلینی اپنے ملک کا کثیر روپیہ ہندوستان چلے جانے پر
تاسف ظاہر کرتا ہے ۔

شاہی حلقوں کی شادیاں بعض اوقات ممالک غیر کے مابین بھی
ہوا کرتی تھیں ۔ عام خیال یہ ہے کہ اہل چین ریشم پیدا کرنے میں تین ہزار
چھ سو سال قبل مسیح سے مشغول رہے ہیں ۔ اہل ایران نے ششم قبل
مسیح میں ریشم کا اپنا کاروبار قائم کر لیا تھا اور اس کی روایت یہ بیان
کی گئی ہے کہ اہل چین کے رازوں کو چین کی ایک شاہنشاہی نے جس کی شاہی
ایران کے شاہنشاہ سے ہوئی تھی افشا کر دیا تھا ۔

عورتوں کو زمانہ مکان میں قید و نظر بند رکھنے
پر جسے کی ابتدا کی ایجاد کو مسلمانوں کے مذہب سے وابستہ
کیا گیا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ اس جبر و ظلم کے بانی اور عورت و مرد میں
عدم مساوات کے حامی صرف مسلمان اور ان کا دین اسلام ہے ناگزیر
نے یہود کو یہ یقین دلادیا کہ ان کی عورتوں کا پس پردہ ہو جانا صرف مسلمانوں
کی وجہ سے ہوا ورنہ ان کے مذہب و معاشرت میں کبھی پردے کا رواج
نہیں تھا ۔ سر جیمز فرگوسن نے یہ فتویٰ دیدیا کہ :-

ہندو عورتوں کی پردہ نشینی ہندوؤں کا قدیم رواج
نہیں ہے بلکہ ان کا یہ فعل غیر ملکی دستور پر مبنی ہے جس کی قلم
اسلامی رسم سے لی گئی ہے اور جس کی ابتداء ہندوستان میں
اسلامی فتوحات کے وقت سے ہوئی ہے ۔

مذکورہ بالا بیان کی تائید ہندوؤں نے ان الفاظ سے کی ہے :
 ہندوؤں نے اپنے طبقہ نسوانی کو زمانہ کی اوباشی
 اور دست دہازی سے محفوظ رکھنے کی خاطر کم عمری کی شادی
 کا طریقہ اختیار کر لیا کہ اس طرح کم سن لڑکیوں کی حفاظت کے
 لئے اُن کے شوہر بہ شکل نگہبان دستیاب ہو گئے اور سن رسیدہ
 عورتوں کو زنان خانوں میں پھپھادیا گیا۔ وجہ یہ ہے کہ قرآن
 طلاق اور ایک سے زائد ازواج کی اجازت دیتا ہے
 اور شوہر کی مرضی اور خیال پر نکاح ہر وقت منع ہو سکتا ہے
 نیز اسلامی شریعت کے بموجب کوئی شخص کسی شادی شدہ
 عورت کو سوائے ذوی الحرام کے اگر اس کا شوہر راضی
 ہو یہ نظر نکاح دیکھ سکتا ہے۔ ہر مرد کی عورت کسی مرد
 کی زوجہ جابر ہو سکتی ہے جس کو وہ عورت پسند کر لے اور
 اپنے شوہر کو طلاق دینے پر راضی کر سکے۔

مسلمان حکمرانوں نے خوبصورت ہندو عورتوں کو اگر
 چہ وہ شادی شدہ تھیں اپنے زنان خانوں میں داخل کر لیا
 انھیں دست دہازیوں سے بچنے کے لئے عورتوں کو دروازوں
 کے اندر کر لیا گیا اور پوشیاری سے بانقاب کر دیا گیا کہ ننگے
 ہندوؤں کو پردے کی ایجاد ہمسا یہ مسلمان آبادی میں تیار شدہ
 ملاحظہ آگئی کہ اس وقت کی متزلزل قومی صورت حال میں

ظاہری فوائد کو دیکھتے ہوئے عورتوں کی خاطر سیدہ اختیار
 کر لیا گیا۔ بائیں ہمہ نسوانی فائدے کے تقاضے عورتوں کی صرف
 قلیل آبادی تک محدود ہیں زیادہ حصہ آبادی شودر اور ان
 سے نیچی ذات کے لوگوں پر مشتمل ہے جن کی عورتیں عام طور پر
 آزاد سی سے چلتی پھرتی ہیں نہ صرف وہ اپنے گھروں کے قریب
 جہاز میں دیکھی جاتی ہیں بلکہ وہ سڑکوں بازاروں اور گیتوں
 پر آتی جاتی ہیں بعض موقعوں پر اعلیٰ ذات کی عورتوں کو بھی
 آزاد سی حاصل رہتی ہے تاکہ وہ تھوہاروں میں شریک ہوں
 اور تیرتہ کو جائیں۔

انگریزوں کا بیان اور ہنود کی مذکورہ بالا تائید قطعی لغو اور بے بنیاد
 ہے۔ ہنود کی اپنی کوئی تاریخ نہیں ہے وید مختلف آدمیوں کی تصنیف و
 ترمیم ہے۔ ہنود کے اعتقادات افسانوی اور غیر ملکی ہیں۔ ان کی معاشرت
 کہانیوں، ڈراموں، رزمیہ نظموں اور سجاٹوں کے کبتوں پر منحصر ہے۔
 سورجین متفق ہیں کہ مفروضہ قوم آریہ نے جس کی آمد ہندوستان میں مسئلہ
 ق۔ م کے بعد متصور ہوتی ہے۔ قدیم باشندگان سے شادی بیاہ کر کے انہیں اپنے
 میں ملا لیا تھا۔ مقتوم قوم دریوڑ نے اُن کے اور اکھٹوں نے دریوڑ کے
 دیوتا اور رسم و رواج اختیار کر لئے تھے۔ شودر بھی مفروضہ آریہوں میں مخلوط
 ہو گئے تھے اس طرح بقول سورج ایچ۔ جی۔ وہیں ہندو کوئی ایک قوم نہیں
 ہے بلکہ متعدد قوموں کی ایک قوم ہے۔ ہنود کو اعتراف ہے کہ انہیں مفتوح

قوم کی عورتوں سے شادی کرنا ناگزیر تھا۔ تاکہ مثل میں کمی نہ ہو۔ عورتوں کے
 زمانہ اشتعالہ قلم میں لڑکیوں کے واسطے کم سنی کی شادی لازمی کر دی
 تھی۔ جسکی وجہ یہ تھی کہ مفروضہ آید یہ لوگ ان کی لڑکیوں کو یہ چہرہ حاصل نہ کر سکیں اور یہی سبب
 سنی کی رسم کا ہوا۔ اور مفروضہ آید یہ لوگ ان کی عورتوں کا تبادلہ اس شدت
 اور کثرت سے ہوا کہ بالآخر ہر دو قومیں اس بات پر مجبور ہوئیں کہ عورتوں کو
 جملہ حقوق انسانیت سے محروم کر دیا جائے چنانچہ ان کو وراثت میں کوئی حصہ
 نہیں ملتا تھا۔ بیوہ کی دوسری شادی ممنوع تھی بلکہ اس کو شوہر متوفی کے
 ساتھ زندہ جلاویا جاتا تھا۔ کم سنی کی شادی لازمی قرار دیدی تھی ذاتوں کی
 تفریق کر دی گئی تاکہ باہرگر شادی بیاہ نہ ہو سکے راجہ اور امراؤ کی بیویاں
 رکھ سکتے تھے۔ اسی زمانہ میں لو اس یعنی زنان خانہ کا رواج قائم ہوا اور
 علم صرف مردوں کے واسطے مخصوص کیا گیا۔ اشوک (۳۰۰ء تا ۲۷۵ء ق م)
 کے دور حکومت میں بھی سنی بچپن کی شادی اور پردے کا رواج تھا عورتوں
 کے لئے زنانہ مکان مخصوص تھا۔ شنگ اور کاتو خاندان کے عہد حکومت
 (۲۷۵ء تا ۲۳۲ء ق م) میں عورتوں پر اور بھی زیادہ سختی ہو گئی تھی۔ چینی
 سیاح یوانگ جو انگ جو سن ۱۶۰ء میں ہندوستان آیا لکھتا ہے کہ ذاتوں کی
 تفریق بہت ترقی پر ہے۔ بچپن کی شادی کا رواج ہے۔ عروہ کا پہلا عملہ ۱۲
 میں ہوا اس وقت بھی بچپن کی شادی اور پردے کا رواج جاری تھا۔ برہمنوں
 اور امراؤ میں زنان خانے لازمی طور پر چلا کرتے تھے۔ البتہ شہر اور ان سے
 نیچے ذات والوں میں کبھی پردہ نہیں ہوا لیکن ان میں بچپن کی شادی کا رواج
 بہت شدت اور سختی سے جاری رہا۔ انگریزوں اور ہندو کا یہ اعتراض کہ ہندوستان

میں پر دسے کار و واج مسلمانوں کی وجہ سے ہوا خود ہنود کی تقاضیت سے
باطل ہو جاتا ہے بلکہ جو اعتراض جبر و ظلم کے انہوں نے مسلمانوں سے
مستقلیٰ کئے ہیں وہ خود ہنود پر بدرجہ اتم حامد اور صادق ہوتے ہیں انہوں
نے ہندوستان کے اہل باشندوں کو جبر مخلوط النسل کیا اور اپنی نسل کی
افزائش کے لئے اُن کی عورتوں کو زبردستی تصرف میں لائے۔

ہندوؤں کی نقلوں۔ ناولوں۔ لیلادوں۔ ٹانگیوں اور کتبوں سے
بھی پورے طور پر واضح ہو رہا ہے کہ مسلمانوں کی آمد سے صد سال قبل ان
میں پردہ اور نو اس قائم ہو چکا تھا چنانچہ بن باس کی رہائی کے لئے جس
وقت مسیتیا جی اچو دھیا کی گلیوں سے گذرتی ہیں تو راکن میں اس بات
پر اظہارِ تاسف کیا گیا ہے کہ وہ خاتون جس کو اس وقت تک آسمان کے
فرشتوں نے بھی نہیں دیکھا تھا وہ عوام الناس کی آنکھوں کا تماشا بن گئی تھی۔
پر اتنا کہ ڈرامے میں مسیتیا جی کو نقاب ڈالے ہوئے آنا دکھایا گیا ہے
حالانکہ بعد ازاں نقاب ہٹانے کو کہتے ہیں تاکہ اچو دھیا کے نمکسار باشندے
شاہزادہ کی کار خیزی و سرکشی کو اس ڈرامے میں دسرت کی زبانیں بھی
بالتقاب ظاہر کی گئی ہیں اور اُن کی نقاب ایسی مکمل ظاہر کی گئی ہے کہ خود
دسرت بھی کچھ دیر تک ان کو پہچان نہ سکے۔ سو اپنا و ساو دنا میں ہندوؤں
پر مبنی شادی قبل پردہ نہیں کرتی ہے لیکن شادی کے بعد وہ اس بات کو پسند
نہیں کرتی کہ اُس کا شوہر اچھین کے سفیر سے اس کے سامنے ملاقات کرے۔
مغنیہ و سنتا لیا کو جیسے ہی معزز خاتون کا درجہ ملتا ہے اس کو فوراً بالنقاب

کر دیا جاتا ہے۔

مالا بار کے علاقوں میں برہمنوں کی قوم میں زمانہ دراز سے پردے کا رواج چلا آتا ہے ان کی عورتیں ایک عمر معینہ کے بعد مکان کی چار دیواری کے اندر بند کر دی جاتی ہیں جن کو کبھی کوئی اجینی دیکھ نہیں سکتا۔ اہل مغرب کا یہ اعتراض کہ دنیا کے جس گوشہ میں بھی پردہ کا رواج ہے وہ مسلمانوں کی وجہ سے ہے سراسر غلط ہے۔ اکثر ممالک ایسے ہیں جہاں کبھی اسلامی اقتدار نہیں تھا لیکن پھر بھی وہاں پردے کا وجود پایا جاتا ہے۔ کم و بیش سختی کے ساتھ کوریا۔ چین اور جنوبی امریکہ کی اندلسی نوآبادیات میں پردہ رائج ہے تاہم یوں کی تاریخ میں مسٹر کین مکتھے ہیں کہ ہندوستان اور قسطنطنیہ فتح کرنے سے پہلے انھوں نے پردہ اختیار کر لیا تھا۔

اگرچہ ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد سے صد ہا سال قبل پردہ رائج ہو گیا تھا لیکن ہندو اس بدعت کے موجود نہیں معلوم ہوتے کیونکہ انھوں نے پردے اور قید مکان کی مثال بھی ممالک بیرونی سے حاصل کی۔

یونان وہ ملک ہے جہاں سب سے پہلے پردے اور قید مکان کی ابتداء ہوئی قدیم یونانیوں میں عام قاعدہ تھا کہ عورتوں کو سلف دار دروازوں کے اندر بند رکھا جاتا تھا اور بیشتر مقفل کر دیا جاتا تھا کہ وہ کسی طرح باہر نہیں نکل سکتی تھیں۔

ملک ایران جو یونان کا ہم عصر تھا وہاں بھی عورتوں کو عاسدانہ طور

پر عام نظروں سے محفوظ و مفید رکھا جاتا تھا عورت کے قریب ترین عزیزوں کے علاوہ سوائے شوہر کے اور کسی کو اس کے چہرہ دیکھنے کا حق نہیں تھا۔

یونان کی تیسری ویکہ ممالک یورپ نے کی اور ان میں عام طور پر پردہ رائج ہو گیا جو عہد عیسائیت تک قائم رہا۔ اس زمانہ میں جب کہ عیسائیوں میں بی بی مریم کی پرستش کی جاتی تھی عورتوں کو قطعی طور پر مردوں سے علیحدہ رکھا جاتا تھا ان کو عام طور پر باہر نکلنے کی ممانعت تھی اور تنہائی میں نہ کھے جانے کا دستور تھا۔ رفتہ رفتہ اتنی سہولت دی گئی کہ اگر باہر نکلنا ضروری ہو تو سر سے پیر تک کپڑے سے ڈھک کر نکلا کریں۔ زیادہ ترقی کے زمانہ میں جب عورتوں کو کافی آزادی ملی تب بھی ستر عورتوں میں مدی عیسوی تک تمام یورپ میں یہ رواج تھا کہ سر سے پیر تک طبعوس ہونے کے علاوہ چہرے پر جالی یا کسی باریک کپڑے کا نقاب منور استعمال ہوتا تھا۔ یورپ کے اس کی غلط تعبیر یہ کرتے ہیں کہ اس نقاب سے مقصود چہرے کو تمازت آفتاب سے محفوظ رکھنے کا تھا یہ صحیح نہیں ہے۔ ان ممالک میں جو سرد و یا انتہائی سرد رہتے ہیں تمازت آفتاب کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا مزید برآں وہ تمازت آفتاب اب کہاں گئی؟

مسلمانوں میں پردے کی ایجاد عجیب نوعیت رکھتی ہے۔ بارگاہ ایزدی سے مسلمان عورتوں کی آزادی اور اختیار عمل برقرار رکھا گیا۔ سرد کائنات اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں اور اس کے بعد صدیوں تک مذہب

اسلام میں پردہ اور قید مکان لا معلوم تھے کتنی۔ بقول جسٹس امیر علی :-
 اسلامی دنیا میں پردے کی ابتداء شہد بنی امیہ میں مابین
 ۶۶۱ء و ۷۵۰ء کے ہوئی جو دور بیت اسلامیت ختم ہو چکی تھی۔
 عہد خود مختاری شروع ہو گیا تھا۔ ایسے لوگ جو بد اخلاقی
 اور بد مذاقی میں مشہور تھے اسلام کے مسلمہ خلیفہ ہو گئے۔
 جمعیت بد اطوار ہو گئی لہذا ابا رتبہ طبقہ اناث نے صلحد کی
 اختیار کی اور مسلمانوں نے ایرانی دستور پردے کا
 اختیار کیا۔

مذکورہ بالا پردہ صرف امراء تک محدود رہا اور وہ بھی اس حد تک کہ
 مسلمانوں کے عام جلسوں کی شرکت سے عورتیں کنارہ کش ہو گئیں۔ یہ مشرقی
 طرز عزم عہد بنی امیہ میں ولید ثانی کے زمانہ حکومت میں اختیار کیا گیا تھا۔
 متوکل نے (جو عربی نیرو تھا) عام رسومات اور منیافتوں سے عورتوں کو علیحدہ
 رہنے کا فرمان جاری کیا۔ باوجود اس کے بارہویں صدی عیسوی کے آخر تک
 عورتیں مردوں سے وقار و خود داری کے ساتھ پیش آتی تھیں ضیافتیں کرتی تھیں
 جو لوگ سٹے آتے تھے ان سے ملاقات کرتی تھیں۔ پردے کی غیر معمولی سختی
 بارہویں صدی عیسوی کے ختم سے پہلے وجود میں نہیں آئی تھی۔ اعلیٰ ترین
 رتبہ کی عورتیں پہ نقاب مردوں کے سامنے آتی تھیں۔ اسلامی عورتوں
 کے یہ پراسن آیام قادر باللہ (بنی عباس) کے اس پست حکم شاہی سے ختم
 ہو گئے جن میں اس نے عورتوں کو مسجدوں۔ تعلیم گاہوں اور عام طور پر

بغیر رتھہ جانے اور باہر نکلنے کی ممانعت کر دی۔ پھر بھی بدوی عرب
اور سرکیشیا کے لوگوں میں کبھی پردہ نہیں ہوا۔

حقیقت یہ تھی کہ خلفاء بنی عباس عیش و نشاط میں محو اور قصود
سرد کی محفلوں کے ولادہ ہو گئے انہوں نے بہ یکساں زمانہ سنیکروں
عورتوں کو پابند نکاح کر کے داخل صرم کر دیا۔ عورتوں کی اس تعداد
کثیر سے خلیفہ کو شاذ و نادر موقع خلوت کا ملتا تھا۔ چنانچہ ضروری ہو گیا
کہ ان کے جذبات فطری پر قابو حاصل کرنے کے لئے ان کو مستحیدہ کر دیا جائے
اور ایسا ہی کیا گیا کہ ان کو محفلوں کے اندر محبوس کر کے دربان مقرر
کر دیئے گئے۔ اگر یہ طریقہ اختیار نہ کیا جاتا تو شرانگیز واقعات رونما ہو کہ
خلفاء کی آپر و پریشی کا باعث ہوتے اور شورشوں و بغاوتوں کی گرم
بانداری ہو جاتی۔ ایسے خلفاء کی نظروں سے بچانے کے لئے امرار نے
اپنی عورتوں کو بھی قید کر دیا۔ عیس کے بعد عورتوں کو با محوم مسجدوں میں
جانے سے روکا گیا اور تعلیم و تربیت سے حکماً باز رکھا گیا۔

باری تعالیٰ کا صاف و صریح حکم ہے کہ کوئی مسلمان بہ یکساں وقت
چار عورتوں سے زیادہ نکاح میں نہیں رکھ سکتا خلفائے وقت نے
اس حکم کی خلاف ورزی کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس ایک گناہ کے سبب مزید
معصیت کا ارتکاب کرنا پڑا اور عورتوں کو خلاف حکم الہی مستحیدہ کرنا
ناگزیر ہو گیا۔

اسلام اب دنیا کے ہر گوشہ میں پہنچ چکا تھا۔ مسلمانوں نے اپنی

خود مختار حکومتیں بھی قائم کر لی تھیں اور قدیم وراثتہ تعلق مرکزی حکومت سے توڑ لیا تھا۔ لہذا ہر ملک میں اپنا اپنا دستور پردے کا قائم ہوا کسی جگہ قطعی پردہ نہیں ہوا اور کہیں صرف مخصوص عورتوں تک محدود رہا اور بعض مقامات پر امیر و غریب اور شریف و ذلیل کی تفریق کے ساتھ امراء اور شرفاء تک پردہ جائز ہوا۔ غریب اور ذوالستی رکھے گئے مختلف مقامات پر مختلف رسم و رواج ہونا ہی صاف دلیل اس بات کی ہے پردہ اور فقیر مکان بدعت ہے ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ تمام دنیائے اسلام میں ایک ہی شعار و طریقہ کیوں نہ ہوتا۔

جہاں تک ہندوستانی پردے کا تعلق ہے مسلمانوں نے ہندو سے الگ کیا ہے۔ ہندوؤں میں اونچ نیچ کی تفریق ہے چنانچہ وہی تفریق شریف اور ذلیل کی مسلمانوں نے قائم کر لی۔ ہندو ذاتوں اور برائیوں میں منقسم ہیں مسلمانوں نے بھی اپنے آپ کو ذاتوں اور برائیوں میں تقسیم کر لیا۔ ہندوؤں کی امیر اور اعلیٰ ذات کی عورتیں تو اس میں رہتی ہیں۔ مسلمان امیر عورتیں بھی زنان خانوں میں زندگی بسر کرتی ہیں۔ ہندو میں غریب اور نیچی ذات کی عورتیں برسر بازار نکلتی ہیں اور امراء کی خدمت گزار کرتی ہیں۔ یہ ہی دستور بعینہ مسلمانوں نے جائز کر لیا ہے۔ ہندو میں معیار شرافت مال و زر پر موقوف ہے اور نیچی ذات والے ثروت پا کر اپنی عورتوں کو مکان میں قید کر دیتے ہیں۔ مسلمانوں میں دولت ہی سے شرافت اور پردہ حاصل ہوتا ہے۔

ہندوستانی پر دسے کی بدعت کا ایک یہ نتیجہ بھی برآمد ہوا کہ مسلمانوں
 میں اخوت اور مساوات کا خاتمہ ہو گیا۔ اسلام میں مساوات نہایت پر شوکت
 اور راہم مسئلہ تھا جس پر تمام اقوام و مذاہب کو رشک ہوتا تھا۔ مساوات کے
 معنی یہ نہیں کہ ایک جاہل بمقابلہ عالم کے اور ایک غدار بمقابلہ وفادار کے
 ایک ٹکارہ بمقابلہ ایک فرض شناس کے یکساں حیثیت رکھتے ہوں۔ ایسا
 کہ ناحق انسانیت و اخلاق کو تباہ کر دینا ہے بلکہ مساوات کے یہ معنی ہیں کہ
 ہر شخص کو شرعاً و قانوناً و اخلاقاً وہ تمام حقوق حاصل ہوں جو کسی دوسرے شخص
 کو اسی دین کے اندر حاصل شدہ ہوں۔ اسلام نے انھیں عدم مساوات کے جملہ
 احتمالات کا خاتمہ کر دیا تھا اور وحدت اسلامی کے اندر داخل ہو نیوالے
 ہر شخص کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت خواہ وہ کسی قوم اور ملک کا باشندہ ہو جملہ
 حقوق میں بالکل مساوی اور برابر کا سمجھا تھا۔ برآمد آتش پرست تھے اسلام
 لانے کے بعد انھیں کا خاندان ہاروں رشید کی وزارت عظمیٰ پر ممکن تمام
 رکھتا تھا۔

رکے و ہند کی کا حق ہر غلام و آزاد۔ زبردار و بے زہر کو حاصل تھا۔
 اور یہ ہی حق عورتوں کو بھی حاصل تھا۔ عورتیں اور غلام کسی دشمن کو نپاہی
 کا اختیار رکھتے تھے جس کی پیروی سب سالار پر فرض تھی۔

مساوات کا سبق سب سے زیادہ تزویج میں دیا گیا۔ زینب بنت
 جحش قریشیہ رسول اللہ کی سگی بیوی کی بیٹی کا نکاح اول زید بن حارثہ سے
 ہوا تھا جن کو اہل مکہ زید غلام جانتے تھے اور جن کو بازار عکاظ سے خرید کر

لانے والا حکیم بن حزام ابھی موجود تھا۔ فاطمہ بنت ولید بن عتبہ قرشیہ حضرت ابو حذیفہ کی برادر زادہ تھیں اور قریش کی مشہور ترین خواتین میں شمار کی جاتی تھیں اور ہجرات میں سے تھیں۔ ان کا نکاح ابو حذیفہ کے غلام سالم سے ہوا تھا۔ یہ دو مثالیں قرشی عورتوں کی ہیں۔

انصار مدینہ بھی اپنی بیٹی و بیٹے میں بہت سخت تھے۔ سردار ہاشم بن عبد مناف قرشی کی شان بلند کا سارے عرب کو اعتراف تھا انہوں نے شرب میں پانی سے نکاح کی درخواست کی تو اس مغرور قبیلہ نے یہ درخواست اس شرط پر قبول کی کہ پانی کبھی مکہ نہیں جائے گی۔ اس متکبر قبیلہ کا حال اسلام میں یہ تھا کہ ایک روز بلال رضی اللہ عنہ مسجد میں غلام کیا کہ لوگو! میں غلام بھی ہوں۔ حبشی بھی ہوں۔ بے زرہ و مال ہوں اور بایں ہمہ نکاح کا فخر انگار بھی ہوں۔ کیا کوئی شخص مجھے بیٹی دے سکتا ہے اس پر بیسیوں لوگوں کی درخواست تھی کہ بلالؓ ان کے یہاں اپنا پونہ منظور کر لیں۔

اسامہ بن زید اہل دنیا کی نگاہ میں غلام ابن غلام تھے مگر اسلام نے ان کی شان کو اس قدر بلند کر دیا تھا کہ زینب بنت عظمہ ان کی بیوی تھیں یہ زینب اُس جیسے خاندان کی خاتون تھیں کہ شہزادہ امراء القیس اس کے جدا مجد کا مداح شاعر تھا۔ اب اس کا پوتی اسامہؓ کی کفشی برداری پر تازاں ہے۔

ایک ہندو مشفق نے اپنی کتاب ”دیوالایا“ میں اسلامی مساوات کے شعلے جو تذکرہ کیا ہے اس کا مختصر اقتباس ترجمہ کے الفاظ ذیل میں قابل

غور سے دیکھو :-

اسلام کی بنیاد دو چیزوں پر ہے یعنی مساوات اور خدائے واحد پر ایمان۔ یہ مساوات کسی اور مذہب میں ملنا دشوار ہے۔ مسجد نبویہ و سترخوان اس اعلیٰ مساوات کا ہر جگہ ثبوت ملتا ہے۔ فریضہ حج میں بھی ایک بیسبیل شکل دکانی دیتا ہے۔ اس عظیم الشان سالانہ اجتماع میں کثیر مجمع ہوا کرتا ہے جو کسی سال بارہ لاکھ سے کم نہیں ہوتا۔ اس میں ہر صنف و نسل کے لوگ مختلف زبان اور مختلف اقوام کے افراد مکہ معظمہ کی مقدس سرزمین پر سالانہ آتے ہیں جس میں بادشاہ اور رعایا امیر اور فقیر ملا امتیاز مراعات و دولت اور بلا لحاظ اپنی قوت اور مرتبہ کے نیچے پر سر کھٹے ہوئے کمر میں سجدہ فرشتے کے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے پیر امتیاز ہی صورت میں سلطان ترکی سے لیکر نجد و عمان کے تہل تک سب ایک دوسرے میں کیچے ہوئے ایک ہی قسم کی پیش پیشی کے ساتھ ارکان حج ادا کرتے ہیں اور اسی شکل و صورت میں ایک ساتھ واحد و متفقہ آواز میں برابر اور ٹکٹا مار پکارتے ہیں کہ ”اے میرے پھر و درگاہ میں یہاں حاضر ہوں“

یاد رہے کہ فریضہ حج میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی لڑتی ہیں اور ان کو

چہرہ کھلا رکھنے کا حکم ہے نقاب ڈالنے کی ممانعت ہے۔
 ایک یورپین فلاسفر کا قول ہے کہ حقوق انسانی سمجھنے کا پہلا دریا
 مساوات ہے اور مساوات ہی تمام اخلاقِ حمیدہ کی بنیاد ہے۔
 ایک طرف دالبیان ملک اور نوابوں نے شہستانِ عشرت میں درجنوں
 عورتیں محل کے نام سے زوجیت میں داخل کیں۔ دوسری جانب امراء
 و رؤساء نے عورتوں کو مقید کر دیا۔ اس طرح اخوت و مساوات کا استیصال
 ہوتے ہی اہل مغرب بیدار ہو گئے انھوں نے انہما قوم میں پردے کا دستور
 یک قدم منسوخ کر دیا۔ وہ تجربہ کر چکے تھے کہ عرب مستورات کی آزادی و
 مشارکت سے اہل عرب کو کیا فوائد حاصل ہو گئے تھے۔ ان کا ہمیشہ سے یہ
 اصول و قاعدہ رہا ہے کہ وہ اہل مشرق کو اولم باطل میں گرفتار رکھیں۔
 انھوں نے ہنود کی افسانوی روایات کو ہمیشہ جامعہ حقیقت میں پیش کیا
 اور ان کی بت پرستی کی تحسین میں رطب اللسان رہے۔ پردے کے
 معاملہ میں انھوں نے اہل مشرق اور مسلمانوں کی وہ ستائش و آفریں کی
 کہ باید و شاید۔ مثلاً۔

الکسین نے پردے کی مدح سرائی میں فرمایا:۔
 ”مجبوراً اندیشہ ہے کہ آیا کثیر آباد ممالک کے عربوں اور
 ضرورت مندوں کی خانگی زندگی کا چشمہ حیات ایسا صاف
 و پاک رہا سکا ہے جیسا کہ مشرقی پردے والی اقوام کا۔
 اس نتیجہ کے مقابلہ میں جو عورتوں اور مردوں کے متعلق اخلاقی

بارہی اور پرورش شریک نعلانی سے حاصل ہوا پر وہ محرم ہے
ملحقہ و مستثنیٰ میں پاکیزہ اخلاق اور ترقی یافتہ خیالی عین

سچا کدو ہے بڑا

اگر لنگر کا ایک شاعر کہ دے کی قصیدہ خوانی یہ نہایت ذوق سے
یکہیت کا ہے :-

”کیسی پاک و صاف وہ خوبصورتی ہے جو المیز و خیال کا نظر

سے مستور رہے اور اپنے نور سے صرف ایک ہی گہرا کوشش

کرتی ہے۔ وہ پھول جو سمندر کی عمیق ترین گہرائی میں

نکلنے پر تاسو سورج کی شعاعوں سے اس درجہ مستور

نہیں ہوتا جس طرح کہ مرد کی تجسس نگاہ سے وہ حسن مجسم

مقدس تنہائی میں پنہاں رہتا ہے :-

نیشے لے کر یاد دہا :-

”مشرقی کی عورتوں کا خیال ہے کہ دنیا سے الگ تھلک

رہنا اور ہر قسم کی سختی برداشت کرنا شوہر کی محبت کی

علامت ہے :-

اہل مشرق نے اس تحمین و تعریف کے ساتھ سر نیاز ختم کر دیا

اور قیود وہ کو سخت سے سخت تو بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی وہ

ہنود جو یہ کہتے تھے کہ ان کے پہاڑ پر دھسے کی بدعت مسلمانوں کی وجہ

سے ہر لی اب یہ کہنے لگے کہ عورت کے لئے قید مکان امر لازم ہے چنانچہ

بھائی پر مانتوں نے فرمایا :-

”عورت گھر کا پھول ہوتی ہے اس کی مملکت اس کا علاقہ
خانگی ہے اس کی زندگی کا سب سے اہم کام یہ ہے کہ وہ
قوم کی ماں بنے جس طرح مرد کا میدان عمل دنیا ہے بیرونی
میں ہوا کرتا ہے اسی طرح عورت نے عورت کو اس لئے
تخلیق کیا ہے کہ وہ گھر کے اندر رہ کر اپنے کام انجام

دے دے

ہند کے شاعر و عورت نگار و افسانہ نویس : آہ بیچاروں کے اعصاب پر عورتیں سوار
سلمانوں نے جب یہ طرز و طریق دیکھا تو سب پر بہت متعجب ہو گئے
کرنے میں اور بھی چار چاند لگا دے اور وہ شدت ظاہر کی کہ الامان و
الخصیظہ - فرمانے لگے کہ عورت کو مرد کا تابع فرمان پیدا کیا گیا ہے وہ کسی
طرح بیرون مکان نہیں نکل سکتی - مزید فرمایا کہ عورت ایسی ناپاک شے
ہے کہ اُس کے چھو جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ پھر حضرت ابو موسیٰ
کی ایک روایت بیان فرمادی کہ وہ فرماتے تھے کہ ”بہتر ہے کہ ناک مرد
کی بدبو سے بھر جائے بجائے اس کے کہ اُس میں کسی عورت کی خوشبو
چھوٹے“ یہی پر اکتفا نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ وہ ارکان و فرامین میں داخل
کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک کتاب ہے ”ذکر ابرار“ مطبوعہ ۱۳۲۵ھ میں
کوئیٹا و لاہور - منیا متوطن پہلی بھیت نے مطبع حنفیہ واقعہ چیمبر محلہ
اور کٹرہ نے شائع کیا اس میں مسئلہ ذیلی قابل ملاحظہ ہے :-

و کیا فرماتے ہیں علما کے کرام و مفتیان عظام جہاں
اللہ العظام سوالات ذیل میں۔

(۳) عام دستور اور رواج اس ملک کا ہے کہ
مستوراتیں باہر نکلتی ہیں۔ ڈولی اور پالکی کا نہ دستور ہے نہ
چاہتے ہیں۔ غرض کہ پردہ قطعی نہیں ہے۔ کسی قریب
یا عیادت یا کسی ضرورت کو یا پیادہ جانا۔ پوشش ان کی
بجائے پانچامہ ایک تہ بند مثل فحاشی تکہ کے۔ پیر کے
گٹوں تک بدن میں مثل بند و ستانی چھوٹے کپڑے یا دھوپ
کے استغالی میں ہیں ایک چھ کے مثل پہنے ہیں جو بچا پیر کے
تھے ہوتا ہے۔ نہ ہا سمر کا پردہ۔ جب گھر سے باہر نکلتا ہوا
تو ایک تہ بند مثل بالائے کمر یا اندر جسم میں ہیں لیا سراور کمر
تک پردہ پہنا ہوا ہے مگر چہرے کھلے رکھنے کی عادت ہے
ہات الیہ بحفاظت سر پردہ میں رہتے ہیں ان کا ٹکڑا عام
وارثوں کی اجازت سے ہے بلکہ غاوند یا وارث ہمراہ لے جاتے
ہیں۔ یہ طریقہ عام ہے۔ خواہ نواب خواہ غریب۔ ان لوگوں
کی امامت کیسی ہے؟

الجواب

(۳) عورت اگر کسی نامحرم کے سامنے اس طرح آئے
کہ اس کے بال یا گٹے یا گردن یا پیٹھ یا پیٹ یا کلاں یا نیوٹی

کا کوئی حصہ ظاہر ہو یا لباس ایسا باریک ہو کہ ان چیزوں میں
 سے کوئی حصہ اس میں سے چمکتے تو یہ بالاجماع حرام ہے
 اور ایسی وضع نہ لباس کہ عادی عورتیں فاضلت میں
 اور ان کے شوهر اگر اس پر راضی ہوں یا حسب مقتدرت
 بند و بست نہ کر میں تو وہ پوشا (وہ شخصی جو اپنی زوجہ
 و دوسرے کو دیکھے) ہیں اور ایسوں کو امام بنانا گناہ اور اگر
 تمام بدن سر سے پاؤں تک موٹے کپڑوں میں خوب چھپا ہوا
 ہے صرف منہ کی ٹنگی کھلی ہے "تو اب فتویٰ اس سے بھی
 مخالفت پر ہے اور یہ امر شوہروں کی رضائے ہوتو ان کی
 امانت سے بھی احتراز واجب ہے

عنقیہ میں عورت کا منہ رازتہ اور پیر کھلا رہنا اور باقی اعضا کو کپڑے
 سے چھپا کر باہر نکھنا جائز ہے۔ لیکن مذکورہ بالا فتوے نے امام ابو عنقیہ
 کی فقہ بھی ترمیم کر دی۔ حبش امیر علی نے چک کہا ہے :-
 "حکمران کی خصلتوں نے پردے کو پروان چڑھایا اور غرور
 و تعلیم نے لاکر اس کو ہم قسم زمین میں بوسیدہ غیر تعلیم یافتہ
 و داغ کو بمقابلہ صفائی قلب و شرافت و نہی کے دیوار کیا
 اور حجاب ہی نہ بادہ موثر حفاظت معلوم ہوا کرتی ہے
 معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مساوات کے مسئلہ میں احکام قرآنی پر غور کرنے کے لئے
 کو ترجیح دیدی گئی۔

جس کو یہ کہنا ہے کہ :-

”چونکہ صنف نازک عزم و ثبات میں صنف غالب
کی حیرت انگیز نہیں کر سکتی اس لئے قدرتی طور پر عورتوں کو
سردوں کے برابر حقوق و امتیازات نہیں ملنے چاہئے۔
دولت کے متعلق ٹھٹھے کا بھی یہی کہنا ہے کہ :-

”دولت ہی کی وجہ سے عین عورتوں کا انتخاب ممکن ہے
بالآخر ٹھٹھے اپنی ندامت کا اظہار اس طرح کرتا ہے :-
”عورتوں کے ساتھ مزد کبھی واجبی سلوک نہیں کر سکتے۔
کال سرد سے بڑھ کر کامل عورت نوع آدم کے لئے نمونہ
عمل بن سکتی ہے مگر ایسی عورتیں کم باب ہیں۔“

زمانہ قدیم پر ایک اور نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پندرہویں
صدی عیسوی تک تاتاریوں پر دسے کا نام بھی نہ تھا۔ خود امیر تیمور
کی یکم الحاقی خاتون بالکل آزاد و سب پر وہ رہتی تھی۔ تاتاریوں کی عوام
عورتیں پر دسے اور نقاب سے ناواقف تھیں۔ وہ اپنے شوہروں کے ہمراہ
گھوڑوں پر سوار ہو کر سفر کرتیں لڑائیوں میں شریک ہوتیں نہ بابتہ کے
لئے جانتیں اپنے بزرگوں کے مفاخر میں حصہ رکھتی تھیں اور ان سیراہی
قوت حیات موجود تھی جو کھلے میدان میں زندگی بسر کرنے والوں کو حاصل
ہوتی ہے۔ امراء عظام کی بیویاں اپنا ساز و سامان لے کر شوہروں
سے علیحدہ رکھتی تھیں سفر میں ان کے غیہ اور فرنگاہ جدا ہوتے تھے۔ تیمور

سے پہلے بیوی کے بعد ملکہ سر اس کے خاتمے سے نکاح کیا تھا جس وقت تھوڑے
لڑائی کے میدان میں ہوتا اور سر اس کے خاتمے ساتھ ہوتی تو سر ماراں جنگ
تعمیم و تنظیم کے فرض اور اکر تے تھے۔ عین فتح کی مجلس میں ملکہ کا خاص مقام
ہوتا تھا۔

ہائے حس کا کہنا ہے کہ قوت ہمیشہ کمزور کو رہتی رہی ہے۔ پورے
اور قید مکان سے اور کوئی غرض و مطلب برآری نہیں ہوتی سوائے
اس کے کہ بیگار حاصل کی جائے۔ فی الحقیقت بعض مشرقی صنعتیں صرف
اسی طرح ترقی پاسکیں مثلاً قالین بافی جو عورتوں کی مکمل بیگار کے بیروں
انہ خیال ہوتی۔

یہ بات بھی مسلمہ اور ناقابل انکار ہے کہ قید مکان سے بدکار و بد اخلاق
عورتوں کی کوئی اصلاح ہو سکی ہو۔ کیونکہ باوجود قید کے بھی بد اخلاق عورتیں
کبھی نہ راہ راست پر نہ آئیں۔ پردہ توڑنے پر آپس میں پڑیاں توڑنے کی
شرور تو بہت آئی اور عدالتوں میں ان کے منظر دیکھے گئے۔ دوسری طرف
باوجود قید پر دوسرے کے بد اخلاق عورتوں نے جو کچھ کیا اس کی مثالیں بھی
عدالتوں میں علامہ تجربہ میں آئیں۔ بعض حرکتیں ایسی دیکھی گئیں جو سوئے
پر دوسرے کے آزاد رہنے میں شاید ہی ظہور میں آئیں۔

اس میں شک نہیں کہ پردے اور قید مکان کی
بدعت میں مسلمانوں نے تمام دیگر اقوام پرست
حاصل کر لی۔ لیکن اسی ایک بدعت اور عادات کے خاتمہ پر اکتفا نہیں

ہوا۔ اور یہی بدعتوں کو رواج دیا گیا یعنی قلیل عمر پاکر فتنہ ہو گئیں اور
 بعض آج بھی موجود ہیں۔ سندہ کے قدیم مسلمانوں میں یہ رواج تھا
 کہ ایک مرتبہ بچہ پیدا ہونے کے بعد عورت قابل استعمال نہیں سمجھی جاتی
 تھی۔ اسی طرح کچھ ایک مرتبہ استعمال ہونے کے بعد پھر استعمال نہیں ہو سکتا
 تھا۔ اس دستور کا خاتمہ اس طرح ہوا کہ ایک عورت نے ایک چادر شاد
 طور سے دھو کر شوہر کو حسب ضرورت دے دی جس کو اس نے بہت پسند
 کیا اور اس دستور سے باز آیا پھر اس کے دوست و احباب بھی اس
 تجربہ سے مستفید ہوئے اس کے بعد عورت نے یہ یقین دلایا کہ بچہ پیدا
 ہونے کے بعد بھی عورت قابل استعمال رہتی ہے۔ چونکہ عورت کا پہلا دور
 صحیح ثابت ہوا تھا۔ لہذا مرد نے یہ دوسرا تجربہ بھی کیا اور عورت کو بچہ
 پیدا ہونے کے بعد احتیاب ہونے پر علیحدہ نہیں کیا۔ اس کے قول کو
 درست پایا اور اس سے فائدہ اٹھایا۔ اس طرح اس رسم بد کی بنیاد کنی
 ہوئی۔ ایک مثال اس بدعت کی بھی موجود ہے جو آج تک جاری ہے
 یعنی یہ کہ مسلمانوں کے ایک فرقہ میں نقاب پوش مرد ہوا کرتے ہیں۔
 نو سو برس پہلے کہ علی بن یوسف بن تاشین
 نقاب پوش مرد اندلس کا بادشاہ تھا اس کے خاندان میں
 ایک عورت سے یہ الٹا دستور چلا آتا تھا کہ مرد منہ پر نقاب ڈالے رہتے
 تھے اور عورتیں کھلے منہ پھرتی تھیں اسی لحاظ سے یہ لوگ ملتین کہلاتے
 تھے۔ محمد بن تو مرش نے رفتہ رفتہ ان ملتین کی حکومت کو برباد کر کے

ایک نئی سلطنت قائم کی اور عبدالکومل کو تخت نشین کیا۔ حکومت ضرور
 الٹ گئی بلکہ سارا اندلس قبضہ اسلام سے نکل گیا لیکن بدعت نقاب پونہ
 ہندو نہ جاری ہے۔ وسط سہارا میں تو ریخ فرقہ کے لوگ پہاڑیوں پر آباد
 ہیں اس فرقہ کے مرد چہروں پر نقاب ڈالے رہتے ہیں حالانکہ ان کی
 عورتیں بچے پرودہ اور بغیر نقاب کے چلتی پھرتی ہیں۔ یہ بات بھی نہیں
 ہے کہ مرد نہ ملنے ہوتے ہیں بلکہ وہ جفاکش عمدہ فیکاری اور نہ رٹے
 والے ہوتے ہیں جنہوں نے فرانسیسیوں کو بڑی مصیبت میں ڈال
 دیا تھا۔ ان مردوں کی نقاب نیلے کپڑے کی لانی دھجی سی ہوتی ہے۔
 سب سے اچھی نقاب چھ پیشوں کی ہوتی ہے جو سوڈان میں بنی اور رگی
 جاتی ہے ہر ایک پٹی قریب ایک اپنی چوڑی اور سب پٹیاں ایک ساتھ
 سلی ہوتی ہیں۔ نقاب اس طرح بنی جاتی ہے کہ اُس سے آنکھوں پر ٹوٹی
 سی چڑھ جاتی ہے منہ اور نچھٹے ڈھک جاتے ہیں۔ کوئی حد چہرے کا
 دکھائی نہیں دیتا اسی نقاب میں یہ مرد سوتے اور زندگی بسر کرتے ہیں
 نقاب کے نیچے کے حصہ کو یہ لوگ اداول کہتے ہیں جس کو کھانے کے وقت
 اٹھا دیتے ہیں لیکن ایسے موقع پرودہ منہ کے سامنے ہات لگائے رکھتے
 ہیں اگر نقاب کو از سر نو لگانے کی ضرورت پیش آجائے تو یہاں تک
 ہوتا ہے کہ یہ لوگ خود اپنے گھر کے مردوں سے چہرہ چھپانے کے لئے
 جھاڑیوں کے پیچھے جا کر چھپ رہتے ہیں۔ یہ لوگ اُس وقت تک
 نقاب نہیں ڈالتے جب تک بچپن سال کی پختہ عمر نہ ہو جائے۔

نقاب پوشی کی رسم میں گھر گھر میں خوشی منائی جاتی ہے۔ دھوئیں اور ناچ
 ہوا کرتے ہیں۔ یہ لوگ جو کچھ بھی بتائیں گے وہ یہ بات چھوڑ کر آدمی
 صحیح معنوں میں اس وقت تک مرد نہیں ہوتا جب تک وہ نقاب نہ ڈال
 لے۔ یہ بات کہ تو رہنے مردوں نے یہ نقاب پوشی کیوں اختیار کر لی
 ہے کسی کو معلوم نہیں ہے۔

مسلمان لڑکیاں
 عجب بے لارشت
 احکام قرآن اور شریعت اسلامیہ کے
 خلاف ایک بدعت جاری ہے کہ مندر
 کے اکثر صوبہ جات میں مسلمان لڑکیوں کو وراثت سے محروم رکھا جاتا ہے
 لڑکیوں نے جب اپنی وراثت کا مطالبہ کیا اور نوٹ مندرجہ دار پر پوری
 نو آخر عدالت پر پوری کو نسل نے ان کے حقوق کی پامالی یہ کہہ کر دیا کہ
 اگرچہ اسلامی شریعت نے ان کو حقوق وراثت عطا کئے ہیں لیکن
 مسلمانوں نے ان کو زمانہ قدیم سے وراثت نہ دینے کا دستور قائم کر لیا
 ہے۔ اسی لئے رواج و دستور کو شریعت پر ترجیح دیتے ہیں کہ ان
 کو ترکہ پر کسی میں کوئی حصہ نہیں دلا جاسکتا۔ صوبہ مدراس کے اکثر مسلم
 فرقوں میں یہ رواج ہوتا ہے۔ اسی طرح قانون تعلقہ داران اودہ
 کا دے سے بھی لڑکیاں حقوق وراثت سے محروم رہتی ہیں۔

دین چہرہ میں
 کاسٹ چھانٹ
 ایک بدعت یہ بھی جاری ہے کہ اودہ میں
 معبودہ دین چہر کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔
 ہر کی تعداد جو مابین فرقہ بین متفقہ طور پر طے ہو کر معین ہوتی ہے اس میں

عدالت کو یہ اختیار حاصل رہتا ہے کہ وہ اس تعداد معینہ کو حسب حیثیت
شوہر تحقیق و ترمیم کر دے اور معاہدہ کی کوئی پرواہ نہ کرے۔

سدا سہاگن
ہندو اکثر و بیشتر زمانہ جاہلیت کے رسوم و
روایات پر عامل ہیں۔ چنانچہ جاہلیت کے

ڈرامہ میں صرف درویدی ہی متعدد بھائیوں کی مشترکہ بیوی نہیں
رہتی۔ اس کی مثال آج بھی کوہ ہمالیہ کی گھاٹیوں میں موجود ہے۔
ایسی قوم ہندو آباد ہے جن میں کسی بھائیوں اور چچا زاد بھائیوں میں
صرف ایک ہی زوجہ مشترکہ ہوتی ہے۔ یہ عورت امور خانگی کی انجام
دہی کے علاوہ بیرون مکان چلنے پھرنے میں کامل آزادی رکھتی ہے۔
ایک شوہر مر جائے تو باقی دوسرے شوہروں سے اس کا سہاگ
قائم رہتا ہے یعنی وہ تمام عمر کہی بیوہ نہیں ہو سکتی۔ ہمیشہ سہاگن
رہتی ہے۔

لڑکی کو وراثت
ہندو قانون کے مطابق کسی عورت یا لڑکی کو جائیداد
میں کوئی وراثت نہیں ہو سکتی ہے لیکن شیلانگ
(صوبہ آسام) کے خامی لوگ ایک ایسے ازدواجی دستور کے پابند ہیں جس کی
رو سے عورتوں کو معاشرتی نظام میں اعلیٰ درجہ حاصل ہے۔ لڑکی کو ماں کی
طرف سے نقد و جائیداد ملتی ہے اور خاندان کی سب سے چھوٹی لڑکی کو
سب سے زیادہ حصہ دیا جاتا ہے۔ پردے اور قید مکان کی پابندیوں
سے یہ قوم بالکل آزاد ہے۔

باب ہفتم

دور حاضر

یہ وہ زمانہ ہے کہ دنیا کے سوائے میں بیداری پیدا ہو گئی ہے مغرب کی عورتیں پردے اور قید مکان کی پابندیوں سے آزادی حاصل کر چکی ہیں۔ اب مشرقی عورتیں بھی آزادی کی جدوجہد میں تھیں و تھیں توڑ رہی ہیں۔ حامیان پردہ اور مخالفین پردہ کے دو گروہ اپنے جداگانہ دعوے پیش کرتے ہیں۔ نا انصافی ہو گئی اگر فریقین کے وجود نظر انداز کر دیے جائیں ضرورت ہے کہ پہلے دونوں کے دلائل پیش نظر رکھے جائیں اس کے بعد عام رجحان پر غور کیا جائے۔

حامیان پردہ ۵
بدنسے کی حمایت کرنا ممالک مشرقی کا قدیم دستور ہے لیکن مسلمانوں کی کاوش حیرت انگیز ہے کہ
ہیں کہ وہ۔

عورت کو اپنے مرد کا نام لے کر پکارنا مکروہ ہے اس میں
پہلے اور بی سہجہ۔

اگر شوہر عورت کو پچاڑا اٹھائے گا حکم دے تو اس کے لئے
سجیہ تیار ہو جائے۔

اگر مرد کے زخموں کا پیپ اور خون اپنی زبان سے چاسے
جب یہی حق ہوا نہیں ہو سکتا۔

”عورت بلا عذر شرعی مرد کے گھر سے کہیں باہر نہیں جاسکتی نہ
کسی غیر محرم کے سامنے ہو سکتی ہے۔“

”عورت کو مرد کا تابع فرمان پیدا کیا گیا ہے۔“
”لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم نہ دینا چاہیے عورت گھر کی تعلیم لے کر
کرتا چاہئے اور یہ تعلیم پردے کے ساتھ گھر کے اندر یا مکتبوں
میں کم عمری تک ہونا چاہئے بعد ازاں بہن کو بھائی یا شوہر کی بی
وی تعلیم دے لیا کرے۔“

”بھیلوں سے عورتوں کے حسن و صحت میں زوال ہوتا ہے۔“
”سوچو اگر آگ پر نہ رکھیے گا تو وہ کیوں بجھنے لگا یا رو
کے نزدیک چنگاریاں نہ ہوں تو وہ کیوں بھڑک اٹھے لیکن
ان میں اگر قرب ہے تو تقاضائے فطری یہ ہی ہے کہ دونوں
صورثوں میں جو آگ کا فعل ہے اس کا ظہور ضرور ہو لہذا
مرد و زن کو جب موقع ہی نہ ملے تو کیونکر وہ باتیں پردہ
پر و قوم میں ہونا ممکن ہیں جو بے پردہ اقوام میں ہیں۔“

”عورت کا گھر کے باہر چوکھٹ پر کھڑا ہو جانا بھی قابلِ مہزہ
نہی ہے۔“
”اگر ایک دن ایک جوان دوپہر کے وقت
اپنے مکان پر آیا دیکھا کہ اس کی عورت چوکھٹ پر کھڑی ہے۔“

”جو ان کو غیرت آئی اور نیزہ بڑھا کر عورت کو مارنا چاہا اس
نے کہا گھر میں جا کر دیکھ تو لو کہ کس چیز نے جھکو باہر نکلنے پر مجبور
کیا ہے جو ان گھر میں گیا اور ایک بڑے سے مانپ کو دیکھا بہت
عورت کو معاف کیا ہے“

”عورت عجم ستر ہے اس لئے اس کا سب بدن ستر
ہے کوئی عفو مستثنیٰ نہیں ہے اور اس وجہ سے کسی شرط
پر اس کا باہر نکلنا درست نہیں ہے۔ اور یہ عجاوبہ ہی
کہ زن، کو عورت نہ کہتے ہیں۔ یعنی کہ عورت کا نام ہی اس
کے تمام اعضاء کے ستر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔“
”شوہر کے بھائی یعنی دیور سے تو پردہ لازمی ہے۔ روایت
یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ
آپ دیور کے بارے میں کیا فرماتے ہیں آپ نے فرمایا
دیور تو موت ہے۔ مطلب یہ نکالو کہ قریبی رشتہ داری
اور بھی خوف کا باعث ہے“

”عورت کھڑکی سے جھانکنے تو اس کی مار ہونا چاہیے۔“

”ذیل میں روایت یہ ہے کہ حضرت معاذؓ نے اپنی عورت
کو کھڑکی سے جھانکتے دیکھا تو اس کو مارا تھا“

”بقول نواب حسن الملک سرسید احمد اور ان کے فرزند
سٹر محمد مدت العمر کبھی اس بات کے بھی روادار نہیں

”ہوئے کہ ان کی بہو محمود بیگم کسی بڑے سے بڑے علیل بچہ
انگریز کی سیم صاحبہ سے بھی مل سکیں۔ یعنی پردہ دار عورتوں
کو بچہ پردہ عورتوں کے بھی سامنے نہ آنا چاہئے۔“

”عورت ایسے تمام فرائض سے سبکدوش کر دی گئی ہے
جو بیرونی خانہ کے امور سے تعلق رکھتے ہیں۔“

”ہر طریقہ سے عورت کے گھر سے نکلنے کو ناپسند کیا گیا ہے۔“
”مسلمان عورت کفار اور اہل الذمہ کی عورتوں کے
سامنے اس سے زیادہ ظاہر نہیں کر سکتی جو اجنبی مردوں
کے سامنے ظاہر کر سکتی ہے۔ یعنی ایسی عورتوں سے بھی
پردہ کرنا ضروری ہے۔“

”پردہ نشین کی آواز غیر مردوں کے کان تک پہنچے تو عورت
نکاح سے خارج ہو جاتی ہے۔“

”سینا اور فوٹو گرافی کے ذریعہ فحش تصویروں کے منظر
کار واقع ہو گیا ہے اس لئے لازم ہے کہ دنیا کی تمام عورتیں
مکانوں میں قید رکھی جائیں۔“

”عورتیں بد اخلاقی کی تحریروں میں حصہ لینے لگی ہیں
اور جذبات پر انگلیختہ کرنے والے پر عورتیں مضامین لکھتی

ہیں۔ لہذا فرشتے ہوتا چاہئے کہ ان کو پردے اور قید مکان
کے شکنجوں میں کس دیا جائے۔“

”پر وہ عورت کی عفت و ناموس کا مجرب علاج ہے اس سے وہ بد اخالیوں سے محفوظ رہتی ہے۔“
 ”عورتوں کا باہر نکلنا موجب فتنہ و فساد ہو سکتا ہے اور کچھ نہیں تو رفع شر کی خاطر ہی ان کو مکان کی چار دیواری کے اندر محبوس رکھا جائے۔“

”عورت باہر نکلے اور مردوں سے ملے جلے تو دیدہ دلیر دریدہ دہن اور بیباک ہو جاتی ہے یہ باتیں جو ہر انسانیت کے خلاف ہیں۔“

”عورتوں کی پاک دامن کی دلیل ہے کہ اُس کو آسمان اور آسمان کے فرشتے بھی نہ دیکھ پائیں۔“

”ایسے باریک کپڑے پہننا جس سے کوئی حصہ بدن دکھائی دے عورت کے لئے قطعی ممنوع ہے۔“

”عورت کو تنگ و چست کپڑے استعمال کرنا جس سے اُس کی ساخت جسمانی ظاہر ہوتی ہو کسی طرح جائز نہیں۔“

”عورت ایسی ناپاک شے ہے کہ اُس کے چھو جانے سے مرد کا وضو جائز رہتا ہے۔“

”بہتر ہے کہ ناک مردار کی بدبو سے بھر جائے بجائے اُس کے کہ اُس میں کسی خیر عورت کی خوشبو پہنچے۔“

”یہ کسی طرح روا نہیں کہ کوئی عورت کسی غیر مرد پر نظر ڈالے۔“

”خوشحال مرد کے لئے لازمی ہے کہ وہ پکا پکایا کھانا یا ایک
خادمہ کا خرچہ عورت کو دے تاکہ وہ باہر نہ نکلے۔“
”اگر مرد غریب ہے تو عورت پر گھر کا کلی کام کاج کرنا واجب
ہے مرد کے لئے صرف سامانِ لا دنیا ضروری ہے تاکہ عورت
باہر نہ نکل سکے۔“

”عدالت انگریزی کا قانون پر وہ نشین قانون الہی کے
مخالف ہے ایسے قانون پر عمل کرنے والے سخت ظالم اللہ
کے دشمن اور غضب الہی کے مورد ہیں۔“
”وہ مرد جن کی اجازت سے اُن کی عورتیں باہر نکلیں بیوٹ
ہیں ایسوں کی امامت جائز نہیں۔“

”ایسے مردوں کی امامت درست نہیں جبکی عورتیں بالٹھاپ نکلیں
مگر منہ کی ٹکیہ کھلی ہو۔“

”سوسائٹی کی غریب اور نادار عورتوں کے لئے جائز ہے کہ
وہ کام کاج کے لئے باہر نکلیں اور امیر عورتوں کی خدمت
گزاری کے طور پر سودا سلف لائیں۔“

”ذیل مسلمان عورتوں میں نائے - ڈومنی - بھنگن وغیرہ
کے لئے پردہ ضروری نہیں ہے - البتہ شریف یعنی امیر
عورتیں اُن سے پردہ رکھیں تو اچھا ہے۔“

”مسلمانوں کا نکاح عیسائی اور یہودی عورتوں سے جائز ہے۔“

سلاطین۔ والیان ملک۔ تعلقہ دار۔ امراء و روساء
عظام کے لئے تعداد ازواج کی کوئی قید نہیں۔ ان کی اولاد
بوجود کثیر الاذواج پہنچنے کے جائز رہے گی۔
”ہندو عورتوں سے منسل بادشاہوں نے جو شادیائیں
وہ جائز تھیں اور ان عورتوں سے جو اولاد پیدا ہوئی
وہ نہ صرف جائز بلکہ مالکِ تخت و تاج بھی ہوئی۔

یہ دوسے کے مخالف کہتے ہیں کہ زن و شوہر میں برابر کا رشتہ ہوتا
ہے نام لینے میں نہ کوئی کراہیت ہے نہ بے ادبی یہ ایک بے بنیاد و سوسہ
ہے جس کی کوئی سند نہیں۔ کسی ناممکن کام کے لئے عورت کا تیار ہونا ضروری
نہیں ہے بلکہ بد عقلی ہے۔ اس کو بھی عقل سلیم عطا ہوئی ہے لہذا وہ صرف جائز
اور قابلِ عمل کاموں میں شوہر کی ہم رائے اور فرمانبردار ہو سکتی ہے۔
خون اور پیپ کا چاٹنا قسطنطینی حرام ہے جس سے سدا کے گناہ کے کوئی
حق شوہر ہی ادا نہیں ہو سکتا۔ عورت یقیناً گھر سے باہر جاسکتی ہے اور
ستر چھپا کر ہر محرم اور غیر محرم کے سامنے ہو سکتی ہے۔ یہ بتانا سہہ کہ
عورت کو مرد کا تابع فرماں پیدا کیا گیا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے
رفیقِ حیات اور شریکِ کار ہیں عورت کا مرد پر وہی حق ہے جو مرد عورت پر
رکھتا ہے۔ لڑکیوں کی تعلیم لڑکوں کی طرح اسکولوں اور کالجوں میں
ہو سکتی ہے اس کی کوئی ممانعت نہیں ہے تعلیم ہی سے حسنِ عمل اور پاکیزہ اخلاق
حاصل ہوتے ہیں اسی لئے حصولِ تعلیم کے لئے اسلام نے ہمت افزائی کی ہے

یہ صحیح نہیں ہے کہ کھیلوں سے لڑکیوں کے حسن و صحت میں زوال
 ہوتا ہو برخلاف اس کے اُن کا حسن اور صحت ترقی پاتی ہے موسم اور
 بارود کی مثال بے محل اور اصول منطق کے خلاف ہے۔ عورت و مرد
 موسم میں نہ بارود بلکہ ذی عقل و ذی ہوش انسان ہیں جو اچھے بُرے
 کی تمیز دی گئی ہے۔ عورتوں کو تنہائی اور قید میں بھی وہی مواقع حاصل
 رہے ہیں جو آزادی اور بے پردگی میں ہوتے ہیں اول الذکر صورت میں
 اشتغال کی نوبت آجاتی ہے جو باعث مسرت ہوتی ہے اور آخر الذکر
 میں کوئی استیجابی کیفیت پیدا نہیں ہوتی کہ سب کا ایک حال ہوتے
 ہوئے خواہشات نفسانی پر قابو حاصل ہو جاتا ہے۔ جب عورت مسلمہ
 طور پر باہر نکل سکتی ہے تو جو کھٹ پر ہر ضرورت کے وقت آسکتی
 ہے روایت متذکرہ غیر مستند ہے اور مسلمانوں کے لئے قابل اعتنا
 نہیں ہو سکتی۔ قرآن و حدیث میں وزن، کو عورت نہیں کہتے۔ 'اناث'
 یا 'نساء' کہتے ہیں۔ لفظ عورت کا اطلاق مرد نے اختراع کیا ہے اب
 اس کو بُرے اور ناپاک معنوں میں استعمال کرنا خود مرد کی کثافت طبع کی
 دلیل ہے۔ شوہر کے بھائی یعنی دیور سے پردہ ناممکن بتایا گیا ہے حدیث
 کا مفہوم صاف ہے کہ دیور موت ہے جو بغیر پیش آئے نہیں رہ سکتی
 یعنی دیور کا سامنے آنا اور اس سے پردہ نہ ہونا ایسا ہے جیسے کہ موت
 کا آنا برحق ہے۔ رسول اللہ نے حضرت عائشہؓ کو بالائے دیوار سے
 تماشہ دکھایا تھا عورت اگر کھڑکی سے جھانکے تو کون سا گناہ ہے

البتہ کسی الزامہ فاسد سے جہاں داخل گناہ ہے۔ ازدواج مطہرات اور رہنمائی کی بیٹیاں کفار کی عورتوں کے سامنے ہوتی تھیں ان سے گفتگو کرتی تھیں اور وہ عورتیں سب کی سب زمانہ جاہلیت کی طرح بے پردہ و آزاد تھیں۔ محمود بیگم کی مثال محض چا پلو سی تکبر اور سخت سکھائی ہے جو کسی مسلمان عورت کے لئے جائز نہیں۔ عورت کو بیرون خانہ کے امور سے ہرگز سبکدوش نہیں کیا گیا اور نہ ہی عورت کے گھر سے نکلنے کو ناجائز کیا گیا ہے ان دونوں باتوں کی احکام قرآن اور احادیث نبوی سے تکذیب ہوتی ہے۔ آنحضرتؐ کی ازدواج مطہرات اور آپؐ کی صاحبزادیاں ہمیشہ باہر نکلتی رہیں۔ کفار اور اہل الذمہ کی عورتوں کے سامنے مسلمان عورتیں اسی طرح آسکتی ہیں جس طرح مسلمان عورتوں کے سامنے ان سے مردوں کی طرح ستر چھپانے کی بھی ممانعت نہیں ہے۔ محمود بیگم کی مثال کے ثبوت میں یہ فتویٰ محض ایجاد بندہ سے منسوب سمجھنا چاہئے۔ غیر مرد کے کان میں کسی مسلمان منکوحہ کی آواز پہنچنے سے نکاح ہرگز ہرگز فسخ نہیں ہوتا۔ یا تو یہ جہالت و خام خیالی ہے ورنہ صریح کذب و افتراء ہے۔ سنیما۔ فوٹو گرافی۔ اور فحش و اخلاق سوز تصویروں کے مظاہرے مرد کی ایجاد اور اسی کی مشق عام ہے۔ مرد کے گناہوں کی سزا عورت کو دنیا کہاں کی منطقی اور کون سا انصاف ہے۔ مضمون نگار کا پردے اور قید میں رہ کر بھی ہو سکتی ہے۔ مضمین سے اگر مرد مشتعل و برا نگیختہ ہو جانے کے عادی ہیں تو ایسے مردوں کو یا تو مضمون نہ پڑھنا

پاس پہنچے یا خود پردے میں بیٹھ جانا چاہیے۔ عفت و عصمت ہرگز پردے سے حاصل نہیں ہوتی۔ پردے میں رہ کر ہزاروں واقعات ایسے ظہور پذیر ہو چکے ہیں جن پر بے پردہ کو بھی شرم آتی ہے۔ عفت و عصمت کا مدار نیت اور پاکیزہ اخلاق پر ہوتا ہے۔ ہفتہ و فساد کا اندیشہ تو جب عام طور پر عورتیں آزاد ہوں تو اس کا احتمال بہت ہی کم ہو جائیگا ایک کو دوسرے سے اندیشہ لگا رہے گا۔ اس قسم کے فتنہ و فساد باوجود پردے کے بھی رونما ہوتے رہتے ہیں اس کے پر معنی نہیں ہو سکتے کہ امکان فتنہ و فساد کی خاطر جنس اناث کو قید و دام میں مبتلا کر دیا جائے۔ دیدہ و پردہ و ہنہا اور بے باکی پردے میں رہ کر بھی آجاتی ہے لیکن تعلیم اور آندہ اسی ان برائیوں کو دور کر دیتی ہے خوش بیانی اور خوش اخلاقی ان کی جگہ لے لیتی ہے۔

پاک و امنی فرشتوں کے دیکھنے یا نہ دیکھنے سے نہیں ہوتی بلکہ اعمال و نیت پر منحصر ہوتی ہے۔ بدکار عورت کو خواہ فرشتے بھی نہ دیکھیں لیکن وہ بدکار ہی رہے گی۔ عورت کے جماعہ قرآن نے ستر قرار دیے ہیں وہی دستور رہنا چاہیے باقی خواہ کھلے رہیں یا پارک کپڑے سے ڈھکے رہیں ایک ہی بات ہے۔ تنگ و چست کپڑے عورت کے لئے چنداں ضروری نہیں ہیں لیکن اس کی ممانعت بھی نہیں ہے۔ ورزش یا قواعد یا کھیل کے مواقع پر لڑکیوں اور عورتوں کو ایسے کپڑے پہننا ناگزیر ہوتا ہے۔ مگر جنگ میں خواتین اسلام نے پائے چڑھائے ہوئے زنجیروں کو

پانی پونچا پاتا تھا۔ یہ بھی افترا پر دازی ہے کہ عورت کے محض چہرہ جاننے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ مرد اور عورت مسجد میں نماز باجماعت ادا کر سکتے ہیں۔ ایسے میں اگر عورتوں کی خوشبو مردوں کو پہنچے تو وہ بمنزلہ مردار کی بو کے ہرگز نہیں ہو سکتی۔ عام مطلب کی رو سے یہ مسئلہ بھی غلط اور افترا ہے لیکن اگر اس سے مراد کسی فعل بد کی رغبت کی طرف سے تو اس مسئلہ میں اس سے بھی سوا کہا جاسکتا ہے۔ عورت کا کسی مرد پر نیک نیتی سے نظر ڈالنا نہ کوئی عیب ہے نہ ناجائز۔ بد نیتی سے دیکھنا پردے اور بے پردگی دونوں حالتوں میں ہر اسے۔ حفظ ناموس کے معاملہ میں خوشحال اور مفکوک الحال کی شق بھی عجیب ہے۔ اس میں امیر و غریب یکساں ہیں۔ جو خط تقسیم اس خاص مسئلہ میں کھینچا گیا ہے اس مساوات کا خاتمہ کرنا مقصود ہے بدیں و عیہ محض بدعت و اختراع ہے۔ قانون پردہ نشین جو انگریزوں نے وضع کیا وہ عین انصاف و حق پر مبنی ہے جو لوگ یہ چاہیں گے کہ پردہ نشین عورتوں کو دھوکا اور فریب دیتے رہیں وہی اس قانون کی مخالفت کریں گے۔ رسول اللہ نے ازواج مطہرات کو حسب ضرورت مکان سے باہر نکلنے کی عام اجازت دی تھی۔ اہل بیت المؤمنین تمام عمر باہر نکلتی رہے ہیں۔ اہل اہل وہ مسلمان مرد جن کی عورتیں ستر پوشی کے سائستہ ان کی اجازت سے باہر نکلیں ان کو دیوث کہنا گناہ ہے۔ عام قاعدہ ہے کہ جب کچھ نہ بن پڑے تو انسان سب و شتم پر اتر آتا ہے۔ منہ کی ٹکیہ کھینچا ہونے ہوئے مسلمان عورتیں شرعاً باہر نکل سکتی ہیں۔ کم از کم حنفیہ کا یہی مسئلہ ہے۔

ایسی عورتوں کے مرد کسی طرح امانت سے ممنوع نہیں کئے جاسکتے۔
 غریب و ردیل مسلمان عورتوں کا باہر نکلنا جائز ہے تو امراء کی عورتوں
 کا بدرجہ اولیٰ جائز ہونا چاہیے۔ غریبوں سے اسلام شروع ہوا اور غریبوں پر
 ختم ہوگا۔ امراء معدودے چند اور غریب کی کثرت ہے۔ جمہوریت اسلامیہ
 کا فیصلہ ہمیشہ اکثریت کے مطابق ہوتا ہے۔ اس لئے بھی امراء کی پردہ
 نشینی خلاف شریعت ہے۔ مسلمانوں کی عیسائی اور یہودی عورتیں باہر
 نکلتی ہیں جن کی مثال ترکی اور مصر وغیرہ میں موجود ہے پھر مسلمان
 عورتوں نے کیا تصور کیا کہ وہ عیسائی اور یہودیوں سے بھی کمتر متصور
 کی جائیں۔ کسی مسلمان بادشاہ یا والی ملک کو بھی جائز نہیں کہ وہ چار
 سے زائد بیویاں نکاح میں رکھ سکے۔ ایسے سلاطین و امراء جو گذر گئے
 یا اب موجود ہوں وہ اللہ کے حکم صریح سے منحرف ہیں۔ اس میں بھی کلام
 ہے کہ ایسی صورت میں ان کی اولادیں جائز کہی جائیں۔ ہندو عورت
 اگر اسلام لے آئی تھی تو اس کی اولاد جائز اور مالک تحت و تاج بھی ہو سکتی تھی۔
 پردے کے مخالف لوگ اور اعتراضات بھی کرتے
حجائین پردہ ہیں۔ وہ کہتے ہیں :-

”مرد اور عورت دونوں ایک جنس اور ایک ہی خدا کے
 بندے ہیں۔ مرد کیوں آزاد کی میں خلی انڈان ہو کہ عورت کو
 مقید رکھے اور ان نعمتوں سے مستفید نہ ہونے دے جن سے
 وہ خود فائدہ اٹھاتا ہے۔ مرد کو کوئی فضیلت عورت پر نہیں۔“

اس کا ظلم ہے جو عورت پر خود مختارانہ حکومت کرتا ہے۔
 ”پردہ مانع تعلیم ہے اور تعلیم مثل مردوں کے عورتوں
 کے لئے ضروری ہے۔ بچوں کی تعلیم و تربیت پر ماں کی
 حیالت کا بہت بڑا اثر پڑتا ہے انتظام خانہ داری میں خوش
 اسلوبی نہیں پیدا ہوتی۔ ایک تعلیم یافتہ شوہر جاہل بی بی کی
 خوش نہیں رہتا جو خانگی بد مزگی کا باعث ہوتا ہے۔“
 ”بغیر باہر چلے پھرے تازہ ہوا حاصل نہیں ہوتی نہ ورزش
 ہوتی ہے اس لئے پردہ نشین مستور استی کی صحت خراب اور
 قوی کمزور ہوتے ہیں اکثر علیل رہتی ہیں اور کمزور اولاد
 پیدا ہوتی ہے جس سے ایک نحیف و بیمار قوم بنتی ہے۔“
 ”یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ آزادی سے عورتوں کے خلاق
 خراب ہوں گے خود رسم پردہ کے ساتھ بھی یہ شکایت موجود
 رہتی ہے۔ تعلیم خود محافظ اخلاق بوجھے گی۔“
 ”پردے کی وجہ سے نکاح دیکھ بھال کر نہیں ہو سکتا گویا
 یہ اہم فریضہ آنکھ بند کر کے ادا ہوتا ہے جس پر فریقین کی تمام
 زندگی کے رنج و خوشی کا انحصار ہوتا ہے۔“
 ”پردہ کوئی مذہبی چیز نہیں ہے۔ قرآن شریف میں پردے
 کا کوئی حکم نہیں ہے۔ نہ اسلامی ممالک میں اس کا رواج
 تھا۔ مسلمانوں نے دوسری قوموں سے لیا ہے۔“

”قرون اولیٰ میں مستورات پر ایڑ لٹا سونے میں شریک اور
گھوڑ دوڑ اور رکھیلوں تماشوں میں حصہ لیتی تھیں اور
تعلیم حضرت رابعہ تبصریؒ کی طرح ہوتی تھی“

”عورتوں کا اس طرح پردے میں رکھا جانا کلتیاً عقائد
اسلامی کے خلاف ہے آنحضرتؐ کے زمانہ بابرکت میں اور
پشتہا پشت بعد تک عورتیں میدان جنگ میں افواج کے
ساتھ جایا کرتی تھیں مردوں کو محنت دلاتی تھیں۔ جوش
ولانے والے گیت گاتی تھیں اور مجروحین کی تیمارداری
کرتی تھیں“

”عورتوں کو سختی کے ساتھ پردے میں رکھنا اکثر مشرقی
اقوام کے تنزل اور پستی کا سبب ہے“

”باوجود خلقی کمزوری کے عورتیں کسی فرض سے مستثنیٰ
نہیں ہیں۔ روزہ۔ نماز۔ حج۔ زکوٰۃ۔ صدقہ۔ بیع و شرا۔
بین دین۔ گواہی وغیرہ میں مرد کی طرح ذمہ دار ہیں۔ پردہ
ان کو فرائض و اعمال کی ادائیگی میں مانع آتا ہے“
”عورتوں کا وراثت میں حصہ ہوتا ہے۔ ان کو مثل
مردوں کے کمائی کرنے کا حق دیا گیا ہے۔ ان کو حکومت
یا انتظام و انصرام چاہا۔ اسے محروم نہیں کیا گیا ہے پردہ
ان کو ان کاموں کی انجام دہی سے معذور و مجبور رکھتا ہے“

”پر وہ نشین قانوناً فائز العقل اور نابالغ کے ذمے ہیں
 شمار کی جاتی ہے۔ اسلامی شریعت میں اُس کی ولایت کا
 کوئی اتہام نہیں کیا گیا۔ برخلاف اس کے انگریزوں نے اُس
 کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھانے والے کے خلاف قانون
 وضع کیا۔“

”پر وہ نشینی اور قید مکان کے سبب عورت مستوجب فریب
 و دغا ہے نہ ہنسی ہے اگر یہ قید و پرہ نشینی شرعاً واجب
 ہوئی تو عورت کو فریب و دغا ہی سے محفوظ رکھنے کے
 لئے بھی شارع کے احکام ہونا لازمی تھا۔ ایسے احکام کا نہ
 ہونا دلیل اس کے آزاد رکھے جانے کی ہے۔“

”باپ کے بجائے بیٹی کا چچ کرنا۔ مادر متوفی کے بجائے بیٹی
 کے روزے رکھنا اور عقد و نیا جائز قرار دیا گیا ہے اس
 طرح بھی اُس کے فرائض مردوں سے کم نہیں ہوتے۔“
 ”نماز اور بجا عورت کا منہ چھپانا جائز نہیں۔“
 ”پر دوسے کے معنی صاف و عریض طور پر نصف قوم کو
 متعید کر دینے کے ہیں۔“

”رسم پر وہ سے عورتوں کا اور اک گھٹ جاتا ہے اور
 قوائے احساسی مردہ ہو جاتے ہیں۔“
 ”عورت کوئی راز نہیں ہے جس کو افشاء نہ کیا جائے۔“

”جن ملک نہیں کہ عورت کو سوائے عامل مخصوص اور کوئی
دیکھ نہ سکے“

”کمزور و ماغ والوں کو اخلاق حمیدہ اور اوصاف پاکیزہ
کے بجائے پردے اور قید مکان کی غیر معقول تعلیم دینا ہی
مناسب معلوم ہوتا ہے“

”مارکسیس کا قول ہے کہ پردے کی غرض و حمایت صرف
اسی قدر ہے کہ عورتوں سے بیگاری جائے“
”برقعہ اور نقاب کے استعمال سے عورت کی سماعت اور
بصارت پر مضر اثر ہوتا ہے“

”جن بچوں کو عورتیں نقاب اور برقعہ کے اندر رکھنے پر
مجبور ہوتی ہیں ان کو خراب ہوا اپہوشی ہے اور وہ سوپ
اور روشنی سے محروم رہتے ہیں اس لئے ایسے بچے علیل
و نحیف ہو جاتے ہیں“

”پردہ عورتوں کو ملک کی معاشری اور سیاسی زندگی میں
حصہ لینے سے باز رکھتا ہے“

”مشرق میں اوہام پرستی کا ہمیشہ چرچا رہا ہے۔ جہاڑ پھونک
ٹونے ٹوٹنے کی طرح پردہ بھی اوہام باطلہ میں داخل ہے“
”دنیا کا ہمیشہ دستور رہا ہے کہ کمزوروں پر قیود عائد
کر کے ان کو تابع فرمان رکھا جائے یہی سلوک عورت سے

کیا گیا۔ مغرب نے اس غلامی کی زنجیر کو توڑ ڈالا مشرقی عورت کا پردہ
اس کی غلامی کا ہنوز فسانہ عزم ہے۔“

مشرقی عورتوں کی زندگی فرمانبرداری اور غلامی میں
گذری بوڑھی عورتوں نے اپنی اولاد اناٹا کو یہ پی تعلیم
دی لہذا نسل بعد نسل کو رانہ اطاعت نے اُن کی قوت فہم
ضایع کر دی اور وہ اپنی ذمہ داریوں کو مردوں کے
سپر دگر کے مطمئن ہو گئیں۔“

”پرویسے کی رسم نے مشرقی عورت کو ایک پڑ مردہ تصویر اور
مرد کا عکس زرد کر دیا وہ کسی معنی میں آزاد خیال فرد
انسان نہیں رہی۔“

مشرقی تمدن محض مرد تک محدود ہے عورت کی نقل و حرکت
صرف باورچی خانہ تک ہے فی الحقیقت وہ تمدن خام ہے جس
میں مرد اور عورت برابر کے شریک نہ ہوں۔“

”جس طرح بیٹیوں - بیویوں - بہنوں اور ماؤں کو بعض
اقوام میں حقوق وراثت سے محروم رکھا جاتا ہے اور ان کو
جائز حقوق نہیں دیئے جاتے اسی طرح پرویسے کی پابندی
ان کے حقوق جائز پر صریح دست اندازی ہے۔“

”لڑکیوں کی شادی کے لئے زیادہ سے زیادہ چہر کی ضمانت
ہونا اور ہنود میں کثیر رقم دہانید کے بغیر شادی نہ ہونا عورتوں

کی سخت دولت و رسوائی ہے۔ پردہ ہی ان بدعنوانیوں کی جڑ ہے۔
 ”پردہ صنعت و معرفت سے عورت کو باز رکھتا ہے غوجی
 تعلیم بھری اور رسوائی جہازوں کی تعلیم ہی اس کو حاصل نہیں ہو سکتی۔“
 ”مرد ہمیشہ سے خود غرض رہا اس لئے اس میں رشک و حسد
 بھی پیدا ہو گیا اگر عورتوں کی منظم و منصفہ قوت کام میں لائی
 جلسے توکل و نیاد و سرعاً بہتر شکل میں تبدیل ہو جائے۔“
 ”عورتوں کی بے بسی سے یہاں تک فائدہ اٹھایا جاتا ہے کہ
 ہندوؤں کو مندرؤں اور دیگر مقامات پر ستش کے لئے بھیٹ
 چڑھا دیتے ہیں۔“

”تا وقتیکہ عورتیں شجاع اور طاقت ور نہ ہوں مرد ہرگز طاقتور
 اور شجاع نہیں ہو سکتے راجپوت کے بہادر ہونے کی یہ ہی دلیل ہے
 کہ ان کی عورتیں مردوں سے زیادہ بہادر ہوتی ہیں۔“
 ”دنیا کا مستقبل اور انسانی ارتقاء لازمی طور پر دنیا کے نسوانی کی
 ترقی سے وابستہ ہے۔“

”تعلیم نسوانی کی توسیع دنیا کی اور بالخصوص مشرق کی اولین
 ضرورت ہے۔“

”لڑکیوں کی تعلیم لڑکوں کے برابر ہونا نہایت ضروری ہے اور
 جب تک یہ بات حاصل نہ ہو اس وقت تک بہتر ہے کہ لڑکیوں کو
 مدرسہ میں داخل کرنا زیادہ اہم قرار دیا جائے اور لڑکوں کے دخل

میں کمی کر دیا جائے۔“

دو مشرقی عورتوں کے جہاں تک بقدر پورے چکے جائیں اور پر دے

وقید مکان کی صورتوں سے اُن کو نجات بخشی جائے۔“

عرب کی بدوی عورتیں ہمیشہ آزاد و بے پردہ رہیں۔

حما الک اسلامی

شہری عورتیں نقاب کے بجائے برقعہ استعمال کرتی

تھیں لیکن برابر ہر نکلتی اور سودا سلت لاتی رہیں اب ان میں بھرکیا آزادی

شروع ہو گئی ہے اور بے پردہ نکلنے لگی ہیں۔ عورتوں نے اپنی جماعتیں

بھی قائم کی ہیں۔ فلسطین میں زیادہ آزادی حاصل ہو چکی ہے وہاں عورتیں

سیاسیات میں حصہ لیتی ہیں۔ مصر و عراق و شام و ایران میں بھی یہی کیفیت

ہے۔ افغانستان میں آزادی کی لہر دوڑ گئی ہے، لڑکیاں ولایت غیر کو تعلیم

حاصل کرنے جاتی ہیں اور پر دے کی باقاعدہ مخالفت کی جاتی ہے۔ یہ حما الک سلسلہ

بہ سلسلہ یا تو یورپ سے ملحق یا اس سے قریب تر ہیں اسی لئے وہاں عرصہ سے

آزاد خیالی پیدا ہو چکی تھی۔ افریقہ کی شمالی مسلم آبادی میں عورتیں کالی آزادی

رکھتی ہیں۔ انڈونیشیا میں بھی آزادی کا دور دورہ ہے۔

مسلمانان چین کا طریقہ تعلیم غیر مسلم اسکولوں کی طرح ہوتا ہے۔

تعلیم مخلوط ہوا کرتی ہے۔ لڑکیاں لڑکوں کے ساتھ درس

چلیں

پڑھتی ہیں۔ تعلیم میں مرد اور عورتیں دونوں ہوتی ہیں۔ عورتوں

میں پر دے اور قید مکان کا دستور نہیں ہے۔ شاوی بیابان میں عورتوں کا

خاص حصہ ہوتا ہے۔ جنازے کو مزور دیا کھاتے ہیں۔ رشتہ دار قریبی تالپیت

کے آگے چلتے ہیں۔ تابوت کے پیچھے باقی جلوس والے ہوتے ہیں۔ جلوس کے پیچھے عورتوں کی جماعت ہوتی ہے جو نوحہ کرتی ہوئی چار سو قدم تک جا کر واپس ہو جاتی ہیں۔ عورتیں بالعموم رحمدل ہوتی ہیں۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے لڑکیاں کالج میں داخل ہوتی ہیں لیکن مذہبی تعلیم کے لئے زمانہ مدرسہ ہوتا ہے جس میں مسلمان عورتیں معلمہ ہوتی ہیں۔

ترکی ترکی عورت کو اہل یورپ کی طرح کامل آزادی حاصل ہو سناٹی کے ہر شعبہ میں اس کی شرکت ہوتی ہے۔ علمی تعلیم کے علاوہ فوجی تربیت بھی حاصل کرتی ہے۔ لفٹنٹ جیمہ ترکی کی وہ ہوا باز خاتون ہیں۔ جنہوں نے دنیا بھر کی سب عورتوں میں ہوائی جہاز کی تعلیم میں سبقت حاصل کی وہ دنیا کی تمام عورتوں میں تہا اور سب سے پہلے اڑنے والی خاتون ہیں۔ بلقانی ریاستوں میں انہوں نے ہوائی سفر کیے۔ ہوا باز عورتوں کا ایک دستہ فوج بھی ترکی میں قائم ہوا۔ ساکت اڑان اور چھتری کے ذریعہ کوونے کی مشق ان عورتوں کے متعدد دیگر کارناموں میں داخل ہے۔ ان عورتوں کو بحری فوج کے ساتھ ہوائی پرواز کے ذریعہ اشتراک عمل کی تعلیم بھی حاصل ہے۔

روس دنیا کی دوسری جنگ عظیم سے قبل روس میں مسلمانوں کی آبادی منجملہ سوا کروڑ کے چار کروڑ تھی زار کے عہد میں ان کی حالت نہایت سقیم رہی تھی۔ ظلم و ستم کا نشانہ بنے رہتے تھے۔ موجودہ دور سیاسی میں ان کی حالت بہتر ہو گئی۔ تعلیم و تربیت سے محروم رکھے جا کا

قاعدہ منشوخ کیا گیا۔ وسط ایشیا کا کیشیا رفاتا۔ گریہ کیا۔ یا شکر اور
 تاتار میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ آذربائیجان۔ ترکمانستان اور روس
 و بنگالہ کے حصہ زمینی کے بیشتر شہروں میں ان کی کثرت ہے۔ تعداد میں سنہ
 بہشت زیادہ ہیں لیکن شیعہ اور اسماعیلیہ فرقے بھی موجود ہیں۔ مسلم آبادی کے
 کچھ لوگ بعض مذہبی رسم و رواج کو ترک کرتے ہیں۔ بہشت انکار کرتے
 ہیں۔ لیکن حکومت برائے صحت و سیاست ان کے استعمال کی فکر
 میں رہی۔ اکثر مسلمان اس کو شش میں رہتے ہیں کہ عورتوں کی قید تنہائی پر نہ رہ
 رہے۔ حالانکہ یہ رسم صحت ایجاد مشرق تھی جس کا کوئی تعلق اسلامی شریعت
 سے نہ تھا۔ لہذا سرکار کا طور پر عورتوں کو مفید رکھنے کا دستور منشوخ
 قرار دیا گیا۔ ازبکستان اور تاجکستان میں بیشتر عورتیں چچوان اور پچا
 استعمال کرتی تھیں۔ چچوان گھوڑے کے بالوں کی دبیر جالی ہوتی تھی جس
 سے عورت کا سر اور سینہ ڈھک جاتا تھا۔ پر سجا ایک قسم کا برقعہ بہ شکل
 لبادہ پڑتا تھا جس سے عورت کا سر ڈھک دیا اور شانے چھپے رہتے تھے
 اس کو پشت کی طرف آستینوں سے بانڈ دیا جاتا تھا۔ یہ دونوں لباس
 صحت کے لئے انتہائی مضر تھے۔ عورت کو قطع دکھائی نہیں دیتا تھا اور
 نہ اچھی طرح سائی دیتا تھا۔ چچوان سے ان کی بیماریاں پراثر پڑتا تھا اور
 یہ سب کا سر پر مقوار دباؤ رہنے کی وجہ سے اکثر دھند کی بیماری ہوجاتی
 تھی۔ چچوان اور پچا میں یہ درخشاں پاتے تھے ان کو نہایت سفت
 پوچھنی تھی۔ وہ خوب نصیب نہیں ہوتی تھی۔ غلیظ ہوا اور انتہائی گرمی

کی وجہ سے علیل رہتے تھے۔ اس کے علاوہ ترکمانیہ میں عورتیں شہوانی استعمال
 کرتی تھیں یہ ایسی نقاب ہوتی تھیں جس سے سانس لینے والی ہوا غلیظ رہتی
 تھی اور رشتہ بالکل ٹھنک جاتا تھا۔ شادی شدہ عورت کو برائی پہننا پڑتی
 تھی۔ یہ خاص قسم کی کشتی تھا لڑکی ہوتی تھی جس کا وزن چھ پاؤنڈ سے آٹھ
 پاؤنڈ تک ہوتا تھا۔ اس کے استعمال سے ریڑھ کی ہڈی پر مضر اثر پڑتا تھا اسی
 طرح کا ایک اور روزنی لباس فرنگی استعمال کیا جاتا تھا۔ ان رسومات کی وجہ سے
 مسلمانوں میں انحطاط پیدا ہو گیا۔ چچوان۔ پرستار۔ شہوانی اور برائی نے ایسے
 خاندانوں کو مورد زوال کر دیا جہاں ان کا استعمال ہوتا تھا۔ عورتیں ملک کی
 معاشی اور سیاسی زندگی میں حصہ لینے سے محروم رہتی تھیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ
 انگلستان میں ان لڑکیوں کی تعداد جنہوں نے ابتدائی مدرسوں کے آخری امتحان
 دے وہ بمقابلہ لڑکوں کے بہت ہی کم تھی۔ پھر یہ بھی ہوتا تھا کہ جب لڑکی
 تیرہ یا چودہ برس کی ہو جاتی تو اس کے والدین نے بزدستی و رعب سے اس کے
 جانتے بچتے اور گھر کے اندر انتہائی تنہائی میں ڈال دیتے تھے۔ مزید برآں
 چچوان اور پرستار پہنا کر شروع کرتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد ملا لوگوں کے
 خلاف ایک تحریک کا آغاز ہوا اور ہزاروں عورتوں نے منظر عام پر اپنے
 نقاب پھینک دیئے اور نڈر آتش کر دیئے۔ ایک ملائے عورتوں کے لئے
 ایسے رواج مقرر کئے جن کی وجہ سے وہ سیاسی جلسوں میں جانے سے
 محروم ہو جائیں اور سو ویسے روس کا دستور اسامی نہ پڑھ سکیں۔ اسی
 طرح حسین نامی ایک ملا اور اسکی بیوی نے یہ اعلان کیا کہ ان کو ابہام ہوا

ہے کہ اگر کوئی لڑکی سوئٹس لینڈ اسکرولنگ گئی تو وہ عذابِ ابدی میں مبتلا کی جائے گی۔ بہر حال ان بدعتوں سے اب روس کی مسلم خواتین کو نجات حاصل ہو گئی ہے اور وہ شہرِ آزاد اور آزادی پر گامزن ہیں۔

یورپ کے مسلمان
یورپ کا شاید ہی کوئی ایسا ملک ہو جہاں مسلمان نہ رہتے ہوں۔ البانیہ میں مسلمان حکمران رہے۔ یوگوسلاویہ، بلغاریہ اور رومانیہ میں مسلمانوں کی خاصی تعداد تھی۔ آسٹریا، ہنگری اور اطالیہ وغیرہ میں مسلم آبادی ہے ان سب ممالک میں مسلمان عورتیں عیسائی اور یہودی عورتوں کی طرح آزاد اور رہتی ہیں۔ عیسائیوں۔ یہودیوں اور مسلمانوں میں باہمی گہرا رشتہ ہے اور ان کے درمیان بارشاہ نے ایک عیسائی لڑکی سے شادی کی۔ البتہ بعض مذاہب پر عورتیں برفقہ کا استعمال کرتی ہیں۔

ہندوستان
انگریزی راج نے ہندوستانی عورتوں کی آنکھیں کھولیں اور تعلیم سے ان کو کچھ سبق حاصل ہوئے۔ تحریک آزادی کے ساتھ عورتیں بھی بیدار ہوئیں اور اپنی حالت کا جائزہ لیا۔ اس کام میں ہندو عورتوں نے سبقت کی۔ جس طرح مسلمان انگریزی تعلیم سے محترمہ رہے اور ہندو سے پیچھے ہو گئے اسی طرح ہندو عورتیں بیدار ہوئیں اور مسلم خواتین سے پیچھے نہ رہیں۔ علمی مشاغل اور تعلیمی سرگرمیوں میں پہلے ہندو لڑکیاں رونما ہوئی۔ ایک زمانہ کے بعد مسلمان لڑکیوں میں بھی یہاں پیدا ہوا اور تعلیم کی طرف متوجہ ہو گئی۔ ان کا راہ میں علم و دانش اور سبقت

کی بھرانہ کی گئی۔ یہ بھی وجہ ہے کہ وہ دنیا کی تمام عورتوں میں نہ یوں حال مستقر
کی جاتی ہیں۔ ان کی کوشش جاری ہے۔ اور دور انقلابی ان کو اپنی مستقر
جنس میں شامل کر کے رہیگا۔ ہندوستانی عورتوں کی کہانی دردناک اور
قابل افسوس ہے۔

ایک ذی علم نے اپنی بہنوں کی حالت اس طرح بیان کی ہے :-
”زمانہ ہائے قدیم سے تازہ پنج انسانی میں عورتوں

کی غلامی ایک فسانہ غم رہا ہے۔ دنیا کے ہر ملک نے کمزور
کو مخالفت عام کے ذریعہ تابع فرما رکھا ہے۔ مغربی مستورات
نے بالآخر اپنی رسیاں توڑ ڈالیں۔ لیکن ہم مشرقی مستورات آج
تک مختلف قسم کے شکنجوں میں جکڑی ہوئی ہیں اور ہماری
زندگیاں زیادہ حد تک انہیں قیود و پابندیوں میں بسر

ہو رہی ہیں۔“

”اپنے مکان کی چار دیواری کے اند بیرونی دنیا سے قطعی لاعلمی کی
زندگی میں پرورش پاتے ہوئے ہندوستانی لڑکی اپنے باپ کی
مملوکہ تصور ہو کر بیاہ میں دے دی جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ
شوہر کی ملکیت ہو جاتی ہے اور اس کی تمام زندگی ذلیل اطاعت
گزارہی میں بسر ہوتی ہے۔ بد قسمتی سے اگر بیوہ ہو جائے تو اونچے
بیٹوں کی فرمانبرداری میں اس کو سر تسلیم خم کرنا پڑتا ہے۔ مذہب
قومیت اور جماعت نے کچھ قاعدے مقرر کر دیئے ہیں جن کی

پابندی کرائی جاتی ہے کہ عورت محفوظ رہے گی اور اپنے شوہر کے خاندان کی خوشی اور فلاح کو قائم رکھے گی۔ اگر وہ اس معیار پرستے سے انحراف کرے تو بے دھرم ہو کر برادری سے خارج کر دی جاتی ہے۔

”عام اس سے کہ یہ فرائن مردوں نے مقرر کئے ہوئے عورتوں نے ان کو سختی سے اجہا کر لیا انہوں نے اپنی زندگیوں کو بچا اور اطاعت میں گزار دی تھیں لہذا اپنی لڑکیوں کو ایسی آئندہ نہیں دے سکتی تھیں جو خود ان کو نصیب نہیں ہوئی تھی چنانچہ غلامی کے عام دستور کے مطابق بوڑھی عورتیں خاندانی اور جماعتی نظام کو سنبھالتی رہیں۔ نسل در نسل کی اس کورانہ اطاعت نے عورتوں پر اپنے اثرات کا نشان قائم کر دیا۔ اس کی قوت قہم ضائع ہو گئی اور وہ اسی میں خوش ہو گئی کہ اپنا ذمہ داری دوسروں کے سپرد کر دے۔“

”ایسے ماحول میں نشوونما پا کر اور جیسا کہ اس کے لئے ارادہ کیا گیا تھا ہندوستانی عورت رفتہ رفتہ اپنے آقا کی تصویر پرورد ہو گئی۔ وہ آزاد خیالی کی فرد نہیں رہی۔ بلکہ اپنی زندگی میں اسی نسبت سے اعنا فہ کر سکتی تھی جس طرح اس کا آقا چاہے۔“

”لیکن دنیا بارہ چاہے۔ گزشتہ نسل کی عورت کے بجائے اب ایک مختلف نسل جگہ حاصل کر رہی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ

موجودہ عورت سرکش ہے۔ چکو تعجب ہے کہ آیا یہ بات صحیح
 بھی ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو عورت کے لئے عمدہ وجوہ ہیں کہ وہ
 قدرتی نتیجہ کے بطور اپنی نفسی و نفسی کے استبداد کا جارحانہ مقابلہ
 کرے۔ آزاد ہی کا پہلا ذائقہ نشہ آور ہے۔ اور انسانی تاریخ
 میں منہر و ستانی عورت کے لئے یہ پہلا موقع ہے کہ وہ اس نشہ
 کی فرحتوں کا تجربہ کر رہی ہے۔ اگر کچھ دیر کے لئے اس کا توازن
 جاتا بھی رہے تو یہ محض وقتی معاملہ ہو گا کیونکہ وہ اپنے توازن کو
 پھر حاصل کر لے گی اور اس مضبوطی سے اپنے قدم زمین پر
 جما لے گی کہ ایسے کسی نہیں جیسے تھے۔

”تاریخی موجودہ منزل پر تمدن ہنوز مردانہ امور میں
 ہیں عورتوں سے باورچی خانہ کی جگہ اس لئے ترک کرانی گئی ہے کہ
 وہ جماعت کی ایک آراستہ فرد ہو جائے لیکن وہ ہمیشہ کے لئے
 محض آراستگی کی مملکت میں پس پشت نہیں ڈالی جاسکتی وہ تمدن
 کے لئے اتنی ہی ضروری ہے جتنا کہ مرد۔ نہ صرف اس کو مرد کے
 حصول معاش کے اجارے میں بلکہ مرد کے اجارہ تمدن میں بھی
 بند آزما ہونا چاہئے۔ فی الحقیقت ایسا کوئی تمدن ہو ہی نہیں
 سکتا جس میں مرد اور عورت برابر کے شریک نہ ہوں۔“
 ”اگر ہم مستورات صحیح معنوں میں معمار قوم ہونا چاہیں تو
 ہم کو اپنے دماغ اور ہام و منصب سے آزاد کرنا لازمی ہے۔“

ہم کو مردوں کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنا ضروری ہے۔ ہم
کو چاہیے کہ اتحاد و تعاون اور اعتماد کے ساتھ زندگی کے
ہر شعبہ میں برابر ہی کے ساتھ اپنا تاریخی پائے ہوئے عرصہ اچھے طرح
ہم اتحاد و برتری حاصل کر سکیں گے اور اچھے آپ کو سوار قوم
کے جانے کے مستحق ہوں گے۔

ایک سو پچاس کی

حکومت کا سرطالیہ ہندو عورتوں کے ایک جلسہ عام میں کہا گیا:۔

”ساہاساں ایک مرد آزادی کے لئے لڑتے رہے اور
نالا سیاب ہوئے۔ مرد گولی میز کا فرائض میں گئے اور سوجائے
حصول آزادی کے انہوں نے مذہبی سوالات پیدا کر دیے۔
مردوں نے ہمیشہ انتہائی خود غرضی چاہی ہے جس کی وجہ سے ملک
و حسد پیدا ہو گیا۔ اگر عورتوں کی قوت منظم ہو کر کام میں لائی
جائے تو کل دنیا دوسری شکل میں تبدیل ہو جائے گی۔“
”مردوں میں ایسی شدید رقابتیں ہیں جن کی وجہ سے ملک کو
سوائے تکلیف و پریشانی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوا۔ چونکہ
ہندوستانی عورتوں کو غلام رکھا گیا اور گھروں کے اندر مقید
کیا گیا اس لئے وہ وہ کام نہیں کر سکیں جو دنیا میں ان کی اور
بہنوں نے کئے ہیں۔“

”عورتوں نے یہ اعلان بھی کیا کہ اگر ایک ہندو بہن کے حوالہ

کر دیا جائے تو وہ مردوں سے بہتر حکومت کرے کہ وہ کیا کرے

سیا ہی ہے
کا نظر الٹا ہے

مرد اس کی ہندو عورتوں کے جلسہ میں یہ کیا گیا کہ

اس کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ عورتوں کو سیاہیوں
میں کیوں نہ بھرتی کیا جائے اور ملک کی فوجی پولیس میں ان کو
مردوں کے برابر کیوں نہ جگہ دیا جائے۔ نہ مانہ کا عام رجحان
اکثر ممالک کو مجبور کر رہا ہے کہ وہ اس طرف قدم اٹھائیں کوئی
خاص اعتراض بھی ایسا نظر نہیں آتا کہ اس سنجیدہ کو کیوں نہ سوچ
بنایا جائے

چنانچہ جلسہ نے یہ قرار داد بالاتفاق منظور کیا کہ
مرد اس میں عورتوں کو سیاہیوں میں بھرتی کیا جائے اور مشتمل
طریقہ سے ترقی دیا جائے

مسائل ازدواجی

اور وراثت ہندو عورتوں کے ایک جلسہ عام میں یہ مطالبات
کئے گئے

”شادی اور وراثت کے معاملہ میں عورتوں اور مردوں کو
سماوی حقوق حاصل ہونا چاہئے۔ ایسے قانون کی ضرورت ہے
کہ مرد صرف ایک عورت سے شادی کرے۔ اور ایک سزاوار
عورتیں رکھنے کا دستور منسوخ کیا جائے“

”ہندو عورت کو یہ حق قانوناً دیا جائے کہ وہ خلع کر سکے“
 ”ہندو عورتوں کو یہ بھی حق عطا کیا جائے کہ وہ مختلف ذاتوں
 میں شادیاں کر سکیں۔“

”ایک قرار داد کے ذریعہ حکومتوں اور ایوان ہائے قانون
 سائرہ عورتوں سے یہ ضرور بھی دیا کہ وہ فوراً ایسا قانون بنائیں
 جس کی رو سے ہندوؤں کے مشرعوں اور دیگر مقامات مقدس
 پر لڑکیوں اور عورتوں کو وقفہ کیلئے یا بھینٹے پیرے ٹھکانے
 کا دستور ممنوع قرار دیا جائے۔“

طاقتور عورت بھارت کے ایک وزیر مال نے اپنی تقریر میں کہا۔
 ”اگر محکوم اختیار ہوتا تو میں لڑکوں کے مدرسے بند کر کے
 ان میں لڑکیوں کو داخل کر دیتا۔ تاکہ عورتیں طاقتور نہ ہوں
 مرد ہرگز طاقتور نہیں ہو سکتے۔ راجپوت اسی وجہ سے بہادر
 ہوتے ہیں کہ راجپوت عورتیں راجپوت مردوں سے زیادہ
 بہادر ہوتی ہیں۔ تعلیم یافتہ عورتوں کو چاہیے کہ موافقتات
 میں آباد ہو جائیں اور وہاں عورتوں کی ترقی میں کوشش کریں۔“
 ”جہانسی کی عہد رانی اعظم لکشمی بائی کا نام اور یادگار ان
 ایام کی یاد دلاتی ہے جو انیسویں صدی کا آخری نصف تھا۔
 ملک کی حالت بلاشبہ بہتر نہ تھی۔ باپن ہم مدافعت کا پرش

زندان تھا اور عورتوں کی جماعت مستقل ہو کر مکمل اطمینان
اور فراہم واری میں لازمی طور پر تبدیل نہیں ہوئی تھی یہ دلی
بلا لحاظ نتائج تاریخ میں درخشاں ہوئی اور اپنے بعد سوائے
غیر فانی شہرت و نامور ہی کے اور کچھ نہیں چھوڑا۔ اس کی یہ
مثال آئندہ نسلوں کی زندہ لیں کو مزید قریبوں کا ستی و ستی
رہے گی۔

ترقی عورتوں کا پر
منہجہ مسرے

دلی ستوریات کی لیگ کے جلسہ میں ایک ہندو خاتون

نے کہا :-

اوپر ان قانون ساز کی جماعت میں منتخب اور شامل ہو کر
میں اپنے آپ کو ایک نئے ماحول میں پاتی ہوں۔ ہندوستان کا
مستقبل ہندوستانی عورتوں سے لازمی طور پر وابستہ ہے اور
ان کی کامیابی اس جرات و لیاقت پر منحصر ہے گی جس سے
عورتیں معاشرہ پیچیدگیوں کا مقابلہ کر سکیں عورتوں کی ترقی
اور حفظ حقوق کے لئے قانون وضع ہونا چاہیے۔ عورتیں
ان مروجوں کی مشکور ہونگی جو ان کے مسائل کی تائید کریں گے۔
ہندوستانی عورتوں کا یہ کام بھی ہے کہ وہ کانگریس کی پارٹی
پر زور دالیں کہ وہ ایسا قانون بنائے جس سے ہندوستانی
عورتوں کو فائدہ حاصل ہو۔

ہر چھ گھنٹہ جماعت ہر چھ گھنٹہ کے ایک جلسہ میں یہ فیصلہ کیا گیا :۔
 لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی اٹھارہ اور چودہ سال
 کی عمر سے پہلے نہیں کی جائے گی۔ اور ہر چھ گھنٹہ میں گھاس
 پیچھے کھسٹے بازاروں کو نہیں بھیجی جائے گی۔ مردوں کو
 آ رہے سماج میں داخل ہو جانا چاہئے وہاں ان کو جیوٹھیں
 گئے اور وہ بد ہمین ہو سکیں گے۔

لڑکیوں کی تعلیم

کو ترجیح

ہندو عورتوں کی جماعت تعلیمی کی رپورٹ لڑکیوں

کی ابتدائی تعلیم کے متعلق یہ کہتی :۔

اس کمیٹی کی یہ رائے ہے کہ ابتدائی تعلیم میں لڑکیوں کا
 تناسب بہت زیادہ بڑھا دیا جائے کیونکہ وہ تمام کوششیں
 جو تعلیم کی اشاعت کے لئے کی جائیں سبے کار ہوں گی تا وقتیکہ
 دیہاتی علاقوں میں لڑکیوں کی تعلیم میں نمایاں ترقی نہ ہو۔
 ” کمیٹی اس لئے یہ بھی تجویز پیش کی کہ جب تک لڑکیوں کا مناسب
 لڑکوں کے قریب قریب برابر نہ ہو جائے لڑکوں کی تعلیمی ترقی
 کی آئندہ تجاویز معویہ رکھ کر لڑکیوں کی ابتدائی تعلیم کے
 اخلافہ میں تمام کوششیں صرف کی جائیں۔ جہاں کہیں لڑکوں اور
 لڑکیوں کی تعلیم کے لئے روپیہ کی کمی ہو تو سرکاری روپیہ لڑکیوں

کی تعلیم پر خرچ کیا جائے۔“

”مشتکہ تعلیم کے متعلق کمیٹی نے یہ ظاہر کیا کہ اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ لڑکوں کی تعلیم کو ترجیح دی جاتی ہے بلکہ لڑکیوں کے لئے مدرسوں کی کمی ہے۔ اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ عمارت

اور سامان میں بحیثیت ہوتی ہے۔ لہذا جملہ دیہاتی علاقوں میں ابتدائی تعلیم مشترکہ ہونا چاہئے۔ لیکن اگر تعداد کثیر ہو جائے تو جداگانہ مدرسے قائم کر دیئے جائیں۔ پس ماندہ علاقوں میں مشترکہ تعلیم کے مدارس میں صرف عورتیں معلم مقرر کی جائیں۔“

”کمیٹی نے مزید سفارش کی کہ لڑکیوں کے ابتدائی مدارس میں صرف عورتیں معلم مقرر کی جائیں۔ لڑکوں کے مدرسوں میں بچوں کی تعلیم بھی عورتوں کے سپرد ہونا چاہئے۔ مشترکہ مدارس یا لڑکوں کے مدرسوں میں کم از کم دو عورتیں معلم رکھی جائیں۔ بعض دیہاتی رقبوں میں مرکز مدارس اس طرح قائم کئے جاویں کہ معلم عورتوں کے لئے مکانات بنوادیئے جاویں اور قریب کے مواصلات سے لڑکیوں کے لئے اور بے جا سنے کی سہولتیں ہم چھ سچائی چاہیں۔ خاص کوشش یہ کرنی چاہئے کہ دیہاتی لڑکیوں کو تعلیم کی تربیت دی جائے تاکہ وہ اپنے مواصلات میں واپس جا کر تعلیم دیا کریں۔“

”دیہاتی علاقوں میں معلم عورتوں کی تربیت کے لئے مرکزی

مدارس اور مکانات میں لائے جائیں جہاں ان کو تعلیم دینا سکھایا جائے اور ایسی عورتوں کو وظیفہ بھی دیا جائے۔

”زیادہ سے زیادہ چالیس طالب علم فی معلم کے حساب سے داخل ہونا چاہئے اور سال میں دو مرتبہ سے زیادہ امتحان پر داخل کیا جائے اور پانچ سال سے کم عمر کا بچہ مدرسہ میں داخل نہ کیا جائے۔“

”جسیرہ تعلیم کے متعلق کمیٹی نے یہ ظاہر کیا کہ اسی مسئلہ میں صرف مفلسی سبب راہ ہے۔ بڑی تعداد ایسے بچوں کی ہے جو اس وجہ سے مدرسہ نہیں جاسکتے کہ وہ اپنی حیات اور وجود خاندان کے لئے کچھ پیدا کرنے لگتے ہیں۔ کچھ حصہ آبادی کا ایسا ہے جو جسیرہ بیروں سے۔ ان کو مدارس میں داخل کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ نہ صرف بچوں کو کھانا کپڑا دینا ہوگا بلکہ ان کے والدین کے لئے وظیفہ بھی مقرر کرنا پڑے گا۔“

”تا وقتیکہ تعلیم میں لڑکیاں لڑکوں کے برابر نہ ہو جائیں تو بسا ضروری ہے کہ کسی حد تک جسیرہ استعمال کیا جائے۔ طریقہ جسیرہ کا یہ ہونا چاہئے کہ نہ صرف داخلہ پر بلکہ روزانہ حاضری پر زور دیا جائے کسی تجویز جسیرہ لڑکیوں کو ہرگز نظر انداز نہ کیا جائے کیونکہ اس پر غور کر لیا گیا ہے کہ لڑکیوں کا مدارس میں داخل کیا جانا لڑکوں کے داخلہ کے جانے سے کہیں زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔“

بارتہ مسلم خاتون کابینہ

ایک معزز ذہنی علم اور بارتہ مسلم خاتون نے یہ کہا کہ :-

” گزشتہ صدی کے دوران میں عورتوں کی حالت قطعی

طور پر تبدیل ہو گئی ہے۔ ایک طرز جدید نے انسانی مساوات
کا اعتراف کر لیا ہے اور مساوات کو خلقی اختلاف کے مقابلہ

میں زیادہ اہمیت دی ہے۔ مغربی یورپ کے چند ممالک نیز
امریکہ اور روس میں عورتوں کی ایک ایسی نسل وجود میں آ گئی
ہے جن کو قدیم ”مردانہ درجہ“ اور ”زنانہ درجہ“ کی تفریق

سے قطعی لاعلمی حاصل ہو چکی ہے۔“

” انگلستان نے اپنی پرانی چال کے مطابق سب سے

پہلے انتخاب میں صرف ایک عورت کو پارلیامنٹ کے لئے منتخب
کئے جانے کی اجازت دی۔ عورت کا انتخاب عمل میں آیا لیکن
اُس نے غیر سوز و نیست کی بنا پر پارلیامنٹ میں بیٹھنے سے
انکار کر دیا۔ اس کے بعد سے پارلیامنٹ میں عورتوں نے جو
کام کئے وہ قابل تحسین ہیں۔“

” نہ تبدیل ہونے والے مشرق میں اس سرعت سے تبدیلیاں

واقع ہو رہی ہیں جو اہل مغرب کے خیال و گمان سے بیرون ہیں

کل پر عظیم ایشیا میں عورتوں کے مدارج کی نسبت سخت انقلاب
واقع ہو رہا ہے۔ یہ سب کچھ تحریک معریت جنگ ویتنام کے

”نٹائیج اور سو ویٹ روس کی پالیسی کی کامیابی کے اثرات ہیں۔
جہاں قدیم رو کاوشیں دور کر کے عورتوں کی مکمل برابری کے
اصول پر عمل کیا جا رہا ہے۔“

”خود ہندوستان نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ ہندوستانی مرد
اب ان خیالات قدیم سے بہت دور گریز کر گئے ہیں جو یہ کہا کرتے
تھے کہ ”عورت کو تعلیم دینا ایسا ہے گویا بندر کے ہاتھ میں
”پھری ویدی““ اب صاف نظر آ رہا ہے کہ کٹر پابندیوں اور
کپڑوں کے دین جا رہے ہیں۔“

”نئے دستور کے مطابق ہندوستان کے عوام بھائی ایوان
ہائے قانون ساز کے لیے انتخاب کی یہ خصوصیت تھی کہ عورتیں
نہ صرف اپنی معینہ نشستوں کے انتخاب کے لیے کھڑی ہو سکیں
بلکہ عام نشستوں کے انتخاب میں مردوں کا بھی مقابلہ کیا۔ سب
صوبوں میں عورتوں نے اپنا حق رائے دہندگی بنائیتا و صحت
سے استعمال کیا۔ ان انتخابات نے ہندوستانی عورتوں کی تحریک
پر بہت گہرا اثر کیا جو برابر ترقی کرتا رہے گا۔ یہ بات بھی قابل
تعمید ہے کہ ہندوستان میں جہاں دستور کا حکومت سب
سے آخر میں تعینات ہوئی ایوان ہائے قانون ساز میں عورتوں
کی تعداد سو اسی امریکہ کے سب سے زیادہ ہے حالانکہ یہاں
وہ ملک تھا جو عورتوں کے معاملہ میں سب سے پیستہ خیال

کیا جاتا تھا۔ انتخابات نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ ان عورتوں کی
 تعداد جنہوں نے ہندوستان میں حق رائے و ہند کی استعمال
 کیا برطانوی انتخابات کے مقابلہ میں نسبتاً کم نہیں زیادہ کھتی۔
 ”اب ہندوستانی مستورات وزارت، نائب صدرارت
 اسپیکر۔ پارلیا منٹ می سکرٹری۔ گورنری۔ اور سفارت
 جیسے جلیل القدر عہدوں پر ممتاز ہوتی ہیں۔ ہندوستانی عورتوں
 کی یہ ترقی ایوان ہائے قانون ساز کے میدان اور ملک کے
 ارتقار کے لئے بہت بڑی چیز ہے ہندوستان جیسے وسیع
 ملک میں جہاں مختلف اقوام و مذاہب اور جہاں مختلف
 تمدن اور زبانیں موجود ہیں اگر کل عورتیں ایک ہی ایوان میں
 ہوتیں تو کہیں زیادہ کارآمد ثابت ہوتیں اور مستقبل کے لئے
 کچھ حاصل بھی کر سکتیں۔ سیاست میں عورتوں کا عملی اقدام
 یہ معنی رکھتا ہے کہ بلا لحاظ جنس عورت کی مشقت اور اس
 کی اہمیت مرد کے مساوی ہونا چاہئے۔ ضرورت ہے کہ زہنگی
 کے لئے مناسب قانون وضع کیا جائے۔ کم سنی کی شادی منوعہ
 کی جائے۔ غیر اخلاقی تجارت مسدود کی جائے۔ بیوہ کے حقوق
 عورتوں کی وراثت اور لڑکیوں کی تعلیم جیسے مسائل پر غامض توجہ
 سے کام لیا جائے۔ ہم کو اپنا کام اپنے ملک اور اپنی جنس
 کی خاطر نافرہی سے۔“

مسلمان عورتوں نے ایک جلسہ عام میں یہ
کے مطالبات کے قرار داد بالاتفاق منظور کی :-

” اسی مجلس میں یہ بھی قرار پایا کہ بیٹیوں - بیویوں -
بہنوں اور ماؤں کو محض رواج کی بناء پر ان کے جائز و حلال
سے محروم نہ رکھنا مسلمان عورتوں کے حقوق پر وسیع و وسیع
دست اندازی کرنا ہے - ایوان قانونی کے مسلم ممبران کو
جتایا جاتا ہے کہ وہ اس بات کی بہترین کوشش کریں کہ
مسلمانوں کی کوئی جماعت یا فرقہ مجاز نہ ہو سکے کہ وہ
اپنی عورتوں کو ان کے حصہ وراثت سے کسی طرح بھی
محروم کر سکے “

” اس رواج کے خلاف جو مسلمانوں کی شادیوں
کے موقع پر جنر دیا اور طلب کیا جاتا ہے - اس جلسہ میں
پر نہ وراحتجاج کیا گیا - اور جملہ بھی خواہاں اسلام پر
نہ وریا گیا کہ وہ اس تباہ کن دستور سے باز آئیں اور
جماعت قانون ساز اس کے متعلق قدم اٹھائے “

” اس اجلاس نے مسلمانوں کی شادیوں میں فضول
خرچیوں کے رجحان کی بابت اظہار تاسف کیا اور یہ تجویز
کیا کہ تحفیت اخراجات کے لئے قدم اٹھائے جائیں کہ وہ
کم سے کم ہر اگر یہ تاکہ قوم مقروض ہونے سے محفوظ رہے -

اس جلسہ نے ان تمام والدین سے جو ایسے اخراجات کریں
یہ استدعا کی کہ وہ دو لحاظ و اہن کے لئے معقول انتظام
کرنے کے بعد خود و نمائش میں اپنی دولت ضائع نہ کیا کریں
” اسی جلسہ میں یہ قرار داد بالاتفاق منظور کی گئی تھی

مسلمان عورتوں میں جو پردے کا رواج ہے اور جس کا
اسلام نے ہرگز حکم نہیں دیا ہے وہ ان کی صحت کے لئے
نقصان رساں ہے اور ان کی معمولی اور عام نقل و حرکت
میں مانع آتا ہے لہذا یہ دستور مسترد کر دیا جائے البتہ وہ
ستر پوشی جس کے متعلق اسلام حکم دیتا ہے قائم رکھی جائے

خاتون پاکستان

کابیان ایک معزز خاتون پاکستان نے یہ ارشاد کیا :-

” پاکستانی عورتوں کے وہ حقوق جو مذہب اسلام نے
صدر یوں پہلے عطا کئے تھے۔ آج ان کے ملک میں از سر
نوشو و نما پار ہے ہیں۔ برطانوی دولت مشترکہ کی لیگ
کو جو کھیتا عورتوں کے لئے بنی ہے خاتون مومنوں نے
بتایا کہ پاکستانی عورتوں نے جاہلیت کے بند قوم کے
آڑے وقت پر توڑ ڈالے اور اب وہ پاکستان حکومت
کی بہتری اور ترقی کے لئے روز افزوں سرگرم خدمت
رہیں گی۔ انہوں نے کہا کہ پنجاب نے عورتوں کے کام میں

رکاوٹ نہیں ڈالی۔ جب لاکھوں پناہ گزین پاکستان میں
 درخ آئے تو ہزار ہا عورتیں ان کی امداد اور پناہ دہی
 کے لئے باہر نکل آئیں۔

”اس معاملہ کی اہمیت نے پاکستانی عورتوں کو احساس
 حقیقت سے آشنا کر دیا۔ اور قومی ضرورت میں وہ اپنا
 پورا حصہ لینے کے لئے پیش پیش ہو گئیں۔ پاکستانی مستور
 کی حب الوطنی بے غرض خدمت اور پناہ گزینوں کی عالی
 ہمتی تھی جس کی وجہ سے حکومت نے اس دشوار زمانہ کو
 سنبھال لیا۔ وہ عالی ہمتی جو اس وقت ہر کس و ناکس میں
 موجود تھی اس سے توقع ہے کہ پاکستان دنیا کی بڑی طاقتوں
 میں شمار کیا جائے گا۔ پاکستانی عورتوں نے اپنا قومی دستہ
 فوج بھی بنالیا ہے۔ اب پاکستانی پارلیامنٹ میں عورتیں
 پہنچ گئی ہیں اور بین الاقوامی مجالس میں بھی ان کی
 نمائندگی ہو گئی ہے۔ پاکستانی عورتوں کی یہ کمترین خدمت
 تھی جو وہ بابائے ملت قائد اعظم کے لئے انجام دے سکیں
 جو ہمیشہ اس بات پر زور دیتے رہے کہ سیاست اور معاشرہ
 جنگ آزادی کے لئے جس بنا پر یہ حکومت قائم ہوئی
 عورتوں کو کیا کیا اہم خدمات انجام دینی ہونگی۔“

خواتین اسماعیلیہ مسلمانوں میں فرقہ آبسا علیہ قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے

اس کے موجودہ سرگروہ ہر بلٹینس آغاخان ہیں۔ عورتوں کی ترقی اور
 بہبودی کے لئے آغاخان کی مذاہر معقولیت پر مبنی ہیں اور بنی اکرم کی تعلیم
 ان کے واسطے پس منظر ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ رسول اللہ نے عورتوں
 اور مردوں کے مابین تمام جائزہ آزادی اور جائز مساوات کی ترقی کے
 لئے ہمیشہ افزائی فرمائی۔ بنی اکرم کی تعلیم پاک کے مطابق اعمال اخلاقی
 تعلیمات اور اللہ کی نمازوں کی ذمہ داری مردوں اور عورتوں کے
 لئے بالکل یکساں اور برابر ہے۔

فرقہ انسا علیہ میں عورتیں اقتصادی طور پر مردوں کی دست نگر
 نہیں ہوتیں۔ مختلف قرابت داروں کی جائداد میں مناسب حصہ بطور وراثت
 ان کو ملتا ہے۔ عورت کی جائداد شوہر کی ملکیت نہیں ہوتی اپنی جماعت
 کے مرد کے ساتھ برابر کی شریک ہوتی ہے اور ہر لحاظ سے وہ مرد کے
 اخلاقی اور روحانی برابر ہے۔

آغاخان کے بقول عورت کا پردہ اور علیحدگی محض مشرقی رسوم
 ہیں جو اسلام میں داخل ہو گئے ان کا کوئی تعلق تعلیم اسلامی سے نہیں ہے
 حالانکہ یہ رسوم اس جماعتی طرز کا جزو ہو گئے ہیں جو مسلمانوں نے اپنے
 ہمسایہ ممالک ایہ ان۔ برہمن اور مصر سے حاصل کیا۔ انسا علیہ عورتیں
 نہیں جانتیں کہ پردہ اور تنہائی کیا چیز ہوتی ہے۔ وہ مردوں کے جماعتی
 کاموں اور جلسوں میں شریک ہوتی ہیں۔ وہ مردوں کے ساتھ جماعت
 خانوں میں نمازیں بالکل اسی طرح ادا کرتی ہیں جس طرح بنی اکرم کے

زمانہ میں ونیز حضور کے بعد ایک زمانہ تک ان کے جانشینوں کے عہد میں ادا ہوا کرتی تھیں۔

آغا خاں کا عقیدہ ہے کہ اپنے مریدوں میں تعلیم کی ہمت افزائی اور مردوں و عورتوں میں مساوات قائم کرنے میں انھوں نے اپنے مورثا علی کے پیغام کی تعمیل کی ہے۔ ایسے زمانہ میں جب کہ دیگر فرقوں کی مسلم خواتین پر دسے اور تنہائی کو پاکدامنی اور کارہ ثواب سمجھتی ہیں جب کہ ان کا مرکز محل گھر کا چولہا ہے اور ان کے مکانات کی چار دیواریاں ان کا سفاوہ ہے۔ اسماعیلیہ مستورات مدرسوں اور کالجوں اور علمی درسگاہوں کے ہر شعبہ میں تعلیم حاصل کرتی ہیں۔ ان کو فرسٹ ایڈ۔ نرسنگ۔ کھانے پکانے اور دیگر امور خانگی کی ضروری باتوں کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ان کے اپنے کلب۔ سوسائٹیاں۔ کتب خانے اور جماعتیں ہوتی ہیں جہاں سے دو کروڑ اسماعیلیوں کے بڑے حصہ کو علم و ہنر کی واضح روشنی پہنچتی ہے۔ نوجوانوں میں گہرے لگاؤ کی تحریک بھی جاری ہے۔ ایسے مقامات پر جہاں ان کی تعداد اجانتا دیتی ہے انھوں نے اپنے فوجی دستے بھی قائم کر لیے ہیں۔ وہ خانگی معاملات اور تقریبات میں حصہ لیتی ہیں۔ جلسوں کی صدارت کرتی ہیں۔ اکثر عورتیں ڈاکٹری پیشہ کرتی ہیں اور اکثر مدرسوں اور کالجوں میں معلمی کے فرائض انجام دیتی ہیں۔

مغرب و مشرق
مغربی عورت پر دسے سے آزاد ہو کر ترقی کی منزلیں طے کر رہی ہے۔ وہ زندگی کے ہر شعبہ میں مرد کے

دوش بدوش چلنے میں کوشاں ہے۔ اگر مردوں کی جماعت نے قطب شمالی اور قطب جنوبی کی جھجکوں میں جایش گنوا کر معلومات حاصل کیں تو عورت نے بھی اپنی جان ہیشلی پر رکھ کر ریگستان سہارا اور عرب کے ربع الخالی کے اسرار معلوم ہی کر لئے۔ سرسبز و زرخیز فورس وہ جانباز و دلیر انگریزی عورت گذری ہے جو نخلستان کنارہ کے اسرار معلوم کرنے میں کامیاب ہوئی۔ نخلستان کنارہ کے سفر میں اس عورت کو کسی کئی دن و رات ایسے گذرے جس میں کھانا اور سونا نصیب نہیں ہوا۔ سات دن متواتر پانی پیر نہیں ہوا۔ اس کو جاسوسوں نے گھیرا اور ویسی لوگوں نے اس پر تیرسائے طوفان گرد و ماد کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اس کا رہبر غدار ہو کر باغی ہو گیا جس کی وجہ سے اس کو جان کے لالے پڑ گئے۔ غارتگریوں کے حملہ سے بال بال بچی۔ ان تمام خضرات کا مقابلہ کر کے اس نے نخلستان کنارہ کے اسرار معلوم ہی کر لئے اور یہ بات اپنی قوم اور ملک پر ثابت کر دی کہ جہاں مرد کامیاب نہ ہو سکیں وہاں ہو سکتا ہے کہ عورت کامیابی حاصل کر لے۔

گر ٹر وڈ ہیل بھی ایک تجربہ کار ساح عورت ثابت ہوئی ہے اُس نے عرب کے ریگستان ربع الخالی میں جو معلومات حاصل کیں وہ انگریزوں کے لئے اول جنگ دنیا میں بے حد کار آمد ہوئیں۔

فریبا اشارک وہ عورت تھی جس نے شمالی ایران کے غیر تحقیق شدہ علاقوں میں سفر کئے اور قابل فخر معلومات کا ذخیرہ فراہم کیا اس عورت نے ربع الخالی اور جنوبی عرب کے ساحلی علاقہ حضرموت میں تحقیقات کیں۔ یہاں اُس نے متعدد اشارات کا پتہ لگایا۔

ہیڈ پر چڑھنے والی سب سے پہلی عورت سیدم اینجوائل تھی وہ
 ۱۸۲۸ء میں انٹ بلانک پر پندرہ ہزار سات سو بیاسی فیٹ چڑھی
 تھی۔ سب سے چھوٹی عمر والی ہیڈ پر چڑھنے والی نے جو کمال کیا وہ مس
 ہیلہ ولکنسن تھی جو گیارہ سال کی عمر میں ہیڈ کی چوٹی پر چڑھ گئی تھی۔
 مغربی و رکھیں نے کراکورم (قرقرم) کی مہات میں ۱۲-۱۱ء میں حصہ
 لیا اور توں کون کی چوٹی پر بائیس ہزار تین سو فیٹ چڑھی۔

مغربی عورتیں ایسی مشہور و معروف گذری ہیں جنہوں نے جبل
 خانوں کی اصلاح میں زندگی وقت کردی اور بالآخر شاندار کامیابی حاصل کی
 صنعت و حرفت کے کاموں میں مغربی عورت مردوں سے پیچھے رہ
 جانے والی نہیں و ستکاری اس کا فطرۃ حصہ ہے۔ علم طبیعیات و علم کیمیا
 میں مغربی عورت نے خاص نام پیدا کیا اور وہ علم کے ہر شعبہ میں اپنی فضیلت
 برقرار رکھے ہے۔ ڈاکٹری اور معیسی اس کا خاص پیشہ ہے۔ تصنیف و
 تالیف کی مالک ہے رسائل و اخباری مضامین میں مردوں کی شریک کار
 ہے۔ خدمات جنگ میں بھی حصہ دار ہے۔

سیاسیات میں مغربی عورت نے نمائندگی حاصل کر لی ہے وہ مقامی
 اور مرکزی حکومتوں میں پہنچ گئی ہے و قاتر سرکاری سے لیکر اعلیٰ ملازمتوں
 تک خدمات انجام دیتی ہے۔ عملاً اُس نے مردوں کے برابر حقوق حاصل
 کر لئے ہیں۔ تاہم اس کو احساس ہے کہ بہت سی صورتوں میں مردوں کے
 اپنی اجارہ داری قائم رکھی ہے۔ ان خامیوں کو پورا کرنے کے لئے مغربی

عورت سکون و ہوشمندی سے آگے بڑھ رہی ہے۔

ازدواجی مسائل میں مغرب کی عورت خاص حقوق رکھتی ہے اس کو انتخاب شوہر کا پورا اختیار حاصل ہوتا ہے جہیز یا مال و دولت اس کی شادی میں سدا راہ نہیں ہو سکتے۔

گھر کی زندگی میں مغربی عورت اپنے شوہر اور بچوں کی تسکین و ترقی کا ذریعہ ہوتی ہے وہ شوہر کی بہترین انیس و رفیق ہوتی ہے۔ بچوں کی تربیت اس کا اہم فرض ہوتا ہے ان کی صفائی اور صحت جسمانی کو مد نظر رکھتے ہوئے وہ اپنے بچوں کو ضروری باتوں سے واقف اور آگاہ کرتی رہتی ہے۔ اوقات معینہ پر بچوں کو سمراہ لے کر باہر نکلتی ہے۔ تازہ ہوا اور روشنی پہنچانے کے علاوہ بچوں کو ابتدائی جغرافیہ تعلیم بھی دیتی جاتی ہے۔

مشرقی عورتیں ابھی پردے اور قید مکان سے نجات نہیں حاصل کر سکی ہیں۔ ان میں تعلیم و تربیت کا فقدان ہے۔ ان کی ترقی صرف چند شہری عورتوں تک محدود ہے۔ زیادہ آبادی مواضعات میں ہے جو قطعی جاہل رہتی ہیں۔ قید و پردے سے آزاد ہو کر بھی ان کو دنیا کے بیرونی کی کچھ خبر نہیں ہوتی۔

ہندوستانی اور پاکستانی عورت کی زندگی سب سے زیادہ محکومی اور غلامی میں بسر ہوتی ہے۔ ہندوستان کی شہری عورتوں نے ترقی کی عمر اور تعلیم یافتہ طبقہ تعلیم نسواں کا حامی ہو اسے ہندوستانی عورت کو پاکستانی

عورت پر اس وجہ سے سبقت حاصل ہو گئی کہ اول الذکر نے حصول تعلیم میں
 پیش قدمی کی اور مسلمان عورتوں کو اس سے ممنوع رکھا گیا۔ ہندو قوم میں
 عورت کا درجہ سب سے زیادہ کم رہا ہے۔ لیکن اب ہندو عورت کی بیداری
 اور ترقی حیرت انگیز ہے۔ اس نے گورنری اور سفارت جیسے اہم عہدوں کو
 کامیابی کے ساتھ نبھا ہے وہ ایوان ہائے قانون ساز میں داخل ہوئی ہے۔
 اس نے فوج اور پولیس میں نمائندگی حاصل کر لی ہے۔ ہوائی جہازوں کی تعلیم
 حاصل کرنے کے لئے وہ اپنے آپ کو پیش کر چکی ہے۔ مختلف فوجی خدمات
 کیلئے اس کا دلور قابل رشک اور اصلاحی کاموں میں اس کی پیش کش قابل تحسین
 ہے۔ سیاسیات میں مردوں کے دوش بدوش چل رہی ہے۔ اگرچہ ہندوستانی
 عورت ہر شعبہ میں ترقی کرتی نظر آئے گی لیکن اس کی بیشتر تعداد ہنوز پرست
 اور قید مکان کی مشکلات میں الجھی ہوئی ہے کثیر آبادی دیہاتی عورتوں کی ہے
 جو بالکل جاہل ہیں اس لئے ان کی ترقی ان کے واجباً حصہ سے انتہائی کم ہے
 ہندوستان میں ابھی ایسے ہندو موجود ہیں جو عورتوں کی تعلیم اور آزادی
 کے مخالف ہیں وہ قدامت پرستی کے ولیدارہ ہیں۔ عورت کو حسب دستور
 وراثت سے محروم رکھنا چاہتے ہیں بیوہ کی دوسری شادی کے ہرگز قائل
 نہیں ہوتے ان کا نظریہ ہے کہ عورت کو پردے اور قید مکان کا پانپیر رہنا
 چاہئے حد یہ ہے کہ وہ رسم سستی کو از سر نو جاری کرنے کی سزاؤں کرتے ہوئے
 میں زمانہ قدیم کی طرح کتری اور برتری کے درجے قائم کئے ہوئے ہیں اور ان
 پر شدت کے ساتھ عمل چاہتے ہیں یہ لوگ ہاں سبھا کی کہے جاتے ہیں۔ ان کے

برعکس وہ لوگ ہیں جو ہندو عورت کو جائز حقوق دینے کے حامی ہیں ان کی کوشش ہے کہ عورت پر دسے اور قید مکان سے آزاد کر دی جائے اور مردوں کی طرح اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی مجاز ہو۔

ہندوستانی عورتوں کی مختلف ذاتوں میں باہم دگر مناکحت بھی نہیں ہو سکتی۔ رواج یہ ہے کہ لڑکی کی طرف سے اُسی ذات کے لڑکے کے والدین کو پیغام پہنچایا جاتا ہے۔ لڑکے کے والدین یا دلی حیثیت سے زیادہ نقد رقم طلب کرتے ہیں۔ جب رقم ملے ہو جائے تو بیاہ کی نوبت آتی ہے۔ تعلیم یافتہ

ہندو لڑکیوں نے اپنے شوہر خود انتخاب کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ اکثر ایک ذات والے کی شادی دوسرے ذات والے سے ہو گئی۔ معاملہ اسمبلی میں زیر بحث آگیا اور لڑکیوں کی اس جرأت و دلیری کو ختم کرانے کا مطالبہ کیا گیا بات یہ کہہ کر طے لگی کہ لڑکیوں کا یہ فعل قابل تحسین متصور ہونا چاہیے کہ انھوں نے اپنے والدین کو واپس لے کر اپنی رقوم اور جہیز کی گرانباری سے بچا لیا۔ اب تعلیم یافتہ ہندو لڑکی نہ صرف انتخاب شوہر کے لئے آزاد ہے بلکہ وہ ذات و برادری کے قیود سے بھی رہائی حاصل کر رہی ہے۔

مسلمان مستورات کا عالم یہ ہے کہ ایک طرف ان کو حصول تعلیم سے روکا جاتا ہے اور دوسری جانب ان کو پردے اور قید مکان میں رہنے کی تاکید کی جاتی ہے۔ دیہاتی عورتوں کا وہی حال ہے جو ہندو عورتوں کا ہے۔ وہاں نہ پردہ ہے نہ تعلیم۔ حصول پاکستان کی جدوجہد اور تقسیم کی قتل و غارتگری نے ان میں ایک نیا روح پیدا کر دی۔ اب شہری مسلمان مستورات کی حالت تبدیل ہو چکی ہے۔ وہ راہ ترقی پر چل نکلی ہیں۔

اور اپنے حقوق و فرائض کی طرف متوجہ ہیں۔ وہ نرسنگ اور گرل
 گائیڈس کی تحریک میں داخل ہوئی ہیں۔ سرکاری ملازمتوں اور ریاست
 کے میدان میں ان کی فائزگی تاحال کوئی وقت نہیں رکھتی تیار
 بیاہ کے معاملہ میں ان کو وہ آزادی حاصل نہیں ہے جو اب ہندوؤں کی
 کو حاصل ہو چکی ہے۔ پھر ان کا ماحول زندگی بدل چکا ہے۔ اسلامی حکومت
 میں ان کو مذہبی تعلیم کی سہولتیں ہی حاصل ہیں۔ مخصوص تربیت کے
 لئے وہ ممالک غیر کو جانے لگی ہیں۔ ڈاکٹری اور علمی میں بھی ان کو کچھ
 حصہ ملا ہے۔ مختلف رکاوٹوں کا مقابلہ کرتے ہوئے۔ راہ ترقی پر چلنا
 امدادی بنوں کو سدھارنا ان کے لئے آسان کام نہیں ہے۔ سب سے
 اہم اور ضروری فرس یہ ہے کہ وہ دیہاتی بنوں کی تعلیم و اصلاح کی
 طرف مائل ہو جائیں اس کام میں نہ صرف ان کو مشکلات سے سابقہ
 ہوگا بلکہ حکومت اور عوام کی اعانت و ہمدردی کی محتاج رہیں گی

باب ششم

مستقبل

مسلمہ طور پر عالم کائنات کو فنا ہے اور دنیا کو بھی قیامت کا نشانہ کرنا ہے جب تک یہ کرۂ ارض جیتا جاگتا ہے اس کا اور اس کا موجود کا کچھ نہ کچھ مستقبل بھی ہو گا۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ عام حالات کے پیش نظر انسان پھر بھی مستقبل کا اندازہ لگاتا ہے جب تک دنیا کا سیارہ اپنی عمر کو ختم نہ کر دے اس وقت تک نشتے کا قول صحیح ہو گا کہ :-

”افراد انسانی فانی ہیں مگر انسان غیر فانی ہے افراد کی زندگی کو فنا ہے مگر حیات انسانی کو فنا نہیں“

دنیائیں انسان کی ہستی سب سے زیادہ عظیم الشان حکومت مشترکہ ہے وہ نہ صرف اشرف المخلوقات بلکہ ایسا شاندار جوہر ہے جس کو تمام اشیاء پر ملکیت و قبضہ حاصل ہے مورخین کا قول ہے کہ بین صدی یا اس سے بھی زیادہ عرصہ سے دنیا کے بڑے بڑے مذاہب اس جدوجہد میں مصروف رہے ہیں کہ انسان کی ایک جماعت یا برادری قائم ہو جائے لیکن نسلی عداوتوں۔ قومی بے

اعتبار یوں۔ نفرت اور نفیس نے ان کو حصول مقصد سے اب تک
 کامیابی کے ساتھ روکے رکھا ہے۔ وہ وسعت خیال اور وہ پرفہم
 جذبات جس سے ہر آدمی کل بنی نوع انسان کا خادم بن جائے آج تک
 میسر نہیں ہو سکے۔ کوئی آدمی اپنے علم سے آگے نہیں بڑھ سکتا کوئی
 خیال مروجہ زمانہ کے خیال سے بیروں نہیں پہنچ سکتا اس لئے
 ناممکن ہے کہ اس بات کا اندازہ کیا جاسکے یا پیشین گوئی کی جائے کہ انسان
 کی کتنی نسلوں کو ابھی جنگ و بربادی۔ بد امنی اور مشکلات میں بسر
 کرنا ہیں تاہم بدیر یا بالآخر انسان کے خیالات میں قوت آئے گی اور ممکن
 ہے کہ جلد آجائے۔ پھر اس عظیم نشان امن و امان کا آغاز ہوگا جس کی
 طرف تاریخ اشارہ کر رہی ہے۔ یعنی دل کی چین دنیا کی چین اور اس
 طرح ایک تباہ کار اور بے ارادہ زندگی کا انجام پچیس سو گیارہ سال پہلے
 یہ بات واضح اور واضح تر ہوتی جاتی ہے کہ بیشتر حالات اور اکثر معاملات
 میں انسان کی ایک قوم بن رہی ہے۔ متغیری امراض۔ کثرت آبادی
 اور ہجرت جیسے مسائل عام ہو گئے ہیں جن کا تعلق کل دنیا سے مشترک
 ہے اس صورت حال میں کوئی تعجب نہیں کہ کل دنیا میں ایک مشترکہ
 حکومت قائم ہو جائے۔

واہمی سلوک
 مرد نے اب تک جو سلوک عورت کے ساتھ
 کئے ہیں وہ ایسے ہیں جو قوی مرد کے ساتھ
 کرتے ہیں اسلام نے مرد اور عورت کو برابر کے حقوق عطا فرمائے

اور دونوں کو یکساں اختیار عمل تفویض کیا۔ ایک زمانہ تک اس کی تعمیل ہوتی رہی اور مغرب و مشرق تک مسلمان چھا گئے۔ بالآخر نیشے کا قول صادق آیا کہ :۔ ”عورتوں کے ساتھ مرد کبھی واجب سلوک نہیں کر سکتے“ مسلمانوں نے بھی اپنی عورتوں کو فتنہ و فساد کے صیغے یا شک و شبہ کی بنیاد پر قید کر دیا جس کا لازمی نتیجہ ایک نحیف اور بیمار قوم کی صورت میں نکلا اور مسلمانوں کے مقبوضات کے بعد دیکھے نہ اعدا ہو گئے۔ اسلام کا حکم تھا کہ مرد کو عورت پر وہی حق حاصل ہے جو عورت کو مرد پر حاصل ہے۔ اس حکم کی تعمیل ہوتی رہی اور مسلمانوں کا فلاح ہوئی۔ پھر نیشے ہی کا قول سبقت لے گیا کہ :۔

”چونکہ صنف نازک عزم و ثبات میں صنف غالب کی

ہمسری نہیں کر سکتی۔ اس لئے قدرتی طور پر عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق و اختیارات نہیں ملنے چاہئے“

اسلام نے راسخ اور صریح اختیارات لڑکی کو انتخاب شوہر کے

عطا کئے ایک عرصہ تک ان اختیارات کو مانا گیا اور ان پر عمل ہوتا رہا۔

یہ ایک یہ صورت حال بھی بدل گئی اور والدین کو اختیار ہو گیا کہ جس طرح اور جس شخص کے ساتھ چاہیں لڑکی کو بیاہ دیں۔ ایجاب و قبول محض ایک طرف

و فریب رہ گیا۔ زمانہ جاہلیت کی طرح لڑکیاں عملاً فروخت ہونے لگیں۔ مال

دولت پر ان کی قربانی ہوتی رہی جس کا فائدہ اکثر والدین یا ولی

زوجین میں محبت و اخلاص کے بجائے حاکم و محکوم کا رشتہ قائم

جنس محبت شوہر اور بی بی میں نایاب ہو گئی اور شادیاں جنس اتفاقی چیز
 ہو کر رہ گئیں۔ ظاہر ہے کہ جب شوہر اور بی بی میں رشتہ الفت کے
 بجائے رشتہ حکومت و غلامی قائم ہو جائے تو اولاد بھی تاثرات سے
 خالی نہیں رہ سکتی اور ماں کا اثر اولاد میں زیادہ سرایت کرتا ہے۔
 چنانچہ اخوات اسلامی جو مسلمانوں میں ہونا لازمی تھی زائل ہو گئی اور وہ
 مکتری اور بدترہی کے زعم باطل میں پھنس گئیں۔ اسلام نے عورتوں کی
 تعلیم پر زور دیا تھا۔ چنانچہ ایک زمانہ تھا کہ عورتیں نامور عالم اور فقیہہ
 ہوتی تھیں۔ گردش زمانہ نے ان کو اس سے بھی محروم کر دیا۔ علاوہ قید کے
 وہ تعلیم سے بھی منوع کر دی گئیں۔ ماں کی جہالت کا جو قدرتی اور لازمی
 اثر ہونا چاہئے تھا وہ ہوا اور لڑکوں کو بھی تعلیم سے نفرت ہو گئی۔ اس طرح
 جہالت کا نام مسلمان قوم سے منسوب ہو گیا۔

مقاصد نکاح
 اسلام میں نکاح کا مقصد نہایت بلند اور پاک
 ارادوں سے متعلق ہوتا تھا زن و شو کا سچی
 محبت اور اخلاص کے ساتھ زندگی بسر کرنا اور خدا کی دی ہوئی اولاد کو
 خدا ہی کی چیز یقین کرنا ان کا استحکم اعتقاد تھا مسلمان عورتوں کو بے خوف و
 ہراس اپنی اولاد کو اسلامی خدمات کے لئے میدان جنگ کو بھیج دینا ایک
 بسیار و ذمہ تھا جس کا وہم و گمان بھی موجودہ زمانہ کی عورت کو نہیں
 آسکتا۔ فی الحقیقت وہ عورتیں خود مجاہد تھیں اور ان کی ایک ایک اولاد
 مجاہد تھی اور اسلام ان سے یہ بھی توقع رکھتا تھا۔ یہ ہی وجہ تھی کہ اسلام

نے مرد اور عورت کی خانگی زندگی کے ہر کام کو ثواب آخرت سے نوازا
 ہے والدین کا حصول معاش کے لئے سعی کرنا حسب معمول ایک قدرتی فعل
 منظور کیا جاتا ہے لیکن اسلام جائز روزہ سی حاصل کرنے کی ہر سعی کا والدین
 کو اجر و ثواب بخشتا ہے۔ بچہ کو دودھ پلانا اور پرورش کرنا ماں کا فطری
 جذبہ ہوتا ہے لیکن اسلام اس خدمت کے لئے بھی ماں کو اجر و ثواب کی
 بشارت دیتا ہے۔ مختصر یہ کہ مسلمان میاں بی بی کے خانگی و ستور العمل میں
 درگاہ انبوی سے قدم قدم کا ثواب عطا ہوتا ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ مسلمان
 میاں بی بی اور ان کی اولاد راہ حق میں خدا اور اس کے رسول کی مرضی
 پر ہمیشہ کے لئے وقف ہو چکے ہیں۔ مسلمان اللہ کی فوج میں۔ فوجی نظام
 میں افسانوی محبت کا گزر نہیں وہاں نضائیت یا جذبات نفسانی سے
 کوئی سروکار نہیں۔ مرد کا مقصد یہ ہی ہو گا کہ آیا اس کی منکوحہ نکو کار اور
 شریک حیات رہ کر اسلامی رفاقت اور معیار کے مطابق اس کے ساتھ
 نباہ کر سکے گی یا نہیں۔ اور عزم و ثبات میں اس کی ہمسر ہوگی یا نہیں۔ اسی
 طرح عورت بھی مرد کو حسن عمل اور شجاعت کی کسوٹی پر جانچ کر اون نکاح
 کے لئے تیار ہوگی۔ وہاں نہ حسن کا گدہ رہے نہ عشق کا کہ یہ دونوں پیریں اعمال
 و نیت سے خود بخود حاصل ہو جاتی ہیں۔ دوسری بات جو یقین معلوم
 کر رہے کہ وہ شرافت ہوگی۔ لیکن اس سے مراد شرافت نسبی نہیں بلکہ
 شرافت اعمال ہو کر رہتی ہے۔ اسلامی تمدن مسخ ہوا تو پہلی چیز شبستان
 عشرت کی مفلوں میں روٹھا ہوئی جہاں عورتیں نفس پرستی کا آلہ کار بنائی گئیں۔

پھر عشق و حسن کی من گھڑت کہانیاں سر بازار بکے لگیں۔ اب وہ دیکھ کر
 آگیا کہ مقصد نکاح کی جگہ تصویروں اور افشار جذباتی و نفسیاتی نے لے
 چنا ہے جسے کاقول اس موضوع پر خالی از دلیلی نہیں سمجھتا۔ وہ کہتا۔

”آج کل شادی کا دار و مدار زیادہ تر اتفاق پر ہے
 متروک اور ترقی یافتہ لوگوں نے مناکحت کی بنیاد اتفاق
 پر قائم کر کے اپنی عقلیں کند کر دی ہیں آج کل شادی کے
 معنی یہ ہیں کہ سو سائیکس کی طرف سے دو افراد انسانی کو
 عیش کرنے اور خواہشات نفسانی کو پورا کرنے کا اجازت
 دی جائے اور پس۔ اگرچہ اس کے لئے جو طریقہ اختیار
 کیا جاتا ہے اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ معاشری نظم
 و نسق مقصود ہے۔“

جس کے سامنے آزاد مرد اور آزاد عورت کی تصویر ہے جو اپنا مرضی
 اور منشاء کے مطابق تعلقات زن و شوہر کے لئے تیار ہوتے ہیں جسے
 نکتہ چینی کرتے ہوئے اسلامی اصول کے قریب آجاتا ہے۔ لکھتا ہے کہ
 ”آج کل کی شادی میں الفت و محبت کا نام بھی نہیں پایا
 جاتا۔ اگلے زمانہ کے شرفا کا نکاح سے یہ مقصود تھا کہ بہر
 اقتدار اشخاص کی جماعت نسلاً بعد نسل باقی رہے انسان
 کو اس وقت تک شادی نہیں کرنی چاہئے جب تک اس
 کو یقین نہ ہو کہ میں تندرست ہوں شریعتاً و نسباً پورا“

اور اولاد کا مستحق ہوں ۛ

اسلام کا مقصد بھی یہ ہی تھا کہ مسلمانوں کی زندگی ایک غوجی سپاہی کی طرح ہو جو نسلاً بعد نسل ترقی کرتا رہے اور شرافت نسب سے مراد ہمیشہ شرافت اعمال تھی۔ نیشے مزید اظہار خیال میں اسلامی اصول سے اور زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔ کہتا ہے کہ :-

”تم شادی کر کے اپنے آپ سے ایک نئی ہستی کی بنیاد

ڈالو گے اس کام کے لئے اول اول تمہیں اپنے جسم و

روح کو درست کرنا چاہیے کیونکہ تمہاری ذاتی خصوصیات

مستعد و سلون تک منتقل ہوتی رہیں گی۔ اگر تم نے ایسا

کیا تو تمہاری شادی مسعود و محمود ہوگی۔ میرے نزدیک

نکاح کے معنی یہ ہیں کہ زن و شو اپنے سے بہتر اور قوی

تہ اولاد پیدا کرنے کا عزم مصمم کریں ۛ

مسعودہ زمانہ کے وقتی جذبات اور غیر مستحکم عشقیہ خیالات کے مطابق جو شادیاں ہوتی ہیں ان میں سچی محبت کا نام کبھی نہیں ہوتا۔ نفس پرستی کی شادیوں کا انجام خراب ہی ہوتا ہے۔ اس کے متعلق نیشے لکھتا ہے کہ :-

”شادی کے وقت لوگوں کو اپنے گریبان میں منہ

ڈال کر یہ غور کرنا چاہیے کہ آیا ہم میں رفاقت اور

دوستی کا مادہ ہے بھی یا نہیں۔ کیونکہ شادی آخر کیا

شے ہے؟ شادی نام ہے الفت و محبت کا۔ پس ہر مسیور
نکاح کو اپنے نفس سے یہ سوال کرنا چاہیے کہ کیا فلاں عورت
کے ساتھ میں اپنا وقت مرتے دم تک خوشی سے گزار دوں گا؟
اس کے علاوہ اور تمام شرائط و قیود یہ ہیں۔ نکاح کی بناء
رفاقت پر قائم ہوا کرتی ہے۔

ایک اور صورت حال جو انسان کو پریشانی اور بد اعمالی میں ڈال سکتی تھی
تھی کہ اگر کسی ملک میں یا کسی وقت عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہو جائے تو کیا انتظام ہونا
چاہیے اسلام نے ایک نہایت معقول بندوبست یہ کر دیا کہ مسلمان مرد کو چار
عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت دے دی۔ اس طرح مسلمانوں کو
بد کاریوں کا شکار ہونے سے محفوظ کر دیا گیا۔ یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ کسی
ملک و قوم میں عورتوں کی تعداد کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو مگر جو کتنی سے آگے نہیں
بڑھ سکتی چنانچہ مسلمانوں کا یہ مسئلہ بھی ایک معجزہ سے کم نہیں۔ اب تک فلسفے
کے اقوال اسلامی اصول سے قرین ہوتے رہے ہیں لیکن اس مسئلہ میں وہ
اور اس کا ہم خیال جی میر دیکھ دو انوں گمراہ ہو گئے۔ ان کو اس مشکل کا علاج
سوائے وقتی اور سازشانی شادیوں کے اور کچھ نہ معلوم ہو سکا۔ میر دیکھتے
نے یہ نتیجہ ہمیشی کر دی کہ :-

”شروع میں وقتی اور آزمائشی نکاح ہونا چاہیے اگر زن و
شو کے اختلاف مزاج کے باوجود ان کے تعلقات کو نہ بدوستی
باقی رکھا گیا تو پھر دونوں کی سٹی پلید ہو جائے گی اور دونوں

ایک دوسرے کو نفرت اور انتقام کی نگاہ سے دیکھیں گے
 میاں بی بی کے رشتہ کو بہ جبر باقی رکھنے سے نہیں بہتر
 ہے کہ اسے توڑ دیا جائے وقتی اور آزمائشی نکاح سے
 یہ فائدہ ہوگا کہ طرفین کو ایک دوسرے کے مزاج سے
 واقفیت ہو جائے گی اور یہ معلوم ہو جائے گا کہ آیا وہ مستقل
 نکاح کے مستحق ہیں یا نہیں۔“

میر ڈکھتے جو بات فروگزاشت کر دی تھی نشتے اس کو اس طرح بناتے
 ہے :-

وقتی اور آزمائشی نکاح کو رواج دینا چاہئے
 تاکہ زنا کاری کا انسداد ہو سکے یا اس کی خرابیوں کی اصلاح
 ہو سکے ایسی حالت میں اولاد کے حقوق کا پہلے سے خیال
 کر لیا جائے۔“

نشتے نے وقتی نکاح سے جو اولاد پیدا ہو اس کا خیال کرنا ضروری قرار دیا
 لیکن دونوں نے اس بات پر کوئی توجہ نہیں کی کہ وہ جس طرح زنا کاری
 کا انسداد چاہتے ہیں اس سے دراصل — زنا کاری کو فروغ ہو جائیگا۔
 بالفاظ دیگر وقتی اور آزمائشی نکاح سے زنا کاری کا دروازہ کھل جائیگا
 اور عیاش طبع لوگ متواتر ایسے نکاح کرتے رہیں گے۔ عورتوں کی زندگی
 اس لئے اور بھی پر باد ہو جائے گی کہ نشتے کے خیال و عقیدے میں عورت
 کسی دین چہر کی مستحق نہیں ہو سکتی۔ ہر چیز کہ الہی مغرب زنا کو برا کہتے ہیں

لیکن ان کی ذہنیت اس کو عیب نہیں سمجھتی۔ خود نکلتے جو دانا، کا
 اندر اوچا ہوتا ہے داشتہ کے رونا کو کوئی گناہ مقصور نہیں کرتا۔
 کہتا ہے کہ :-

”مستقبل میں شادی صرف روحانی رفاقت کی خاطر ہوتی چاہیے
 جس کی غرض و غایت یہ ہو کہ ایک ایسی نسل کی بنیاد پڑے

جو موجودہ نسل سے بہتر ہو۔“

یہاں تک اس کا نظریہ اسلامی نقطہ نظر سے قریب ہے لیکن جب وہ یہ
 کہتا ہے کہ :-

”جو لوگ پس پرستی کو کسی اعلیٰ مقصد کے حصول کا ذریعہ
 سمجھتے ہیں ان کو داشتہ، پر اکٹھا کرنا چاہیے۔“

تو وہ یقیناً ناکارہی کی ترغیب دیتا ہے کیونکہ داشتہ خواہ نداشتہ وہ
 داشتہ، اور کسی میں تمیز نہیں کرتا دونوں یکساں طور پر عصمت
 فروش اور مقاصد نکاح سے بے تعلق ہوتی ہیں۔

آگے چل کر مقاصد نکاح کے متعلق نکلتے کچھ اور بتا دینے
 پیش کرتا ہے :- وہ کہتا ہے کہ :-

”دانا کنواروں کو ایک عرصہ تک فوجی خدمات انجام
 دینا چاہیے۔“

(۲) نکاح سے قبل مرد و عورت دونوں کی صحت جسمانی
 کے متعلق ڈاکٹر کی سرپرستی چاہیے۔

” (۳) جن لوگوں کی اولاد نہ کم نہ زیادہ جو ان کو دوسروں کے بہ نسبت حقوق و اختیارات زیادہ ملنا چاہئے،“
 ” (۴) وقتی اور آئندہ مالکشی نکاح کا رواج ہونا چاہئے،“
 ” (۵) نکاح سے قبل برسر اقتدار اشخاص اور پیشوایان دین کی منظوری لینی چاہئے۔“
 ” (۶) کمزوروں اور ابا بچوں کو اولاد پیدا کرنے کا موقع نہ دینا چاہئے۔“

پہلی اور دوسری شرط خدا ان قابل اعتراض نہیں اگرچہ اسلام ان پابندیوں کا ہرگز قائل نہیں لیکن تیسری شرط نہ مانہ جاہلیت کی یاد دلا دیتی ہے جب کہ لڑکا پیدا ہونے کی خوشی ہوتی تھی اور لڑکی کو زندہ در گور کر دیا جاتا تھا۔ اسلام لڑکے اور لڑکی میں کوئی فرق نہیں کرتا دونوں کو حقوق عطا کرتا ہے۔ لڑکی ہو یا لڑکا دونوں کو خدا کی دین سمجھتا ہے۔ ایسے امر اتفاق پر حقوق و اختیارات کی زیادتی کسی طرح قرین عقل و انصاف نہیں ہو سکتی۔ نیشے غالباً بے خبر تھا کہ کبھی عورت بھی مرد کی ہم سہری حاصل کر سکے گی اور کسی کام میں مردوں سے پیچھے نہیں رہے گی۔ پانچویں شرط فضول اور ناقابل عمل معلوم ہوتی ہے۔ البتہ چھٹی تجویز کے متعلق مغرب میں غیر معمولی غور و غوض ہو رہا ہے۔ ہنگر نے اس تجویز کو جرمنی میں عملی جامہ پہنا کر اہم تبدیلی واقع کر دی تھی۔ امریکہ کی اکثر ریاستوں میں اس کو قانونی شکل دیدی گئی ہے۔ اس موضوع پر

نکستہ اپنا نظریہ پیش کرتا ہے :-

”والم المرضی اور خیفہ و زار لوگوں کے لئے
بچہ کا ہونا جرم ہے۔ انسان کے ناکارہ ہونے کی
ایک نہر دست شناخت یہ ہے کہ وہ اپنے جذبات
کو قابو میں نہیں رکھ سکتا اور معمولی سی خواہش پر
اپنے تئیں قربان کر دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت
میں پیشوایان دین اور اربابِ حل و عقد کچھ نہیں
کر سکتے۔ یہ کام ڈاکٹروں کا ہے۔ ڈاکٹروں کے
ذمہ متعدد فرائض ہیں جن میں سب سے زیادہ اہم فرض
یہ ہی ہے۔ چونکہ جماعت افراد کی حیات کی ذمہ دار
ہے اس لئے اس کا فرض ہے کہ وہ ناقص زندگی کا پہلے ہی
سے خاتمہ کر دے۔ ناقص زندگی کا ضرب اثر جماعت
پر بھی پڑتا ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ وہ ایسی
زندگی کو عالم وجود میں آنے سے باز رکھے۔ غرضی جماعت
و نسب کا خیال کیئے بغیر کمزوروں اور ناکاروں کے
توالد و تناسل کا سلسلہ بہ جبر و اکراہ منقطع کر دینا
چاہیے۔“

نکستہ اسی پر اکتفا نہیں کرتا وہ نبی حضرت موسیٰ کی تبلیغ پر اپنے غم و غصہ
کا اس طرح اظہار کرتا ہے :-

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کو حکم دیا تھا
کہ تم کسی کو قتل نہ کرنا، اس حکم سے کہیں زیادہ ضروری
یہ حکم تھا کہ دنیا کاروں کو اولاد پیدا کرنے کا موقع

نہ دینا، دنیا کے انسبیت میں تندرست و مرلیں

دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ مرلیوں اور ناکاروں کا

خاتمہ جس طرح ممکن ہو کر دینا چاہیے وہ نہ آخر

میں سب کو تباہ و برباد ہونا پڑے گا مرلیوں کو تن

درستوں کے برابر حقوق بخشنا اور کمزوروں پر رحم

کرنا اخلاق کے پھر سے پر ایک بد نما داغ ہے۔

نفس نے دالم المرضی - نحیف و زار - ناقص و ناکارہ جیسے الفاظ

استعمال کئے ہیں مگر اس نے ان مبہم الفاظ کی کوئی وضاحت

یا تنقیح نہیں کی۔ وہ ڈاکٹروں کو اختیار دیتا ہے کہ ایسے لوگوں کا

خاتمہ کمزوریں لیکن وہ اس امر واقعہ سے چشم پوشی اختیار

کرتا ہے کہ ڈاکٹروں کی کاوش و سعی نے ثابت کر دیا ہے کہ دنیا

میں دالم المرضی نحیف و ناقص اور ناکارہ کے کامیاب علاج

دستیاب ہو رہے ہیں اور روز بروز جدید تحقیقات کی رو

سے ان کا قطعی قلع قمع ہو جانا ممکن ہو گیا ہے۔ نفس کے نزدیک

دالم المرضی و ناکارہ کو صحت یاب و تندرست بنانے کے بجائے

ان کا خاتمہ کر دینا چاہیے گویا وہ فن طبابت کی ترقی کو روک دینا چاہتا

سب افسانے اور کہانیاں سپرد طاق نسیاں کرنا ہیں جو اس
کے لئے محض وقتی اشتغال کا کام دیتی ہیں۔ اُس کی حجابِ ابدی
فطرتاً یقیناً بازگشت کرے گی اور وہ ملک و قوم کے لئے قوی
اور دلیر فوج پیدا کرنے میں کامیاب ہوگی۔ آج وہ عقلی تصویر
اور حلی حکایات کے کام میں لائی جا رہی ہے لیکن اس کے مفاد
نکاح اس درجہ بلند و بالا ہونے والے ہیں کہ وہ حقیقی مجاہد کا مرتبہ
حاصل کرے گی اور ملک و قوم کی روح رواں مانی جائے گی
اس میں شک نہیں کہ مشرقی عورت اور بالخصوص

دشوارِ بابل

پاکستانی یا اسلامی عورت بدلتا ملاسن
بن گئی ہے وہ گھر سے باہر نکلے تو گناہ۔ برقعہ ترک کرے تو
گنہگار۔ چہرہ یا بات پیر کھل جائیں تو عذاب۔ اسکولوں اور
کالجوں میں تعلیم حاصل کرے تو موردِ عتاب۔ تقریر کرے تو
دوبدہ دہن۔ مرہم پٹی کا کام سیکھے تو بے باک۔ فوجی تعلیم حاصل
کرے تو بے حیا۔ سیاسیات میں حصہ لے تو بے شرم۔ سرکار و
ملازمت یا عہدے قبول کرے تو نافرمان۔ غرض یہ کہ دنیا میں
کچھ بھی انقلاب ہو جائے اور روس کے زمین کی سب ہی عورتیں
بے نقاب ہو کر اپنی پلٹن کیوں نہ بنالیں لیکن مشرقی عورت پر
نشینی اور قید مکان سے جنبش نہیں کر سکتی۔ قدامت پرستوں
کا دعویٰ ہے کہ اگر قرآن و شریعت سے بھی پردہ نشینی ثابت

نہ ہو تب بھی اخلاقی فرق ہے کہ عورت مکان کی چار دیواری
 کے اندر مقید رہے وہ نشین رہے۔ اگر باہر نکلے پر مجبور
 ہو تو کچھ بے قصہ تو کسی حالت میں ترک نہیں کیا جاسکتا۔
 بعض بزرگوار دنیا کی آئندہ روشنی کا مطالعہ کرنے کے
 باوجود عجیب فریب خیال میں مبتلا پائے جاتے ہیں۔ ان
 کے نزدیک مستقبل کا خاکہ یہ ہے کہ دنیا کی تمام عورتیں پردے
 اور قید مکان کی عادی کر دی جائیں گی تب کھیں دنیا
 ارتقاء کی منزل آخر پر پہنچے گی۔ مغرب نے مشرق کو
 ہمیشہ مغالطہ دیا ہے اور آج بھی وہ کسی قدامت پرستی
 کی مہت افزائی میں دریغ نہیں کرتا۔ لیکن یہ وہم و گمان
 کہ مغرب خود بھی پس پائی اختیار کرے گا نہ صرف
 مفحکہ خیز بلکہ ”این خیال است و محال است و جنوں“
 کا مصداق ہے۔ مغرب مستورات آزاد ہو چکی ہیں۔ اب
 دنیا میں کوئی قوت ایسی نہیں جو ان کو پردہ نشین و مجبور
 کر سکے۔ ان کی ترقی یوں یوں بام عروج کو پہنچ رہی ہے۔
 مشرق کو اپنی خامیوں کا غمازہ بھگتنا پڑے گا۔ وہ وقت
 بھی پیش نظر رکھنا چاہیے جب مشرقی مردوں کو مغربی
 عورتوں کے مقابلہ میں لڑ کر مرد و عورت کی جنگ کا نتیجہ دنیا
 کے سامنے پیش کرنا ہو گا۔ دنیا میں عورتیں جوق جوق ترقی

تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ کوئی فوجی نظام تعلیم ایسا نہیں جس
 عورتیں حصہ نہ لے رہی ہوں۔ کیا اہل مشرق مغربی عورتوں
 سے ٹکر لے کر اپنی آنکھیں کھولیں گے؟ ایسا ہو تو وہ
 نکل چکا ہو گا اور اہل مشرق کی نصرت آبادی اپنا بیج اور موٹ
 ہوتے ہوئے اُن کے کسی کام نہ آسکے گی۔ اب مسلمان عورت
 نے حصول آزادی کے لئے اپنا راستہ خود اختیار کیا ہے
 پاکستانی خواتین نے قوم کے آڑے وقت میں پردے کے بند
 توڑ کر جو خدمات انجام دیں وہ تاریخی حیثیت سے فرو گذار
 نہیں کی جاسکتیں وہ بے لوث خدمات جو انہوں نے بتاہ صا
 ہا جرین کے لئے انجام دیں۔ اور جس جرأت و جانتانی
 خطرات و مشکلات کا مقابلہ کیا اُن کی تاریخ کا آغاز وابت
 تھی۔ اُن کو علم ہے کہ تمام ممالک کی عورتیں حتیٰ کہ سخت ترین
 قدامت پرستوں کی مستورات سرحد کے دوسری جانب فوج
 نظام میں حصہ لے رہی ہیں اور اپنی فوجیں بنا رہی ہیں وہ اس
 ماحول کو نظر انداز نہیں کر سکتیں مرد کتنا ہی اس کے راستہ
 روکاؤ میں ڈالیں لیکن پاکستانی خاتون ہر سنگ راہ سے مقابلہ
 کرتی ہے نیا پیش قدمی جاری رکھے گی۔ اس کو اپنے ملک
 قوم کی بقا و فلاح کا کمال احساس ہو چکا ہے اب کوئی طاقت
 اس کو فرض شناسی سے باز نہیں رکھ سکتی۔ اس کی اولوالعزم

و استقلال اس کے مستقبل کی ضمانت ہے۔ وہ وقت دور نہیں کہ اس کی عصمت و عفت قابل رشک ہوگی اور دنیا کی بہترین فوجوں میں اس کا شمار ہوگا۔

انجام بخیر
اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ مرد کو بہ لحاظ ساخت و قد اسے جسمانی عورت

پر کچھ فضیلت حاصل ہے اسلام بھی مرد کو اس فضیلت سے محروم نہیں کرتا۔ پر خلوص و نیکو کار عورتیں اپنے شوہروں کو مطیع و فرمانبردار ہوتی ہیں۔ مسلمان عورتیں کو بھی یہی حکم دیا گیا ہے۔ غور کیا جائے تو ابتداء آفرینش سے مرد و عورت ایک دوسرے کے شریک حال رہے ہیں۔ امن و طمأنینہ میں عورت مرد کی ہم دوشش رہی۔ موجودہ تمدن یا کوئی تمدن بھی عورت کے تعاون بغیر حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ زمانہ سلطنت سے لے کر آج تک عورت کو کسی جسمانی مشقت سے بھی انکار نہیں ہوا۔ وہ کھیتی باڑی کے کام کرتی ہے اور محنت و مزدور بھی کرتی ہے۔ ریلوں اور کانوں میں مشقت کرتی ہے پٹا وڑا اور کشتی چلاتی ہے۔ انیشیں اور شہر طوٹی ہے۔ شاید ہی کوئی ایسا کام جسمانی محنت کا ہو جو عورت نہ کرتی ہو۔ علاوہ اس کے کچھ ایسے کام بھی اس کے سپرد نہیں جن سے مرد کو سروکار نہیں ہوتا۔ خانہ دارہی اور ہانڈی چھلنے کا کام

تنہا اسی کا فرض منظور کیا گیا ہے۔ گھر کی صفائی اور
 سینا پر دنا اسی کے سپرد رہتا ہے۔ اولاد کا جننا
 اور پالنا اس کی فطرت میں داخل سمجھا گیا ہے۔ وہ مرد
 سے زیادہ رحم دل نیک نفس اور وفا شعار بھی ہوتی
 ہے۔ ماں باپ کی خدمت گزار شوہر کی جاں نثار اور
 اولاد سے بے پناہ محبت کرنے والی اور معصوبیت و
 تکلیف کی مرد سے کہیں زیادہ قوت برداشت کی حامل
 عورت ہی ہوتی ہے۔

سب سے پہلے اہل مغرب نے عورت کے حقوق آزادی
 پر دست اندازی کی اور اس کو قید مکان میں ڈالا جس
 کی تقلید دیگر ممالک میں کی گئی۔ قرآن کریم نے قید مکان
 کو سزائے سخت بتویز کیا اور رسول اکرمؐ نے عورت
 کے حقوق آزادی بحال رکھے۔ ایک زمانہ تک ان احکام
 شریعت پر عمل ہوتا رہا تا آنکہ سلاطین اسلامی نے عورت
 کو ذریعہ ہوس رانی بنالیا اور بطور حفظ ماتقدم ان کو
 قید مکان میں محبوس کر دیا۔ تاہم یہ بدعت محدود ہے چند
 امراء و رؤسا شہری تک محدود رہی غریبا اور موافعات
 کی کثیر آبادی تک نہیں پہنچ سکی۔ بدیہی طور پر اسی بدعت کو
 عصمت و عفت جیسے اہم معاملہ سے متعلق ہونے کے

عام مسلمانوں پر اطلاق ہونا چاہیے تھا لیکن عدم
قبولیت کی بنا پر اس کا دائرہ نام نہاد شرفاء و ستمگ
بڑھ سکا۔

مشرق کی جدوجہد شر آور ہوئی۔ اس کو غلامی سے
جات ملی۔ پاکستان مسلمانوں کی جانکا ہی کا نتیجہ اور ان
حقیقی آزادی کا سرچشمہ ہے۔ یہاں وہ قوم نشوونما
کے گی جس کا نصب العین اسلامی اور انسانی بہبودی
ترقی ہوگا۔ تقصبات و توہمات کا یہاں گزر نہیں ہوگا۔
وہ وہ شعور آزادی میں جو فامیاں ہیں ان کو دور کرنے میں
لگان خواتین کا نہ بد دست ہات ہوگا وہ اسلام کی معماروں
اور اسلام کو ان پر فخر ہوگا۔ وہ سلطت صالحین کا نمونہ پیش
بائی اور دنیا جو حیرت ہوگی کہ تاریخ اس طرح دہرائی جاتی
ہے۔

وہ کل کے غم و غیش پہ کچھ حق نہیں رکھتا
جو آج خود افروز و جگر سوز نہیں ہے
وہ قوم نہیں لائق ہنگامہ فردا
جس قوم کی تقدیر میں امر و زہر نہیں ہے
(مقبول)

مطبوعہ

کلیئر پریس
لاہور
کراچی

سے چھپوا کر

سید شفیق احمد راسخانی میٹھلہ ری بلڈنگ

پتیلی پارہ - کراچی ۵